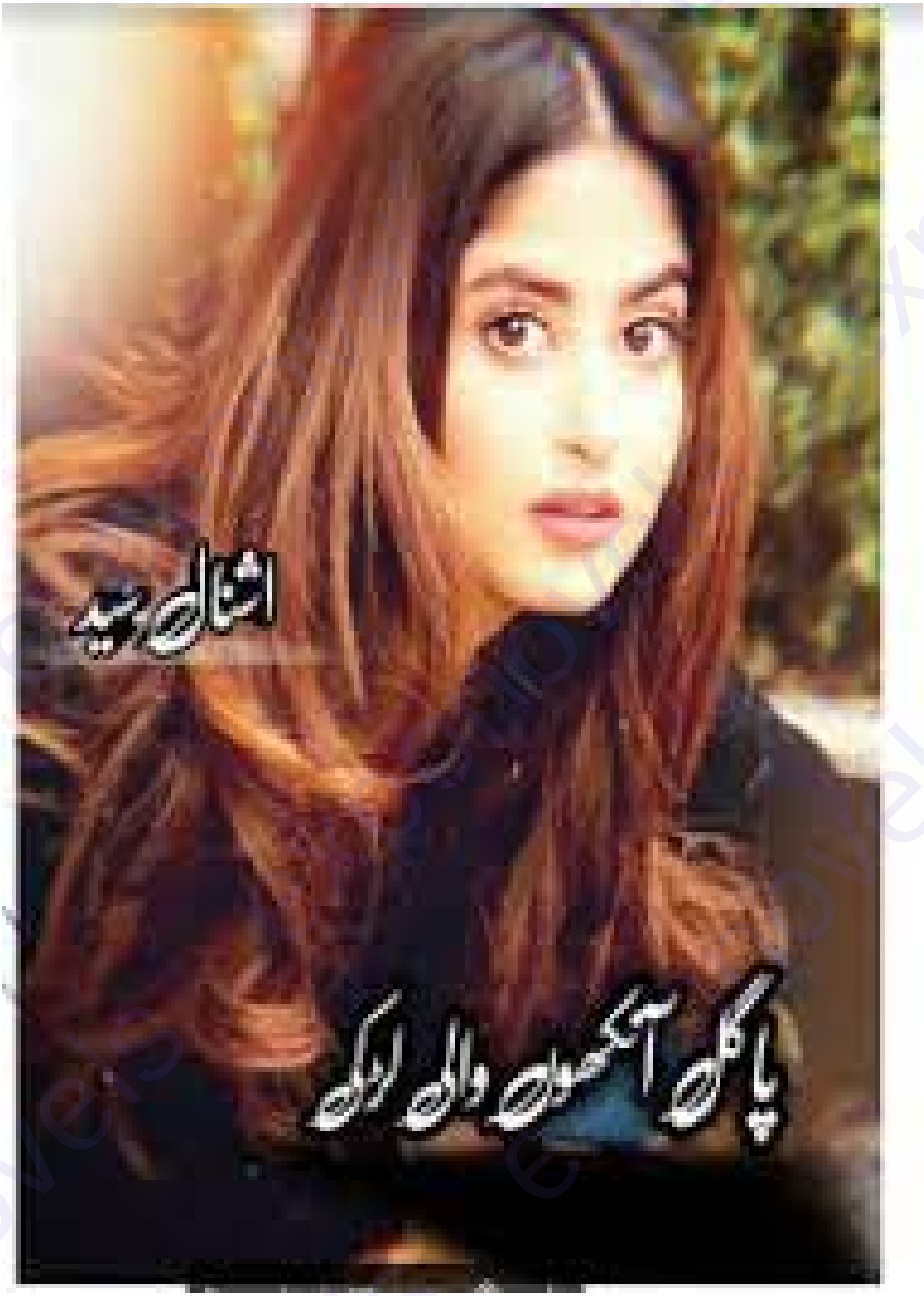

For more visit: https://exponovels.com/ mailto:exponovels@gmail.com

یہ بری لڑکیاں بھی کبھی اچھی رہی تھیں، ہاں مگر کبھی کبھی کی بات تھی...

ایبٹ آباد شہر کو ان دنوں طوفانی بارشوں نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا، آج بھی طوفان پوری رفتار سے شہر پر حملہ آور تھا۔ وہ سر شام ہی تمام کھڑکیاں اور دروازے بند کیئے، روم میں چھپ کر بیٹھی تھی۔ جب سے اس کی زندگی طوفانوں کی نذر ہوئی تھی، اسے طوفانوں سے خوف آتا تھا، اس کا بس نہیں چلتا تھا وہ خود کو کسی ایسی مٹی میں دفن کر لے جہاں سے ایسے طوفان کی سائیں سائیں نا سنائی دے، ایسے ہی کئی طوفان اپنے ساتھ اس کا سب کچھ بہا لے گئے تھے۔

طوفان کی وجہ سے ایبٹ آباد شہر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا، کمرے میں چارجنگ لائٹ کی مدھم سی روشنی اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی، اس خاموشی میں گھڑی کی سوئی ٹک ٹک ہر سیکنڈ کے ساتھ سنی جا سکتی تھی۔

کمرے کے ایک کونے میں رائیٹنگ ٹیبل پر ایک نیلے رنگ کی ڈائری پڑھی تھی، اور رائیٹنگ ٹیبل کے پاس رکھی چئیر پر سفید رنگ کے کاٹن کے سوٹ میں سفید شیفون کا

دوپٹہ شانوں پر پھیلائے، بھورے بالوں کی الجھی بکھری چٹیا کاندھے پر

پڑی، چٹیا سے جھانکتی کچھ الجھی لٹیں، کہنیوں کو ٹیبل پر رکھے، ہاتھوں کی انگلیوں میں مقید

سیاہ رنگ کا نفیس سا قلم گھماتے وہ سوچوں میں الجھی بیٹھی تھی.......

اس کی بھوری خاموش آنکھیں اندھیرے میں شاخ پر بیٹھے اس اداس جگنو کی طرح دکھ رہی

تھیں جس کا آشیانہ بارش میں اجڑ چکا ہو......

اسکی آنکھوں کے جگنو مر گئے تھے، جو آنکھیں مرے ہوئے جگنوؤں کی آنکھوں میں ہی

تدفین کر دیتی ہیں، وہ زیارت گاہ بن جاتی ہیں، جسطرح حاجت مند مزاروں پر منت کے

چراغ جلانے آتے ہیں، بالکل اسی طرح کچھ زندہ بچ جانے والے خواب سر شام اس کی

آنکھوں میں مردہ خوابوں کے مزاروں پر اپنے اپنے حصے کے چراغ جلاتے آتے تھے۔

شاید نہیں ہاں یقیناً وہ ان لوگوں میں سے تھی جو حال کو یکسر فراموش کیئے ماضی میں سانسیں

لیتے تھے...

ماضی.. کیا تھا اس کا ماضی...

وہ ڈائری کے سادے ورق پر جھکی اور قلم کی آواز گھڑی کی ٹک ٹک کے ساتھ شامل ہو

گئی...

سفید ورق سیاہ ہونے لگا.....

یادماضی عذاب ہے یارب

چھین لے مجھ سے حافظہ میرا

ماضی :۔

دھک دھک دھک دھک دھک

کوئی دونوں ہاتھوں سے بند دروازے کو پیٹ رہا تھا۔

"ارے بھئی !دم تو لو، چل کر آرہی ہوں اڑ کر نہیں۔"

گھر کے اندر سے کوئی بھاگتا ہوا آیا۔

دروازہ کھلتے ہی غصے میں لال پیلی وہ اندر داخل ہوئی،

اور سیدھی کمرے میں جا کر رکی...

عشیہ اس کے پیچھے ہولی۔

اتنا غصہ، خیر تو ہے کڑئیے ؟"

وہ ان سنی کر گئی۔

ہاتھ میں پکڑے نوٹس بیڈ پر اچھالے، کاندھے پر لٹکتا بیگ زمین پر پھینکا، سر یہ پڑی میرون چادر اتار کر دور اچھالی اور بیڈ کے کنارے سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"اب بتاؤ کیا بات ہے۔"

"میں یقین سے کہہ رہی ہوں اس خبیث کا قتل میرے ہاتھوں ہی لکھا ہے۔ "

اور وہ ایک جملے میں ہی سمجھ گئیں تھیں کہ بات کس کی ہو رہی ہے۔ "

"اب کیا کر دیا اس نے؟"

اس لمبی سانس لے کر وہ بتانے لگی...

واپسی پر اس کی فرینڈ فروا اپنے ماموں کے گھر چلی گئی جو کالج سے نزدیک پڑتا تھا اس وجہ سے آج اسے اکیلے گھر تک کا راستہ طے کرنا تھا۔ ڈیڑھ بجے تپتی دوپہر میں اس نے کالج سے گھر تک کا راستہ پیدل چلنا شروع کیا۔

ابھی اسے چلتے دس منٹ ہوئے ہو گئے کہ اسے وہی جانی پہچانی آوازیں سنائی دینے لگیں، وہ اگنور کرتی نظریں راستے پر جمائے چلتی رہی، اچانک کوئی اس کے ساتھ ساتھ چلنے والا قدم پیچھے رہ گیا، کسی نے اسے اکسایا-

یار مرد بن ڈر نہیں، آج موقع ہے بول دے۔ "

وہ ہنسنے لگا اور تھوڑا تیز چل کر اس کے ساتھ ہم قدم ہوا پھر اس لڑکے نے اس کی طرف کچھ بڑھایا۔

"یہ آپ کے لیے۔ "

اس نے لب بھینچے بمشکل خود کو کچھ کہنے سے روکا، اور قدم اور تیز کر دیئے۔

کراچی کی شدید ہیٹ اسٹروک والی گرمی میں اس سچویشن میں غصے کو مشکل سے ضبط کرتی وہ پسینے پسینے ہو رہی تھی۔ کالج کے سفید ڈریس میں اسکا چہرہ اس وقت غصے کی شدت سے سرخ پڑ رہا تھا، سر کی چادر جسے وہ بمشکل سنبھالتی تھی آج بار بار بے ترتیب ہو رہی تھی۔ کپکپاتے ہاتھوں سے بار بار چادر کو درست کرتی وہ بڑی مشکل میں پڑی تھی۔

کوئی لڑکے کے حق میں بولا۔

"بھابھی لے لو، کب تک بیچارے کی محبت کو ٹھکراؤ گی؟"

ایک لمحے کو وہ روکی، پیچھے پلٹ کر بولنے والے کو کھا جانے کی نظروں سے دیکھا۔ سامنے والے تین لڑکوں میں سے دو کو وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ انھیں کے سامنے وہ بچپن سے بڑی ہوئی تھی۔ اسنے نفرت بھری نظروں سے گفٹ دینے والے کو دیکھا اور غصے کو ضبط کرتی ایک بار پھر اپنے راستے پر چل پڑی۔

وہ لڑکا وہی روک گیا اور دوستوں کے اکسانے پر بھی وہی کھڑا رہا۔

اس نے اپنے دروازے سے اندر داخل ہوتے تک کسی کی نظروں کو خود پر محسوس کیا۔

وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے پھر لیٹ گئی

"دفع کرو، منہ نہ لگوا ایسے لوگوں کے ، یہ آخری سال ہے تمہارا، یونیورسٹی کیلیئے ویسے بھی دوسرے روڈ سے جانا پڑے گا۔ چلو اٹھو فریش ہو جاؤ۔ "

وہ اٹھی اور بوٹوں کے تسمے کھولنے لگی۔

وہ کوئی اپسرا، کوئی حور، کوئی قلوپطرہ نہیں تھی، وہ غیر معمولی حسین بھی نہیں تھی، وہ تو بس درمیانی رنگت کی درمیانی قد کاٹھ کی نازک سی عام سی لڑکی تھی، لیکن اسے دیکھنے والا ایک بار دیکھ کر دوبارہ ضرور دیکھنا چاہتا۔ وجہ تھی اس کے چہرے پر حد درجہ پھیلی معصومیت، اور اس کی بھوری جگنو جیسی آنکھیں، جو اپنے قدموں پر نظر رکھ کر چلتیں۔ کوئی اگر ان آنکھوں کو اوپر اٹھنے پر مجبور کرتا تو ان آنکھوں میں بسے جگنو خفگی سے گھورنے پر لگتے، جو دیکھنے والے کو کافی دلچسپ محسوس ہوتے....

اس نے پہلا لفظ بابا بولنا سیکھا تھا۔ اس کے بابا کراچی میں "سیٹھ عبداللہ" کے نام سے جانے جاتے تھے، سیٹھ عبداللہ کی فرنیچر مارکیٹ میں فرنیچر عبداللہ کے نام سے شاپ تھی، اور مارکیٹ کے اندر والے پورشن میں ایک کارخانہ تھا۔ وہ ایک خوشحال زندگی گزار رہے تھے، گھر، گاڑی، پیسہ، شہرت، رشتے، دوست، سب کچھ تھا پاس.... الحمدللہ۔

سیٹھ عبداللہ کی کل کائنات ان کی تین بیٹیاں تھیں، سب سے بڑی اریشہ شادی شدہ تھی اور وہ اس وقت اپنے دو بچوں اسوہ اور رہادی کے ساتھ ایبٹ آباد میں مقیم تھیں، دوسرے

نمبر پر عشیہ تھی جو انگیجڈ تھی اور امی کی بیماری کی وجہ سے ایف اے ہی کر پائی تھی اور اب سارا گھر سنبھال رکھا تھا۔ پھر تیسرا اور آخری نمبر اشنال کا تھا۔ انہیں اپنی تینوں بیٹیاں ہی بڑی پیاری تھی، مگر اشنال چھوٹے ہونے کے ناطے زیادہ پیار سمیٹے ہوئے تھی۔ اشنال کی ماں آسیہ خاتون استھما کی پیشنٹ تھیں، اور اس بیماری کی وجہ سے وہ کبھی بار موت کے منہ سے واپس آ چکی تھیں۔

اشنال نے جب بچپن میں اپنی ماں کو اس حالت میں دیکھا تو وہ ڈر گئی، اور اس خوف کی وجہ سے ان سے دور رہنے لگی، وہ بہت چھوٹی تھی، بچپن میں بیٹھا ڈر پختہ ہو گیا۔

اسے اپنی ماں سے خوف آتا تھا، یہی وجہ تھی کہ جس عمر میں بچے اپنی ماں کے پاس سوتے وہ اپنے بابا کے پاس سوتی تھی، دن کے اوقات میں بھی وہ زیادہ تر بہنوں کے ساتھ ہوتی، اور جس دن امی کی طبیعت بگڑی ہوتی وہ ڈر کے مارے کمرے میں چھپی رہتی....

اسے بابا ہی کے پہلو میں تحفظ محسوس ہوتا، بابا کی موجودگی میں گھر میں شیروں کی طرح گھومتی تھی، بابا کی غیر موجودگی میں وہ اپنے گھر میں سہمی چڑیا کی طرح رہتی....

اس کی زندگی کی کل روشنی اس کے بابا تھے۔

گو کہ وقت گزرنے کے ساتھ وہ سمجھدار ہو گئی تھی، اور امی کی بیماری کو سمجھنے لگی تھی مگر تب تک وہ بابا کے بیحد قریب آ چکی تھی، جہاں اس کے بابا تھے وہاں کوئی بھی نہیں تھا اس کی امی بھی نہیں۔

رات بارہ بجے شروع ہونے والا ٹی ٹونٹی کرکٹ میچ جب دوسری اننگز میں داخل ہوا تو لائٹ چلی گئی، دونوں باپ بیٹی نے ایک ساتھ۔ "اوووہ شٹ کی آواز" نکالی۔

امی اور عشیہ بظاہر تو سوئی ہوئی تھیں، مگر روم میں پھیلی ٹی وی کی لائٹ نیلی پیلی چمکیں مارتی اور کمنٹیٹر کی چنگھاڑتی آواز سے وہ سونے اور جاگنے کی کیفیت میں تھیں۔

ان دونوں باپ بیٹی کی عادت تھی کہ والیم تیس پینتیس تک نہ ہو تو انہیں کرکٹ کا مزا ہی نہیں آتا۔ پہلے تو انہوں نے ہمیشہ کی طرح کوشش کی کہ وہ دونوں بھی ان کو جوائن کر سکی پھر اس کے خراٹے کمرے میں گونجنے لگے۔

اشنال اور اس کے بابا بلاشبہ کرکٹ کے دیوانوں میں سے تھے، رات کا یہ پہر انکی دیوانگی کا گواہ تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ دیر اور "کے الیکٹرک "کو کوستے اشنال کی آنکھوں کے جگنو اندھیرے میں چمکے۔

"بابا ایف ایم۔"

انہوں نے اپنا فون ایشے کو پکڑایا۔

اور پھر کمرے میں ایف ایم 107 کے آر جے اعجاز کی اردو کمنڑی شور پیدا کرنے لگی....

"گینداب باؤنڈری لائن سے باہر جا رہی ہے اوراوراور یہ چھکااااآاااا"

"ییییییں" دونوں کرکٹ کے دیوانوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی ماری۔ سونے والوں نے کانوں پر تکیے رکھ دیئے۔

"پتری! یہاں گرمی ہو رہی ہے صحن میں چلتے ہیں۔"

اب وہ صحن میں۔ بچھی چارپائی پر بیٹھے، سیل فون سے چنگھاڑتی کرکٹ کمنٹری سننے لگے۔

گلی سے آتی آوازوں سے وہ اندازہ لگا سکتے تھے کہ شہر کراچی میں کرکٹ کے دیوانوں کی کمی نہیں ہے۔

پھر وہ دونوں باپ بیٹی پاکستان کو جتا کر ہی سوتے تھے....

ایک اور بات دونوں میں مشترک تھی۔ وہ چاہے رات جتنی دیر جاگیں صبح وقت پر اٹھتے تھے، وہ بالکل بھی نیند کے شیدائیوں میں سے نہیں تھے...

کوچنگ سے واپسی پر وہ گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگی تھی کہ پیچھے سے ثناء نے آواز دی۔

"رکو ایشے۔ یہ فہد نے دیا ہے۔"

ثناء نے اسی لڑکے کا نام لیا جو اشال کے نزدیک محبت نام کے ڈرامے کرتا تھا۔

اشنال نے ایک لمبی سانس خارج کی اور لیٹر ثناء کے ہاتھ سے لیکر پڑھے بغیر ٹکڑے ٹکڑے کر دئیے اور کاغذ کے ٹکڑے ثناء کی ہتھیلی پر رکھ کر بولی۔

"اپنے اس سستے عاشق سے کہنا، اشنال عبداللہ محبت کے چکروں میں نہیں پڑتی، اس کی منزل کچھ اور ہے۔ میں اس سے محبت نہیں کرتی، ایسے کہو کسی اور پر ٹرائی کرے"

وہ اوپر چڑھنے ہی لگی تھی کہ ثناء کی آواز نے اس کے قدم روک لئے۔

ایشے محبت کو دھتکارو مت، محبت کی بددعا بھی لگ جاتی ہے۔"

وہ پیچھے مڑی اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"بددعائیں حق پر لگتی ہیں، جب مجھے محبت ہے ہی نہیں تو کیوں لے لوں یہ سب؟ اسے کہو زبردستی میرے متھے نا لگے"

دروازے کے بند ہو جانے پر ثناء نے پیچھے کو قدم اٹھائے، سامنے فہد کھڑا تھا جس کا مطلب تھا وہ سب سن چکا ہے۔

وہ اس کے ہاتھ سے اپنی محبت کے ٹکڑے لے کر چلا گیا، اور وہ واقعی ہمیشہ کیلیئے چلا گیا تھا، کہ اس کے بعد اسے اپنے راستے میں کہیں نظر نہیں آیا۔

وہ خود تو چلا گیا مگر محبت کی بددعائیں اشنال عبداللہ کے پاس ہی چھوڑ گیا تھا۔

محبت اپنے ساتھ برا کرنے والوں کا برا حال کر دیتی ہے۔

آج فری پیریڈ میں وہ کلاس سے باہر گراؤنڈ میں اکیلی بیٹھی مسکرا رہی تھی۔ فروا اس کے سامنے آ کر بیٹھی اور گنگنانے لگی۔

"تم اتنا جو مسکرا رہے ہو

کیا غم ہے جس کو چھپا رہے ہو؟"

"فروا یار! کاجل ساٹھ روپے کا ہوگیا۔" وہ دونوں ہونٹوں کو سیڈ ایموجی کی طرح لٹکا کر بولی۔

فروا نے ہاتھ میں پکڑے نوٹس ایشے کے سر پر مارے اور وہ ہنس دی۔

"توبہ ہے ایشے میں سمجھی اشنال عبداللہ کو شاید کسی نے لو لیٹر دے دیا ہے جسے پڑھ کر وہ خود ہی خود مسکرا رہی ہیں"

تمہاری سوئی ہمیشہ مجھے لو کروانے پر ہی کیوں اٹکی رہتی ہے؟"

یہاں بیٹھے وہ کب سے آنکھوں میں گھستی بدتمیز مکھی کی گندی کسسز کو ڈوج کرنے کے شغل میں تھی، اس کی ہئیر ٹیل کبھی ادھر کبھی ادھر جھولتی....

"میں دراصل چاہتی ہوں تمہیں کسی سے عشق ہوجائے، ہائے! سچی کتنا مزا آئے گا، تم جو مجھ پر ہنس رہی ہوتی ہو پھر میں ہنسوگی، یا اللہ جی ایشے کو عشق ہوجائے۔"

فروا نے دعا کی صورت ہاتھ اٹھائے اور آنکھیں میچ کر دل سے بولی۔

"تم شاید بھول رہی ہو کہ مجھے تین، چار لوگوں سے عشق ہو چکا ہے"
اشنال نے آخر بد تمیز مکھی کو نوٹس کی کک لگائی، یا تو مکھی بیچاری مر گئی ہو گی یا شاہد وہ لنگڑی ہوئی پڑی ہو گی کہیں....
پھر وہ انگلیوں پر گن کر بتانے ہی لگی تھی کہ فروا اسکا ہاتھ روک کر اسی کے سٹائل میں خود اپنی انگلیوں پر گننے لگی۔

"ایک میرے بابا جانی، دوسرے میرے لالا جانی، تیسرے میرے سمندر جانی، اود چوتھے میرے کاجل جانی۔
فروا نے منہ پھلا کر کہا، کاجل جانی، وہ ہنسنے لگی۔
"کتنا جاننے لگی ہو نا تم مجھے فری۔"
وہ ہنستی اس کی آنکھوں کے جگنو بھیگ جاتے، دیکھنے والوں کو ایسے لگتا جیسے پانی میں موم بتیاں تیر رہی ہوں...
"پتا ہے اشنال کبھی کبھی مجھے خیرت ہوتی ہے کہ تم کالج تک بغیر کسی افیر کے کیسے پہنچ آئی، ویسے تو تم کسی عاشق مزاج جن کی طرح میرے ساتھ چپکی ہوئی ہو بچپن سے مگر کہیں تم مجھے ڈوج تو نہیں کر گئی؟" فروا نے انتہائی مشکوک نظروں سے اسے گھورا۔
"مجھے محبت ہے..." اشنال نے لفظ "ہے" پر زور دیا۔

محبت کے نام پر آنکھوں کے سارے جگنو رقص کی لے پر اتر آئے تھے....

"علیزے کے دلاور شاہ سے ، حیا کے جہان سے ، امامہ کے سالار سے ، حورین کے

ہادسے ،اوراور....

"اور بس اشنال بی بی بس ، ناول کی دنیا سے باہر نکل آئیں اور حقیقت کی زمین پر قدم

رکھیں، آپ کا جہان یہیں ناظم آباد میں ہی کہیں ہوگا۔

ایشے کہیں وہ جہان تو نہیں جو ہر تیسرے دن بعد بس اسٹاپ پر ملتا ہے۔" باجی، کتھے

چلیے او"" نے ہو بہو اس ہجڑے کی نقل اتارتی۔ پہلے تو وہ خوب ہنسی پھر رازدارانہ انداز

میں گویا ہوئی۔

"مگر یار ایک مسئلہ ہے وہ تو مجھے تم میں انٹرسٹڈ لگتا ہے"

فروا کی آنکھوں میں کالے جن اتر آئے ،بس ماتھے پر دو عدد سینگوں اور منہ سے نکلتے دو عدد

لمبے دانت آنا باقی تھے ،جو کہ ایشے کی اگلی بات پر وہ بھی نکل آئے تھے۔

" دیکھو نا، میں نے جہان کی اسٹوری پڑی ہوئی ہے اسلئے میں اسے اچھے سے مسکرا کر ڈیل

کرتی ہوں، کہ مجھے وہ ڈولی یاد آجاتا ہے۔ تم نے نہیں پڑھی ہوئی نا تو تم اسے کھا جانے والی

نظروں سے گھورتی ہو۔ اور تمہاری حرکات بلکل میری پیاری حیاء سکندر جیسی ہیں، تو

پا بت ہوا کہ یہ والا جہان تمھارا ہے.....

اس کی آنکھوں کے جگنو ہنستے ہنستے دہرے ہو رہے تھے....

"ایشے کی بچی تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔"فروا نے اشنال کی گردن دبوچ لی.....

میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ کچھ نہیں ہو سکتا اب تو۔"اپنی گردن مسلتے مایوسی سے بولی۔

"مطلب؟"

"کاجل پچاس سے ساٹھ کا ہو یا سو کا میں تو ہر حال میں خریدوں گی کہ میری آنکھیں کاجل کے بغیر بیمار ہو جاتی ہیں۔"

اشنال نے لہجے میں کاجل جانی کے لیے ڈھیروں محبت سمو کر کہا۔

"مرو تم۔"فروا غصے سے واک آؤٹ کر گئی،اشنال بھی ہنستے ہوئے اس کے پیچھے فری فری کرتی بھاگی...

اور زندگی میں سچی اور بھرپور خوشیاں ہمیشہ نہیں رہتیں،جب ہم خوشیوں کی قدر نہیں کرتے ناں تو وہ خوشیاں ہم سے روٹھ جاتی ہیں...

وہ شیشے کے سامنے کھڑی بالوں پر کنگھی کر رہی تھی،پھر اس نے چہرے اور ہاتھوں پر موسچرائزر لگایا اور آنکھوں میں ہلکی سی لائن کاجل کی پھیری۔اب وہ مکمل ریڈی تھی،کہ اچانک اسے شیشے میں اپنے عکس کے پیچھے کسی کا مسکراتا چہرا نظر آیا،وہ پلٹے بنا آئینے کو گھورتے ہوئے بولی۔

"کسی کو چھپ چھپ کر دیکھنا بیڈ مینرز میں آتا ہے، بابا۔
آپ نیوز کے بہانے لڑکی سے فلرٹ کر رہے ہیں۔ "
بابا آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر شرارت سے بولے۔
"میں نے تو کچھ نہیں دیکھا۔ پھر ہنسنے لگے۔
"مجھے ایک بات سمجھ نہیں آتی پتری، رات کے دس بجے یا تو وہ لوگ تیار ہوتے ہیں جنہوں نے کس فنکشن میں جانا ہو، یا پھر وہ رات کی ڈیوٹی پر جاتے ہیں، مگر میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں رات کے دس بجے فل اچھے سے تیار ہو کر کوئی سونے جا رہا ہو۔ "
وہ ہنستے ہوئے بابا کا بازو دبوچ کر انکے ساتھ بیٹھی...
"بابا، یہ آپ نے بتایا تھا کہ رات کو روحیں آتی ہیں تو بس میں اس لیے زرا تیار شیار ہو کر سوتی ہوں تاکہ ان کو ہمارے گھر پہ آکر اچھا فیل ہو، اور دوبارہ بھی آئیں، اب دیکھیں نا ہم گندے سندے سے سوئیں ہو گے بدبوؤں میں لپٹے تو وہ بولیں گی کتنے گندے لوگ ہیں پھر وہ دوبارہ آئیں گے ہی نہیں۔ "
اس نے ناک سکوڑی۔ بابا نے اس کی ناک کو چٹکی سے پکڑا۔
"میری ناٹی پتری۔ بابا صدقے جائے۔ "

سیٹھ عبداللہ نے اس کے ماتھے پر پیار کیا، وہ اشنال عبداللہ تھی، محبت کی بوند کے بدلے دریا بہانے والوں میں سے تھی....

"ایشے صدقے اپنے بابا کے۔"

اس نے دونوں ہاتھوں سے بابا کے چہرے کے صدقے اپنے ماتھے پر لیئے....

اور پھر دونوں باپ بیٹی کے قہقہے اس چھوٹی سی جنت میں گونجنے لگے۔

مگر وہ شاید بھول گئے تھے، کہ خوشیاں ہمیشہ کب رہی ہے۔

ان خوشیوں کے بعد اس کی زندگی میں ایسے طوفان آنے والے ہیں، جو اس کی زندگی کو ویران کر جائے گے، اس کی ہنسی کے ساتھ اس کی آنکھوں کے چمکتے جگنو بھی ویران کر جائے گے۔

پچھلے ایک مہینے سے ان دونوں کے گروپ میں تیسری لڑکی کنزہ شامل ہوئی تھی، کالج سے واپسی پر وہ تینوں سہلیاں ایک ساتھ تھیں، کہ کنزہ کی آواز سنائی دی۔

"کسی کے چہرے کی خوشی دیکھنے والی ہے کہ آج اسے اشنال کا دیدار میسر ہوا۔"

وہ چونکی، نا سمجھی سے کنزہ کے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔

"کیا مطلب؟" فروا بولی۔

"مجھے پتا ہے اشنال عبداللہ تمہاری شکل معصوم ہے مگر اتنی بھی معصوم مت بنو، میں سب سمجھ رہی ہوں۔"

"کہنا کیا چاہتی ہو؟" وہ دونوں الجھیں۔

"میں تقریباً دس دن سے دیکھ رہی ہوں کہ کوئی تمہیں فالو کر رہا ہے، دو، دونوں سے تم نہیں آئی تو میں نے اسے پریشان دیکھا ہے، اور آج تمہیں دیکھ کر اس کے چہرے پر کتنا سکون ہے دیکھوں ذرا۔"

اشنال نے کنزہ کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

سڑک کے دوسری طرف ایک لڑکا جینز شرٹ پہنے موٹر بائیک پر بیٹھا تھا مگر نظریں نیچی تھی۔

"اگر میں کہوں کہ میں نے آج سے پہلے اس لڑکے کو دیکھا ہی نہیں تو کیا تم یقین کرو گی؟"

"کنزہ ہنسی اور بولی۔"

اپنی معصوم شکل سے مجھے بیوقوف مت بناؤ، میں سب جانتی ہوں۔"

اس الزام پر اشنال کی زبان تالو سے چپک کر رہ گئی۔

ساتھ چلتی فروا اس کے حق میں بولی۔

"ہم تین ہمیشہ ساتھ جاتی ہیں، تم اتنے یقین سے کیسے کہہ رہی ہو کہ وہ اشنال کو ہی دیکھ رہا ہو گا، ہو سکتا ہے وہ تمہیں دیکھ رہا ہوں، یا پھر مجھے فالو کر رہا ہو۔ "

مجھے کنزہ ہاشم کہتے ہیں، میں اڑتی چڑیا کے پر گن لیتی ہوں۔

ہم تینوں میں سے سب سے پہلے میرا گھر آتا ہے، میں اپنے فلیٹ پر پہنچتے ہی کھڑکی سے تم دونوں کو دیکھتی ہوں۔ میرے بعد فروا تمہارا گھر آتا ہے، اگر وہ لڑکا ہم دونوں میں سے کسی کو فالو کرتا، تو ہمارے گھر پہنچ جانے کے بعد اشنال کے راستے پر نظریں کیوں رکھتا؟

اشنال کل مجھے سچ بتانا، میں بھی سننا چاہوں گی اشنال عبداللہ کی محبت کی داستان "

کنزہ ایک آنکھ کو بند کرتے ہاتھ ہلاتی اپنے فلیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

اس قسم کا واہیات بہتان اشنال کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا....

وہ ابھی تک شاک میں تھی، فروا نے اسے ٹھوکا دیا...

ایشے میری جان مجھے معلوم ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے، تم کنزہ کی باتوں کو دل پر نا لو، ہمیں ایسی لڑکی سے دوستی ہی نہیں رکھنی چاہیے تھی۔ "

فروا دوست ہونے کا ثبوت دے کر اپنے گھر چلی تھی، اور اشنال کا بس نہیں چل رہا تھا کسی طرح اڑ کر گھر پہنچ جائے۔

عورت کی بدنامی کتنی سستی ہے، اگر کوئی مرد کسی عورت کے راستے پر نظر رکھتا ہے تو بھی عورت بدنام ہو جاتی ہے، وہ لاکھ روئے، چیخے جھٹلائے مگر کوئی اس کی گواہی کو خاطر میں نہیں لاتا۔

آہ ہمارے معاشرے کی تلخیاں....

شام کو نوٹس بناتے اس نے عشیہ سے کہا۔

"عشیہ مجھے عبایا لینا ہے۔"

"تمہیں پتا ہے نا بابا کو تمہارا عبایا لینا نہیں پسند۔"

"عشیہ بابا کی نظروں میں ابھی بھی میں چھوٹی ہی ہوں پر دنیا کی نظروں میں چھوٹی نہیں رہی میں، بس مجھے عبایا لینا ہے۔"

اشنال عبایا والی لڑکی میں مرد زیادہ دلچسپی لیتا ہے۔ اسے تجسس رہتا ہے، عبایا کے اندر جھانک لینے کا۔"

"نہیں عشیہ مجھ سے چادر سنبھالی ہی نہیں جاتی، اوپر سے کراچی میں ہوائیں اتنی تیز ہے کہ نوٹس سنبھالو، چادر اڑنے لگتی ہے، چادر سنبھالو تو قمیص۔ تم مارکیٹ چلو، عبایا سے کچھ بہتر فیل کرونگی میں۔"

وہ بضد تھی....

اچھا ٹھیک ہے شام میں چلتے ہیں۔ "عشیہ کو ہامی بھرنی ہی پڑی۔

جب سے اس نے عبایا لیا تھا اس کی زندگی میں کچھ سکون آیا تھا...

وہ کوئی بہت زیادہ نیکوکار نہیں تھی، وہ تو ایک عام سی مسلمان تھی، یا یوں کہہ لیں وہ بس ایک اچھی لڑکی تھی۔ پانچ وقت نماز بنا کسی تاخیر کے پڑھتی تھی،

سویرے فجر کی نماز کے بعد درمیانی آواز میں تلاوت قرآن اس کا معمول تھا، سورت یسین، سورت رحمن، سورت ملک، سورت واقعہ اسے زبانی یاد تھیں، جو دن کے مختلف اوقات میں وہ پڑھتی رہتی۔

ہر نماز کے بعد وہ کافی وقت دعا مانگتی رہتی، اپنے لئے اپنے بابا اماں بہنوں اور ساری امت کے لئے، اسے بابا نے بتایا تھا کہ سب کیلئے دعا مانگا کرو کہ ہو سکتا ہے کسی کو دعاؤں کی ضرورت ہو۔ "

وہ اپنی دعاؤں میں جس جس کا نام ہو سکے لے کر دعا مانگتی، اسے یاد تھا اس نے پہلی بار تہجد تب پڑھی جب وہ نائنتھ کلاس میں تھی۔

وہ پانی پینے واٹر کولر تک آئی تھی جب دو ٹیچرز آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ ایک ٹیچر سے اس نے کہتے سنا تھا کہ...

تہجد پڑھنے والے اللہ کے بہت خاص بندے ہوتے ہیں۔ "

پھر سردی ہو یا گرمی وہ ہر رات تہجد کیلیئے خود اٹھ جاتی تھی، اور دیر تک کچھ نا کچھ پڑھتی رہتی۔

وہ فطرتاً خاموش طبع تھی، دوستوں کے نام پر اس کے پاس واحد فروا حسین تھی، جو بچپن سے اسکے ساتھ تھی۔

وہ خود سے بے نیاز سی تھی، اس دور میں جہاں لڑکیاں اپنے میل کزنز سے بھائیوں سے جب ہنسی مذاق کرتیں، وہ سب سے ہٹ کر رہتی۔ فیملی کے کسی لڑکے سے اس کی دوس نہیں تھی، کوئی ماموں کا بیٹا ہو، چاچو، خالہ، پھپھو، اشنال کے لیے سب ایک کیٹگری میں آتے تھے، اور وہ سب ہی اشنال کے دائرے میں نہیں آتے تھے۔

اسے سیل فون کا ناجائز استمال بھی نہیں کرتی تھی، فون ڈائری میں بابا، آپی، عشیہ اور فروا کے سوا کسی کا نمبر فیڈ نہیں تھا....

وہ پر اعتماد تھی یا خود کی زات سے لاپروا، اس نے کبھی اس بارے میں نہیں سوچا کہ کس راستے پر کون اسے دیکھ رہا ہے یا کون اس کا تعاقب کر رہا ہے، کون اس کے بارے میں کیا کہہ رہا ہے۔

کالج سے گھر تک کے راستے پر ہر طرح کے مردوں کی اچھی بری نظروں کو کسی خاطر میں نا ہی لاتی۔ اس نے اپنے گرد دائرہ بنا رکھا تھا، نا کبھی اشنال نے اس دائرے کے باہر جھانکا نا ہی باہر قدم نکالنے کی خواہش رکھی۔

وہ ناولوں کی دنیا میں رہنے والی لڑکی تھی، اسے یقین کہہ لے یا خوش فہمی تھی کہ اس کا شہزادہ اس محلے کی گلی کے سنسان نکڑ پر کھڑے لڑکیوں کا راستہ روکنے والا ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کے شہزادے کا جو عکس تھا وہ بہت اونچا تھا، ایفل ٹاور سے بھی اونچا، جیسے سارے ناولز کے ہیروز کی ساری اچھائیاں ملا کر کسی ایک شہزادے میں ڈال دی جائیں۔ وہ فینٹسی ورلڈ میں رہتی تھی۔

اسے خود کی قسمت پر اندھا یقین تھا کہ اس کا شہزادہ اس کی سوچ کی تخلیق کردہ خصوصیات سے گندھا ہوگا، مگر وہ بھول گئی تھی کہ ناولوں میں لکھے شہزادے صرف کاغذی ہوتے ہیں۔ سوچوں میں بننے والے شہزادوں کے عکس کا حقیقی دنیا میں ملنے والے شہزادوں سے زرا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

شاید ٹھیک کہتے ہیں لوگ، قدموں کی طرح ہمیں خوابوں کو بھی اوقات کے دائرے میں رکھنا چاہیے، کیونکہ کچھ سر پھرے خواب ہماری زندگی کو مشکل بنا دیتے ہیں۔

قدرت نے اس کی پر سکون زندگی میں طوفانوں اور آزمائشوں کا ایک جال بچھا رکھا تھا، اور اللہ اپنے بندوں کو آزماتا بھی تو ہے۔

پھر جیت انہی کی ہوتی ہے جو ثابت قدم رہتے ہیں۔

وہ زمین پر بیٹھی ناخن کاٹ رہی تھی جبکہ عشیہ ریسپی بک میں آج کیلیئے کوئی ریسپی نوٹ کر رہی تھی ۔ امی چارپائی پر بیٹھیں سپارا پڑھ رہی تھیں، جب ڈور بیل بجی ۔

عشیہ دروازے کی طرف بڑھی، واپسی پر اس کے ساتھ پڑوس والی آنٹی گھر داخل ہوئیں اور امی کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گئیں ۔

سلام کا جواب دینے کے بعد ہاتھ میں پکڑا شاپر اشنال کی طرف بڑھایا اور کہنے لگیں ۔

"یہ لو اپنا تمہارا سوٹ، ارم تھینکس کہہ رہی تھی ۔"

"میرا سوٹ ؟" اشنال نے نا سمجھی سے شاپر کو دیکھا....

"ارم تمہارا سوٹ پہن کر گئی تو یقین کرو پورے حال کی نظریں ارم پر ہی تھیں، اتنی پیاری لگ رہی تھی کہ ہر کوئی اس کی تعریف کر رہا تھا، ایسا لگ رہا تھا یہ سوٹ بنا ہی ارم کیلیئے ہو۔"

اشنال کا ناخن کاٹتا ہاتھ تھم گیا تھا....

اس نے مشکوک نگاہوں سے عشیہ کو دیکھا جس نے اس کی کاٹ دار نظروں سے خود کو بچانے کیلیئے سر ادھر ادھر گمایا۔

وہ خاتون اپنی بیٹی کی تعریفیں کر کے چلی گئیں تو اشنال نے ایک نظرا پنے سوٹ کی طرف دیکھا، اپنا آدھا ناخن جو کاٹنے سے رہ گیا تھا اسے انگلی سے کھینچ کر ہی ہٹیا یا اور اپنا سوٹ اٹھا کر روم میں چلی آئی۔

سوٹ کو لاکر میں رکھنے کے بعد وہ اندھے منہ بیڈ پر لیٹ گئی۔

عشیہ اس کے پیچھے روم تک آئی وہ سمجھ چکی تھی کہ اشنال رو رہی ہے۔ اس کے روٹھنے کا اسٹائل ہی ایسا تھا۔

"ایشے سوری یار۔"

عشیہ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا جسے اس نے فوراً جھٹک دیا

"تم کل کوچنگ میں تھی تو آنٹی آئیں تھیں ک ارم کو مایوں پہ جانا ہے، اسے اشنال کا وہ بلیک سوٹ دے دیں جو اس نے عید میں پہنا تھا، ارم رات میں پہن کر کل واپس کر دے گی۔ قسم لے لو میں نہیں دینا چاہ رہی تھی، امی نے کہا زبردستی دلوایا۔"

وہ کچھ نہیں بولی ، ایسے ہی شوں شوں کرتی رہی۔ عشیہ جانتی تھی کہ جب تک لی ہس کا دل خا نہیں ہو جاتا ایسے ہی روتی رہے گی اور پھر خود نارمل ہو جائے گی۔

وہ اشنال کی عادتوں سے واقف تھی۔

اشنال اپنی چیزوں کو شیئر نہیں کرتی تھی، ایسے ہی کئی چیزوں سے وارڈروب کا ایک حصہ بھرا پڑا تھا۔

اچھی عادتوں کے ساتھ ہمارے اندر کچھ بری عادتیں بھی ہوتی ہیں وہ کسی کی چیز استعمال نہیں کرتی اور اپنی چیزیں استعمال کرنے نہیں دیتی تھی، اگر کسی کو اس کی کوئی چیز پسند آجاتی تو وہ اس جیسی نئ چیز لا کر گفٹ کر دیتی تھی، مگر اپنی چیز کسی کو نا دیتی۔ اور اگر اس کی پرمیشن کے بنا کوئی اس کی چیز استعمال کر لیتا تو وہ پہلے تو خوب روتی پھر اس استعمال شدہ چیز کو لاکر میں رکھ کر لاک کر دیتی۔

وہ اپنی پرانی چیزوں کو پھینکتی نہیں تھی، اسے پرانی چیزوں سے محبت تھی....

وہ بچپن سے ہی ایسی تھی۔

وہ چار سال کی تھی، ایک شام سی سائیڈ پر وہ اپنے بابا کی انگلی پکڑ کر چل رہی تھی، اس کی کزن اپنے بابا سے ہاتھ چھڑا کر اشنال کے بابا کی انگلی پکڑ کر چلنے لگی تھی۔

اشنال عبداللہ کو جب پتا لگا کہ اس کے بابا کو کوئی اور بھی شئیر کرنا چاہ رہا ہے تو اس کی چھوٹی سی ناک سکڑ گئی، وہ بابا کے آگے سے ہوتی ہوئے اپنی کزن تک آئی اور اس کے ہاتھ سے اپنے بابا کی انگلی چھڑائی اور سختی سے بولی،

"جے میلے بابا ہیں۔"

اس کی کزن منہ بسورتی ہوئی اپنے بابا کے ساتھ چلنے لگی...

اب وہ اپنے بابا کے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں لیفٹ اور رائٹ ہینڈ میں سختی سے تھامے سمندر کی گیلی ریت پر مسکراتے ہوئے الٹے قدموں چلنے لگی تھی۔

وہ اشنال عبداللہ تھی، وہ اپنے شیئر نہیں کرتی تھی۔

ہمیں چیزوں کو شیئر کرنے کی عادت وقت پر ہی ڈال لینی چاہیے ورنہ ایسی عادتیں آگے چل کر بہت سارے نقصان ہمارے حصے میں ڈال دیتی ہیں!!!....

شام پانچ بجے جب وہ کوچنگ کیلئے نکلی تو راستے میں اسے کچھ کتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کچھ مردوں نے کتوں سے صرف ایک عادت اپنائی ہے، کتے انسانوں کو دیکھ کر بونکتے ہیں اور ہماری گلیوں کے مرد ہر لڑکی کو دیکھ کر، اسی لئے وہ ایسے مردوں کو "کتا" کہہ کر بلاتی تھی۔

"ہائے! وہ اس کی آنکھوں میں کاجل کی ڈوریاں۔"

پان کی کیبن پر بیٹھے چار لڑکوں میں سے کسی نے یہ ایک جملہ پھینکا۔

"اس کی کاجل والی آنکھیں، سبحان اللہ۔"

پھر کسی کی گٹکے سے بھری زبان میں کھجلی ہوئی....

ضبط سے اس کی نبض تن گئیں تھیں مگر وہ آج بھی خاموش رہی، اس کا ماننا تھا بھونکنے والے کتوں کو پتھر مارو تو وہ اور بھونکتے ہیں اسلئے وہ پھر خاموشی سے چل دی۔

ابھی وہ کچھ قدم چلی ہو گی کہ مین ہول کے ڈھکن سے پیر الجھا، وہ لڑکھڑائی۔

"دیکھ تو نے نظر لگا دی آنکھوں کو۔"

اب یہ کسی دوسرے کی آواز تھی۔ پھر وہ ہنسنے لگے۔

اس وقت اشنال کا دل کیا کہ اس ڈیش کو اس مین ہول کا ڈھکن کھول کر اندر دھکا دے .....

مگر جب اس نے اپنی سوچ کو فرض کیا تو اسے ابکائی آ گئی۔

"اییییییخ"

کوچنگ گیٹ تک وہ اپنی سوچ پر لاحولا ولا پڑھتی آئی...

کوئی بھی لڑکی گھر سے باہر چاہے شوقیہ نکلے، چاہے کسی مجبوری میں اسے اس طرح کے مردوں کا سامنا تو کرنا ہی پڑتا ہے، یہ تو لڑکیوں پر ہوتا ہے کہ وہ راہ میں پڑے کانٹوں میں الجھتی ہیں یا خود کو بچا کر نکل جاتی ہیں.....

اشنال عبداللہ کو معلوم تھا اس کی راہ میں کانٹے آنے ہیں اور اس بچ کر چلنا ہے، بلاشبہ وہ ایک مضبوط کردار کی لڑکی تھی، جو راستے کے پتھروں کے باوجود لڑکھڑائی نہیں تھی۔

اس کے پیپر کافی اچھے ہوئے تھے رزلٹ بھی ایٹی پرسنٹ رہا، اس نے یونیورسٹی جوائن کر لی تھی۔ یونیورسٹی وہ ریگولر نہیں جاتی تھی مہینے میں ایک آدھ چکر لگا لیتی تھی۔ اسی دوران اسے ایک سکول سے ٹیچنگ کی آفر ہوئی، اس نے بابا سے بات کی تو انھوں نے اجازت دے دی، یوں وہ پڑھنے کے ساتھ پڑھانے بھی لگی...

صبح سکول اور شام میں کچھ بچوں کو ٹیوشن پڑھاتی، باقی کچھ ٹائم وہ اپنی سٹڈیز کو دیتی...

مگر زندگی ہمیشہ سیدھی سادی تھوڑی ہوتی ہے، زندگی طوفانوں کا دوسرا نام ہے، اس کی زندگی کے پہلے طوفان نے دستک دے دی تھی...

اگست کے مہینے میں عشیہ کی شادی کا شور اٹھا، اسی سلسلے وہ امی کے ساتھ مارکیٹ آئی تھی، ابھی انھوں نے خریداری شروع ہی کی تھی کہ اچانک شور ہوا کہ فلاں جگہ پر فلاں شخص مارا گیا ہے اور لوگ مشتعل ہو گئے ہیں۔ ہبڑ دبڑ میں وہ مارکیٹ سے امی کو سنبھالے نکلی۔ ابھی وہ واپسی کیلیئے بس اسٹاپ پر اپنی مطلوبہ بس کے انتظار میں تھیں کہ دو موٹر سائیکل سوار آئے اور اس کے ہاتھ سے کلچ چھین کر فرار ہو گئے، یہ سب اتنی جلدی میں ہوا کہ وہ دونوں منہ کھولے ہی رہ گئیں، نا وہ شور مچا سکیں نا ہی ان کے پیچھے جا سکیں۔ آسیہ خاتون کی حالت غیر ہونے لگی، ایک اس شہر کے ہنگامے دوسرا کلچ چوری ہونا جس میں سات ہزار نقد، اور

ایک موبائل تھا، ان کا بی پی شوٹ کر گیا۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ اس سچویشن کو ہینڈل نہیں کر پا رہی تھی۔

ان کے سامنے ایک بائیک آ کر رکی،۔

"اگر آپ یہاں اس انتظار میں کھڑی ہیں کہ وہ چھینا ہوا سامان واپس دے جائیں گے، تو بھول ہے آپکی۔

بسیں بند ہو گئیں ہیں، ان رکشوں میں سے کسی کو پکڑیں اور گھر جائیں، آپ کے شہر کے حالات کا کچھ نہیں پتا ہوتا۔"

بائیک پر بیٹھا لڑکا انہیں وقت کی نزاکت کا احساس دلا رہا تھا۔

"مگر رکشہ تو کیا میرے پاس بس کا کرایہ بھی نہیں ہے، سارے پیسے کلچ میں تھے۔"

گھبراہٹ سے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔

لڑکے نے ایک رکشے کو روکا اور اشنال کی طرف مڑا۔

"کہاں جانا ہے آپ نے؟"

کچھ دیر کے لیے اسے اپنے ایریا کا نام ہی بھول گیا۔

"میم میں پوچھ رہا ہوں آپ نے کہا جانا ہے؟"

لڑکے نے دوسری بار پوچھا۔

ننن ناظم آباد۔ وہ حواس میں لوٹی۔

اس نے رکشے والے سے بات کی۔ شاید اس نے کچھ زیادہ پیسے مانگ لئے تھے. جس پر وہ لڑکا غصے میں والٹ سے پیسے نکالتا بولا۔

"ایک تو آپ کے شہر کے لوگ بڑے عجیب ہیں۔ انسانیت تو رہی ہی نہیں یہاں۔ اس سچویشن میں بھی اپنا فائدہ اٹھانا نہیں بھولتے۔"

رکشے والے نے دل پر لے لیا تھا۔

"بابو اس ایریے تک جانے کیلیئے جان ہتھیلی رکھنی پڑے گی، جان کے آگے ڈھائی سو بھی کم ہیں۔ شکر کرو میں لے کر جا رہا ہوں۔"

"رکشہ ڈرائیور جتاتے ہوئے بولا۔

واقعی سڑک خالی تھی اور کسی دوسری گاڑی کے انتظار کا مطلب تھا اپنی جان گنوانا۔

اچھا اچھا بس یہ لو اور انہیں پہنچا دینا ادھر۔"

"جائیں میم جلدی سے۔"

وہ امی کو بٹھا کر خود بھی رکشے میں بیٹھنے لگی تھی کہ اسے لڑکے کی آواز سنائی دی۔

ایک منٹ میم، میرے ڈھائی سو کون واپس کرے گا؟"

وہ ایک لمحے کیلیئے بھو نچکی پھر اسے خیال آیا یہ لڑکا اسکا ماموں زاد تھوڑی تھا جو اس پر احسان کر رہا تھا۔

پریشانی میں اس کے اوسان ہی خطا ہو گئے تھے لیکن وہ ہوش میں آئی اور بولی۔

"میں واپس تو ضرور کرونگی پیسے لیکن"....

لیکن یہ نمبر رکھیں، جب قرض لوٹانے کا خیال آیا تو اس نمبر پر رابطہ کیجیے گا۔ "

لڑکے نے نمبر اس کی طرف بڑھایا جسے اس نے تھام لیا۔

وہ رکشے میں بیٹھ گئی تو لڑکا بولا۔

"سنیے میم قرض جیتنی جلدی ہو سکے اتار دینے چاہیے زندگی کا کیا بھروسہ۔ "

وہ دلکشی سے مسکرایا اور اپنی بائیک پر بیٹھا سٹی پر کوئی دھن بجاتا غائب ہو گیا...

اور وہ اسے اگنو کرتی امی کو سنبھالے وبخیر و عافیت گھر پہنچنے کی دعائیں کرنے ل ...

تم نمبر تو دے رہے ہو مجھے,

فون تعلق خراب کرتا ہے۔

LRI

ایک ہفتے تک تو وہ اس بات کو بھولی رہی مگر ایک دن ڈائجسٹ پڑھتے اس کی نظر اسلامی صفحے پر رک گئی، جہاں لکھا تھا۔

"آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے شخص کی نماز جنازہ پڑھانے سے منع فرما دیتے تھے جس پر قرض ہو جہاں تک ک اس کے قرض کو ادا کر دیا جائے ۔ "

یہ لائن پڑھتے ہی اسے وہ لڑکا اور اس کا قرض یاد آیا...

آج بے چین کرنے لگی کہ اگر وہ قرض ادا کیئے بنا ہی مر گئی تو کیا ہو گا، جبکہ اس لڑکے نے تو اپنا قرض معاف بھی نہیں کیا تھا۔ قرض کی رقم تھوڑی سی ہی کیوں ناہو تب تک معا نہیں ہوتی جب تک دینے والا بخش نا دے۔

تین راتیں اسے سوچ سوچ نیند نا آتی کہ اس نمبر پر ٹیکسٹ کرے یا پھر رہنے دے، کبھی وہ دل کو یہ سوچ کر تسلی دیتی کہ خیر ہے ڈھائی سو ہی ہیں کونسے لاکھ روپے ہیں۔ جو واپس نا کرے تو طوفان آجانا، پھر خیال آتا ایک روپیہ بھی اسے پکڑ میں لا سکتا ہے۔

وہ لڑکے سے رابطہ کرنے سے گھبرا رہی تھی، بہت سوچ بچار کے بعد وہ آر یا پار والی سچویشن پر پہنچی۔

اشنال نے اسے پیسے لوٹانے کا سوچا اور ڈرتے ڈرتے اس نمبر پر ایک ٹیکسٹ چھوڑا۔

"آپ کا قرض کس طرح لوٹانا ہے؟"

پہلا ٹیکسٹ کرتے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور دل ایف سولہ طیارے کی طرح اڑان پر تھا۔ کوئی دس منٹ بعد رپلائے آیا۔

"جس طرح لیا تھا اسی طرح میم۔"

اسے اس بات کا مطلب سمجھ نہیں آیا تو رپلائے بھی نہیں بھیجا۔

لڑکے کا ایک میسج آیا۔

"جگہ آپ منتخب کریں، میں وہاں آکر اپنے پیسے لے جاتا ہوں۔"

اشنال کا تو دل ہی باہر آگیا۔

نہیں نہیں میں کہیں نہیں آسکتی، آپ کوئی اور طریقہ بتائیں۔"

"ٹھیک ہے ایڈر لکھوائیں، میں پھر آپ کے گھر آجاتا ہوں۔"

اشنال نے اچھل کریوں دروازے کو دیکھا جیسے وہ آہی گیا ہو۔

"کوئی آسان حل بتائیں۔" وہ منمنائی۔

"میرے پاس یہی طریقے ہیں، اور ہاں مجھے اپنے پیسے جلدی چاہیے۔ سمجھی آپ؟"

میسج کے اینڈ پر غصہ وال ایموجی لڑکے کے جارحانہ پن کا ثبوت دے رہا تھا۔

اشنال تو رونے کو ہو بیٹھی، اس کا دل چاہ رہا تھا کوئی بھاری سا وٹا (پتھر) اس کے سر پر مارے۔ وہ سوچنے لگی کہاں ہوتے ہیں؟ وہ عظیم لوگ جو نیکی کر کے دریا میں ڈال دیتے ہیں۔ اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ بڑا ہی کوئی کنجوس لڑکا ہے، دو سو روپے کیلیئے مرا جا رہا ہے۔

دو دن مزید ان دونوں کا کوئی رابطہ نہیں ہوا...

دو دن مید بے چینی میں گزرے....

سوچ سوچ کر اسکا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔

اخر اشنال نے ایک حل نکالا۔۔

سوچ سوچ کر اسکا دماغ پھٹا جا رہا تھا۔

آخر اشنال نے ایک حل نکالا۔

شکرانے کے نفل پڑھے کہ جان چھوٹی۔

رات کے تقریباً نو بجے اشنال کو میسج موصول ہوا۔

"کافی جینیئس ہیں آپ، اپنی آنکھوں کی طرح۔

لیکن اس ڈھائی سو کے بیلنس کا اب میں کیا کروں؟

میرا تو منتھلی پیکج ہر وقت رہتا ہے، آپ کے ڈھائی سو تو میرے کسی کام کے نہیں۔

جبکہ میرے ڈھائی سو آپ کے ڈھائی سو آپ کے کتنے کام آئے تھے، اور بے حسی کی

انتہا یہ ہے کہ آپ نے ابھی تک مجھے تھینک یو بھی نہیں بولا۔"

اوپر تلے تین چار میسیجز نے اشنال کو بوکھلا دیا....

مگر پھر اسے لگا شاید وہ ٹھیک کہہ رہا ہے، لڑکیوں کا دل

عموماً جلد موم ہو جاتا ہے، مگر ایسا اشنال کے ساتھ پہلی بار ہوا تھا کہ وہ کسی مرد کے معاملے میں موم پڑی تھی، ورنہ سہ مردوں کو رعایت نہیں دیتی تھی۔

اس نے جواباً ٹیکسٹ کیا۔

"آپ کی مدد کا شکریہ۔"

ایسا بھونڈا سا شکریہ اپنے پاس رکھیں۔"

اب وہ لڑکا اشنال کی ڈھیل سے فری ہو رہا تھا، وہ سب سمجھ رہی تھی، اسلئے اس بار خاموش رہی۔

اگلا میسج آیا۔

اب جب تک یہ ڈھائی سو ختم نہیں ہوتے، مجھ سے بات کرتی رہیں، یہ سزا ہے اپکی۔"

اس دھونس پر اشنال کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"میم میں آپ سے بات کر رہا ہوں۔"

نا چاہتے ہوئے بھی وہ اسے رپلائے کرنے لگی۔

"آپ کو آپ کے پیسے مل گئے ہیں، اس لئے اب مجھے مزید میسج مت کریں۔"

اشنال غصہ میں لال ہوئی، کہاں پھنس گئی تھی وہ۔

"اب پھاڑ کھانے والی آنکھوں سے کیوں دیکھ رہی ہیں؟

کیا آپ نے میرے نمبر پر ٹیکسٹ نہیں کیا تھا؟

کیا جھوٹ بول رہا ہوں؟ "وہ استفار کر رہا تھا۔"

پہلے تو اُسے ہنسی آئی کہ کہہ تو ٹھیک رہا تھا، پھر میسج ٹائپ کیا۔

آپ نے مجھے قرض معاف نہیں کیا تھا، اور میں کسی کا ایک روپیہ بھی کھا کر اپنی قبر بھاری نہیں کرنا چاہتی۔"

آپ کی بات میں وزن ہے، لیکن اس طرح تو الٹا میرا نقصان ہو گیا، اب دیکھیں نا ڈھائی سو اگر آپ میری ہتھیلی پر رکھتی تو میں ان سے کوئی کام کی چیز لے سکتا تھا، میں تو نیکی کر کے گھاٹے میں رہا۔"

اس نے آنسو کی لائنوں والا ایموجی سینڈ کیا۔

اشنال کو پھر ہنسی آئی

"اب ہنسیں نہیں ڈھائی سو ختم ہونے تک ٹیکسٹ کرتی رہیں"

اس نے پلکوں کو اوپر کی جانب جنبش دے کر لڑکے کے سینس آف ہیومر کی داد دی....

"نام پوچھ سکتا ہوں آپکا؟"

وہ خاموش رہی۔

اب دیکھیں ناں، جنت میں جا کر اپکی شکایت کس نام سے لگاؤں گا؟ کہ فلانی لڑکی نے

میرے احسان کے بدلے میرا نقصان کیا تھا۔"

وہ پھر مسکرائی۔

"اشنال عبداللہ۔"

"ہائے، یہ کیسا نام ہوا، اشنال۔

کچھ عجیب سا نہیں؟

ویسے جیتنی عجیب آپ ہیں، آپ کا نام بھی ایسا ہی عجیب ہونا چاہیے تھا....

میرا نام تو پوچھا ہی نہیں آپ نے، چلیں میں خود بتا دیتا ہوں۔

مجھے زی کہتے ہیں۔"

بلاشبہ وہ خاصا باتونی تھا۔ ایک رپلائے کے بدلے تین چار میسیجز کرنے والا....

یہ پہلی بار ہوا تھا کہ اشنال عبداللہ کسی مرد کی باتوں میں آئی تھی....

اس نے اپنے دائرے سے ایک قدم نکال لیا تھا....

وہ لڑکا فہد جو اشنال کے راستے میں محبت کا کشکول لیے کھڑا ہوتا تھا اس شہر سے جاتے سمے

اپنے گھر کی باہر والی دیوار پر لکھ گیا تھا۔

"محبت بہت قیمتی تھی

اور میں غریب تھا۔

کوئی آج اسے بتاتا کہ اشنال عبداللہ کتنی سستی تھی، کتنی جلدی بک گئی تھی وہ، مہینوں میں نہیں، ہفتوں میں نہیں، چند لمحوں میں چند لفظوں میں بک گئی تھی وہ.....

ایک لمحہ لگتا ہے گناہوں کی دلدل میں قدم رکھنے میں،

اسی ایک لمحے میں ہماری برسوں کی نیک نامی راہیگا چلی جاتی ہے۔

انہیں بات کرتے ہوئے آج تیسرا دن تھا اور دونوں میں ٹیکسٹ میسجز کے ذریعے کافی بے تکلفی ہو چکی تھی۔

اجنبیت کی دیوار کو گرانے میں زی کافی ماہر تھا،

جبکہ اشنال کی زندگی میں زئی وہ پہلا مرد تھا جس کیلیئے اس نے اجنبیت کی دیوار کو توڑ تھا۔

وہ باتوں سے منتر پڑھتا تھا...

جادوگر تو تھا ہی مگر بلاشبہ وہ خوبصورت بھی بلا کا تھا۔

وہ اپنی پکچر اسے میل کر چکا تھا، اپنی ہیزل آئیز کے ساتھ وہ سیدھا دل میں اترتا تھا۔

گوری کھلی ہوئی نکھری رنگت جیسے بارش کے بعد دھوپ نکلے، اسکی مسکراہٹ اکیلی تھی جیسے پھولوں کی آدھ کھلی کلی بڑھتے بڑھتے پورا پھول بن جائے۔

اس کے چہرے پر داڑھی بہت سجتی تھی، اسے دیکھ کر زندگی محسوس ہوتی تھی۔

زئی کی صبح دن بارہ بجے ہوتی تھی، بارہ بجے اشنال کو گڈ مارننگ کا میسج ملتا، تو مسکرا دیتی....

یہ احساس ہی منفرد، بہت الگ سا تھا کہ کسی کیلیئے وہ اتنی خاص ہے کہ وہ صبح اٹھتے ہی اسے یاد کرے۔

آج زئی نے ٹیکسٹ میسجز پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک عجیب فرمائش کر دی۔

"کال کروں؟"

اچانک اس فرمائش پر وہ انکار کر بیٹھی۔

"نہیں کال نہیں کر سکتی۔"

"ایشے میں تمھاری آواز سننا چاہتا ہوں، بس کچھ منٹ پلیز۔" وہ ریکوئسٹ کر رہا تھا۔

"لیکن زئی امی اور عشیہ ہیں گھر پہ۔"

"میں کال کرتا ہوں تم خاموش رہنا اور انباکس میں رپلائے کرتی رہنا۔"

زئی نے نہایت آسان حل پیش کیا۔

اور اشنال عبداللہ مان گئی۔

یوں ان کی پہلی کال اسطرح ہوئی تھی کہ زئی بولتا رہا اور وہ خاموشی سے سنتی ٹیکسٹ پر رپلائے کرتی رہی۔

بڑا زبردست ایکسپیریئنس ہے قسمے گونگی لڑکی سے بات کرنا۔

"وہ ہنسا تھا۔

اور اشنال کو لگا صحرا میں بارش ہو جیسے...

لڑکیوں کو ایسی غلطیاں مہنگی پڑتی ہیں، اور ایسی غلطیوں کی سزائیں بہت لمبی ہوتی ہیں۔

اگلے دن زئی نے اسے پھر کال پر اصرار کیا۔

"ایشے میں نے تمہاری آواز سنی ہے، مان جاؤ ناں یار۔"

اور اشنال عبداللہ زئی کی بے چینیوں کے اگے ہار گئی۔

اشنال نے اسے کہا ابھی نہیں کچھ دیر بعد،

زئی نے کہا۔

"اچھا ٹھیک ہے، میں تین بجے کے قریب کال کرونگا۔"

اس سے بات کرنے کا سوچ کر اشنال سے کھانا ہی نہیں کھایا گیا،

دو بجے وہ نماز کیلیئے اٹھی دعا کیلیئے ہاتھ اٹھائے تو ڈرتے ڈرتے بولی۔

"یا اللہ اگر یہ میرے لئے ٹھیک نہیں ہے تو مجھے روک دیں کسی طرح پلیز۔"

یہ دعا مانگ کر وہ اٹھ گئی۔

پتا ہے جب ہم کوئی گناہ کرنے کی ٹھان لیتے ہیں نا تو پھر خدا سے نظریں چرانے لگتے ہیں۔

اس کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔

وہ اشنال عبداللہ تھی، اسے معلوم تھا کہ کونسا راستہ صحیح تھا، اور کونسا غلط، پر اس نے آنکھیں اور کان بند کر لئے تھے، کیونکہ وہ خود غلط راستے پر چلنا چاہ رہی تھی۔

شاید اسے خوش فہمی تھی کہ اشنال عبداللہ کیلیئے غلط راستے بھی سہل ہو جائیں گے۔

ٹھیک تین بجے کے سیل پر زئی کا نمبر چل رہا تھا،

وہ کمرے سے نکل کر چھت پر چلی گئی۔

اور گناہوں کی دلدل میں آہستہ آہستہ ہمارے قدم پڑتے ہیں...

کپکپاتے ہاتھوں سے اس نے کال ریسیو کی۔

"اسلام علیکم۔"

زئی کی خوبصورت آواز نے منتر پھونکا۔

"ہائے".

سس دلنشیں ہائے پر ہاتھ کے ساتھ اسکا دل بھی کانپا۔

"کوئل سی تیری بولی، اتنی معصوم آواز۔"

اس تعریف پر اشنال کے گال بلش کر اٹھے، اس نے ہونٹوں کو دانتوں تلے کترا۔

"ایشے کچھ بولو۔"

"جی۔"

اس نے حتی الامکان خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کی۔

اسے اپنی تیز ہارٹ بیٹ سنائی دینے لگی....

"سنو میں فون پر کھا نہیں جاؤں گا، جی سے آگے بھی بولو۔"

"اچھا۔"

اور پھر چند باتوں کے بعد پندرہ منٹ کی پہلی کال کا اختتام ہوا...

اور جب سماعت کو کسی آواز کا چسکا پڑ جائے تو اسے سننے کے لیے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں...

کالز کا سلسلہ بڑھتا گیا...

اجنبیت کی دیواریں گر گئیں۔

اجنبیت کی دیواریں گر گئیں...

گناہوں کے کاغذ سیاہ ہوتے رہے....

آج فرائیڈے تھا، یعنی کہ ہاف ڈے۔ تقریباً گیارہ بجے کے قریب، اسکول کی چھٹی ہوئی تو بچوں کو نکالنے کے بعد وہ اور فروا بھی گھر کیلیئے نکلیں۔ اپنی گلی سے کچھ فاصلے پر پہنچنے پر اشنال کی نظریوں ہی سامنے اٹھی، ایک لمحے کو پلکیں بند ہوئیں، بند ہو کر پھر کھلیں اور ٹھہر گئیں....

"زئی!" اس کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

فروا نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا....

بلاشبہ وہ زئی ہی تھا، سفید کرتے پر کالی واسکٹ پہنے، کلائی پر سلور ڈائل کی براؤن اسٹریپ گھڑی پہنے، بالوں میں ہاتھ پھیرتا۔

وہ زئی ہی تھا...

اسے دیکھ کر دلکشی سے مسکرایا، اور آئی ونک کرتا گلی کا موڑ مڑ گیا...

اشنال بھی دھک دھک کرتے دل کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہو گئی....

رات زئی نے فون پر اسے بتایا کہ وہ اسی گلی میں رہتا ہے، اسکا اپنا گھر تو کوئٹہ میں ہے پر یہاں کام کے سلسلے میں آتا جاتا رہتا ہے، یہاں وہ ماموں کے پاس ہوتا ہے!....

دسمبر کے مہینے میں کراچی بھی ٹھنڈی ہواؤں کی لپیٹ میں آہی جاتا ہے، وہ فریش ہوکر نکلی تو ٹھنڈی ہوا اسکی ناک سے ٹکرائی اور چھینکوں کا سلسلہ شروع ہوگیا، رنگ کرتے فون کو اٹھا کر وہ چھت پر آگئی....

"تمہاری آواز کانپ کیوں رہی ہے؟" زئی نے پوچھا۔

"آج سردی بہت ہے ناں۔"

میں آجاؤں؟"

اس کی دھیمی سرگوشی پر اشنال لرزا ٹھی۔

"جی؟" اس کے منہ فقط اتنا ہی نکلا۔

"میں آجاؤں تمہارے پاس؟"

"وہ کیوں؟"

"تمہاری سردی ختم ہوجائے گی۔"

زئی کے لفظوں نے اشنال کے لفظوں کا گلا گھونٹ دیا تھا، ایک دل تھا مگر جو فل اسپیڈ میں دوڑ رہا تھا۔

پھر وہ ہنسا۔

"زئی"........وہ چیخی، وہ سمجھ رہی تھی زئی اسے یونہی تنگ کررہا ہے۔

وہ پھر ہنسا....اس کی ہنسی ایسی تھی جیسے کسی نے اس کے آس پاس گلابوں کا رس نچوڑا ہو.....

"ایشے "....

وہ اسے ایشے بلاتا تو اسے لگتا ایشے نام کے حروف میں کسی نے افشاں بھر دی ہو...

وہ اپنی باتوں سے آہستہ آہستہ اشنال کے گرد محبت کا ہالہ بنانے لگا....

وہ آہستہ آہستہ اسے اس کے دائرے سے نکالنے لگا تھا....

مگر کوئی کسی کو اس کے دائرے سے نہیں نکال سکتا، جب تک ہمارے اپنے قدم دائرے سے باہر سرکنے کی کوشش نا رکھیں۔

محبت زور زبردستی کی قائل نہیں ہوتی، یہ اگر ہونا چاہے تو خود بخود ہو جاتی ہے، نا ہونا چاہے تو کسی کے لاکھ چاہنے پر بھی نہیں ہوتی۔

اور اشنال کو زئی سے محبت ہو گئی تھی، وہ اس کی باتوں میں آ گئی تھی....

محبت کے ساز نے اس کے کان کی لو کو چھوا تھا، اس کے دکانوں نے محبت کا ڈروپ نگل لیا تھا...

میں اسے سنتے ہوئے جیتی ہوں خبر تھی اسکو

اپنی آواز کی تاریں، شہر سے گرا دیں اس نے....

وہ کوئٹہ جانے سے پہلے بتا کر گیا تھا، مگر وہاں جا کر اس نے اشنال سے کوئی رابطہ نہیں رکھا....

اس نے زئی کے نمبر پر دو تین ٹیکسٹ چھوڑے جن کا بھی کوئی جواب نا آیا....

کوئی جواب نا آیا....

وہ بنجارہ سبھی پیچ و خم سے واقف تھا....

تڑپانے کا ہنر بھی اسے خوب آتا تھا....

وہ لفظوں سے کھیل چکا تھا اب وہ خاموشی سے کھیل رہا تھا....

وہ شاید اقرار کیلئے سیدھے لفظوں کا قائل نہیں تھا یا پھر سہ شاید چاہتا تھا کہ اقرار کا جرم بھی اشنال کے سر آئے....

اور جب ہم ایک غلطی کر لیتے ہیں پھر باقی کی غلطیاں خود بخود ہونے لگتی ہیں...

اشنال نے اپنی زندگی کی ایک اور بھیانک غلطی کر دی تھی...

وہ پورے پیروں سمیت دائرے کی حدود کو کراس کر چکی تھی....

اچھی لڑکیاں نا محرم سے محبت کر لیں تو وہ پھر لڑکیاں تو رہ جاتی ہیں مگر اچھی نہیں....

بری لڑکیوں کو اچھا بننے میں سالوں لگ جاتے ہیں مگر اچھی لڑکی کو بری کہلانے میں محض چند لمحے درکار ہوتے ہیں....

محبت نے ایک اچھی لڑکی کو ایک بری لڑکی میں بدل دیا تھا اور جا نے محبت میں وہ کس حد بری بننے جا رہی تھی۔

محبت میں سب سے پہلے ہماری انا کا جنازہ نکلتا ہے....

اشنال نے محبت کے اقرار میں پہل کر دی تھی...

اس نے سوچا نہیں تھا مگر اس سے ہو گیا تھا، اور محبت بے بس کر دیتی ہے....

ایک ہفتے کے بعد زئی نے رابطہ بحال کیا....

"مجھے مس کیا تھا؟"

زئی کا اپنا پن اسے لے ڈوبا، لفظوں کی جگہ آنکھوں سے آنسوں نکل آئے....

"ہاں کیا تھا۔"

پوچھا گیا تھا، کتنا؟

وہ محبت کا بوجھ اکیلے نہیں سنبھال سکتی تھی سو خود کو کہہ جانے دیا،

"بہت سارا۔"

وہ اس کی آواز میں نمی محسوس کر چکا تھا۔

"ایشے۔"

محبت کا مدھم ساز جسے مرہم کہتے ہیں، جب سر بکھیر تا ہے تو دل کے سارے پرزے رقص کرنے لگتے ہیں...

محبت سیدھی سادی نہیں ہوتی، اسکے بہت سارے ساز ہوتے ہیں۔

پتا ہے ہمیں جب محبت ہونے لگتی ہے تو یہ دل کے اندر پہلا زخم چھوڑتی ہے، اس زخم پر جب محبت کی ضربیں لگتیں ہیں تو ساز مرہم اپنا کام دکھاتا ہے....

"ایشووووو"

مرہم دل کے اندر لگے محبت کے تازہ زخم کو چھوا....

جو کہنا چاہتی ہو کہہ دو۔" مرہم نے اب محبت کے تازہ زخم کو چھوا....

جو کہنا چاہتی ہو کہہ دو۔" مرہم نے اب محبت کے زخم کو چاٹ لیا تھا...

زئی اس طرح مت کیا کرو میرے ساتھ۔"

وہ مسکرایا، کہ اقرار کا وقت ہوا چاہتا تھا....

"جب کوئی شخص کسی کے دل میں وہ جذبات محسوس کرلیتا ہے جو وہ چاہتا ہے، تو وہ ایسے لفظوں کے تیر استعمال کرتا ہے،جس سے اس کی محبت میں بتلا لڑکی پوری طرح پگھل جاتی ہے۔

اور اچھی لڑکیاں اپ ی حدود سے باہر نکل جاتی ہے...

اشنال بھی اپنی حدود کو بھول کر آگے نکل چکی تھی...

سوری نااااااا"...

پہلے وہ ہکلائی مگر پھر کہہ گئی، جو شاید اسے نہیں کہنا چاہیئے تھا۔

عورت کو اظہار میں پہل نہیں کرنی چاہئیے۔

"آ........آئی،۔........،، آئی لو یو زئی۔"

وہ پہلی لڑکی تھی شاید جو محبت کا اقرار کر کے روئی تھی.... پھوٹ پھوٹ کے روئی تھی....

بنجارے کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی.....

"آئی لو یو ٹو ایشے۔"

محبت کے ساز اکٹوپس نے اسے جکڑ لیا....

اور وہ بنجارہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی فاتح ٹھہرا....

اس کے قافلے سے گزرنے والی کوئی لڑکی بنجارے پہ دل نا ہارے، ممکن ہی نہیں تھا.....

" نیکسٹ ایسا مت کرنا۔"

"آئی پرامس میری جان آئندہ سے خیال رکھوں گا۔"

اسکا میری جان کہنا اشنال کی سانسیں روک گیا....

"پتا ہے میں سوچ رہا ہوں، روتے ہوئے تم کیسی لگتی ہوگی، سچی سچی بتانا، ناک سے نوزی نکلتی ہے ایشے؟؟"

یکححححح

ا ح زئی"...

اسے ابکائی آئی، وہ ہنسنے لگا...

وہ اس کے آنسو چننے لگا تھا، مگر یہ تو طے ہے، جو ہاتھ آنسو چنتے ہیں وہی ہاتھ پھر آپ کی آنکھوں میں آنسوں لانے کا سبب بھی بنتے ہیں...

اس نے دل زئی کو دے دیا تھا، اور جب کسی دل میں کوئی غیر آنے لگے رو خدا اس دل سے نکل جاتا ہے اور جس دل سے خدا نکل جاتا ہے وہاں بے سکونی کے ڈیرے اپنا آستانہ بنا لیتے ہیں!!.....

عشیہ کی شادی دسمبر میں طے پائی تھی، 7 دسمبر کو عشیہ کی بارات کے ساتھ وہ ایبٹ آباد آئی تھی۔

ان دنوں زئی کو کوئٹہ گیا ہوا تھا، وہ کوئٹہ میں جا کر رابطے مختصر کر لیتا تھا، اس کے پاس مجبوری نام کی ایک لمبی لسٹ ہوتی تھی....

ولیمے کے بعد انہیں واپس کراچی جانا تھا، تو ایبٹ آباد گھومنے کی غرض سے وہ اپنی کزنز کے ساتھ شام پانچ بجے کے قریب گھر سے نکلی....

مری سے واپسی پر وہ چاروں دوست کچھ دیر ایبٹ آباد کے مقام پر ٹھہرے ان میں سے تین سیلفیز لینے کیلیئے ادھر ادھر ہو گئے، جبکہ وہ جیپ کے لیفٹ ڈور سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا، آنکھیں بند کیئے خوشگوار ہوامیں سانس لینے لگا...
تھوڑی دیر میں اسے قریب سے کسی کے قدموں کا گمان گزرا۔
آنکھیں کھول کر اس نے سڑک کی سیدھ میں دیکھا...
ان میں سے چار سیدھا چلتی ہوئی آ رہی تھیں جبکہ میرون شال والی لڑکی الٹے قدموں پیچھے کی طرف چل رہی تھی۔
وہ اس کی طرف پیٹھ دیئیے چل رہی تھی، ابھی وہ یہی سوچ رہا تھا کہ کیسے بنا لڑکھڑائے کوئی پیچھے چل سکتا ہے کہ اسے مدھم سی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہی تھی...
"یار ایبٹ آباد تو زندگی ہے۔"

پھر اس لڑکی نے اپنے دونوں بازو پھیلائے اور گول گول گھومنے لگی۔ وہ جب اس کی طرف پلٹتی تو اسکے نقاب والے چہرے پر وہ اس کی بند آنکھیں دیکھتا، وہ اس عجیب سی لڑکی کی عجیب سی حرکت پر مسکرایا۔ گلاسز اتار کر وہ دلچسپی سے اسے دیکھتے گیا۔

وہ بولی تو اسکی آواز میں دنیا جہان کی محبت آ سمٹی تھی۔

"میں صدقے، میں واری، میں قربان تم ایبٹ آبادیوں کے، اتنی صاف ستھری ہوا ہے، دل چاہتا ہے ایک لمبا سانس کھینچ کر ساری ہوا اپنے اندر بھر جاؤں"....

گول گول گھومتی وہ لڑکیوں کی طرف پلٹی، شاید اب وہ آنکھیں کھول چکی تھی۔

وہ کھلکھلائی.........اس کی ہنسی ایسی تھی جیسے بارش کی بوندیں تلاب کے پانی سے ٹکرائیں.....

"ایشے میں دعا کروں گی تمہاری شادی کسی ایبٹ آبادی سے ہو جائے۔"

کسی لڑکی نے شرارت سے اسے چھڑا جس پر اس کی ہنسی یک لخت تھم گئی....

وہ بولی تو اسکے لہجے میں خفگی در آئی، شاید اس نے گھوری بھی پائی تھی......

اللہ نا کرے۔

ہاں لیکن میں اس کے ساتھ ایبٹ آباد ضرور آؤنگی۔"

اب سہ شاید مسکرائی تھی۔

اور باقی لڑکیوں نے ایک ساتھ "اوییییییی" کی، سٹی بجائی، پھر وہ ہنسنے لگیں تھیں......

سید سکندر شاہ نے وہاں سے جاتے ہوئے دعا کی تھی کہ اس لڑکی کے خواب سلامت رہیں!!

مگر........۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

خوابوں کے تاوان میں اکثر

آنکھیں بیچنا پڑتی ہیں......

ایبٹ آباد سے واپس آئے انہیں تین دن ہو چکے تھے، اسے زئی کا کچھ پتا نہیں تھا۔

ایبٹ آباد میں کیئے جانے والے دو تین میسجز کے بعد اب تک اشنال نے بھی کوئی ٹیکسٹ نہیں کیا تھا....

وہ چاہتی تھی کہ زئی اس سے خود رابطہ کرے، وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ زئی کتنے دن اس سے بنا بات کیئے رہ سکتا ہے.....

"کچھ پتا ہے زئی کے بارے میں اجکل کہاں ہوتا ہے؟"

فروا اشنال سے ملنے اس کے گھر آئی ہوئی تھی، اور اس وقت دونوں چھت پر رکھے جھولے پر بیٹھی تھیں۔

"ہممممم ہاں وہ فلحال تو کوئٹہ میں ہی ہے۔"

اشنال نے چائے کا کپ فروا کے آگے رکھا، اور خود آسمان میں اڑتے سفید کبوتروں کو دیکھنے لگی....

"اچھا! مطلب اس نے تمہیں اپنے آنے کی خبر نہیں دی۔"

"مطلب؟" اس نے چونک کر فری کو دیکھا۔

"زئی تقریباً ایک ہفتے سے کراچی میں ہے، بات نہیں ہوتی تم لوگوں کی؟"

وہ خاموش رہی.....

کیا تم دونوں کا بریک اپ ہو چکا ہے؟"

اللہ نا کرے...... اشنال کو اس کی بات بری لگی۔

"شاید اس کی دلچسپی ختم ہو گئی ہے۔" فروا نے چائے کا سپ لیا....

"کیا کہنا چاہ رہی ہو تم؟"

"تمہیں معلوم ہے کل شام میں میری کزن فائزہ، آسیہ لوگوں کا گروپ سیر سپاٹے کیلئے کلفٹن گیا تھا، انہوں نے ساتھ مجھے بھی گسیٹ لیا، مجھے نہیں معلوم تھا ان لوگوں نے وہاں اپنے اپنے بندے کو بھی بلایا ہوا تھا۔ وہاں تمہارا زئی بھی آیا تھا، جانتی ہو وہ وہاں کس کے لئے آیا تھا؟

فائزہ سلیم کیلیئے۔ "

اشنال کو لگا چھت اس کے سر پر آ لگی ہو۔

وہ دونوں وہیں سے ہمارے گروپ سے علیحدہ ہو گئے تھے۔

فائزہ کزن ہے میری، اس کا تو مجھے پتا ہے یہ اس کا کوئی نواں دسواں بوائے فرینڈ ہو گا۔

مگر زئی، میں زئی کو ایسا نہیں سمجھتی تھی۔ "

جگنو یکدم بجھ گئے.....

وہ اشنال کی آنکھوں میں آنسوؤں کے ننھے ستارے دیکھ کر پل بھر کو رکی پھر بولی۔

"مگر کہتے ہیں نا مہندی کے رنگ اور مرد کی محبت کا کیا اعتبار۔ "

"فروا کی مسکراہٹ میں تلخی تھی۔

اشنال کی لائف میں فروا ہی وہ واحد لڑکی تھی جس پر وہ اندھا اعتبار کرتی تھی اور فروا اشنال سے غلط بیانی کرے ہو ہی نہیں سکتا۔

"زئی ایسا نہیں کر سکتا، فری تمہیں غلط فہمی".....

"ایشے ہو سکتا ہے زئی ایسا نا ہو، مگر وہ واقعی زئی ہی تھا"..

"زئی میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔ "اس کے اندر کا یقین مسکرایا....

جگنو پھر روشن ہوئے...

"اور محبت بینائی رکھنے والے کو اندھا کر دیتی ہے۔ انسان سب جان کر بھی انجان بن جاتا ہے، وہ خود کو اس دھوکے کے آگے بچھا دیتا ہے، اور سب جانتے ہوئے بھی آنکھیں بند کر لیتا ہے، دماغ اگر کچھ غلط ہونے کی نشاندہی کرے بھی تو دل اس کو غلط قرار دیتا ہے۔"

اسے یقین تھا کہ اس کا زئی جھوٹ بول ہی نہیں سکتا تھا، مگر اندر ہی اندر یقین کی چڑیا بے یقینی کے سانپ سے خوفزدہ ہو گئی تھی۔

رات نو بجے اشنال نے اسے ٹیکسٹ کیا۔

"فائزہ سلیم سے ڈیٹ کیسی رہی زئی؟"

"سوری، کون فائزہ سلیم؟"

بنجاروں کو منکر ہونے میں وقت کتنا لگتا ہے۔

جس طرح کسی کی باتوں سے کہا اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس کے لفظ کتنے سچے ہیں...

"وہی فائزہ سلیم جس کے ساتھ تم کلفٹن کی سیریں کر کے آئے ہو۔"

"میں اور ڈیٹ کیسی باتیں کرتی ہو؟"

"فری مجھ سے جھوٹ نہیں بولتی زئی۔"

"اوہ، تو تمہاری فروا نے کان بھرے ہیں تمہارے۔

بہت معصوم ہو تم اشنال، اسکی انگلی پکڑ کر مت چلو، اپنا بھی دماغ استعمال کر لیا کرو۔"

"فری جھوٹ نہیں بولتی زئی۔" اس نے پھر زور دیا.....

اچھا تو تمہیں لگ رہا ہے میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"

"میں ایسا نہیں کہہ رہی، میں سچ جاننا چاہ رہی ہوں۔"

"تم مجھے بتاؤ، میں تمہیں جھوٹا لگتا ہوں؟"

زئی میں نے سچ پوچھا ہے۔"

"ہاں یا نہیں...؟"

وہ غصے میں تھا، وہ زئی کے غصے سے ڈرتی تھی۔

"نہیں۔"

وہ جانتی تھی اس کی ہاں اسے زئی سے دور لے جائے گی، وہ زئی کو کھونا نہیں چاہتی تھی

اسلئے فروا پر یقین رکھتے ہوئے بھی زئی کو جیت جانے دیا....

"اب کیا سوچنے لگی؟"

"میں سوچ رہی تھی، شکر ہے تمہارے ماموں کی بیٹیاں نہیں ہیں ورنہ میرا آدھا خون تو یہ

سوچ سوچ خشک ہو جاتا کہ اس وقت کیا ہو رہا ہو گا تو اس وقت کیا....

وہ ہنسنے لگا......

خوف اندر ہی اندر اپنے قدم جمانے لگا تھا۔

کہتے ہیں محبت کے بیچ شک کی دیوار ایک بار آجائے تو زندگی بھر نہیں جاتی۔

وہ اپنے اور زئی کے بیچ دیواروں سے ڈرتی تھی....

اسلئے اس قصے کو یہیں ختم کر دیا......

آج سنڈے تھا، ٹیوشن آنے والے بچوں کی چھٹی تھی، اس نے سوچا کیوں نا آج گاجر کا حلوہ بنایا جائے، اسی غرض سے وہ کچن میں کھڑی تھی جب اسے زئی کی کال آئی۔ ہینڈ فری لگا کر اس نے سیل فون شیلف پر رکھا، کال ریسیو کرنے میں تھوڑی تاخیر ہو گئی تھی...

"بزی ہو کیا؟"

"ہاں تھوڑی بہت"...

کیوں کیا کر رہی ہو؟"

"گاجر کا حلوہ بنا رہی ہوں۔"

"ہائے!

گاجر کا حلوہ میرا فیورٹ۔" زئی نے لبوں پر زبان پھیری۔

وہ مسکرائی۔۔۔۔۔۔

"میرے لیے بھی بھیج دینا۔"

"بلکل بھی نہیں، آپ اپنی مامی سے کہیں وہ بنا کر دیں گی آپ کو۔"

زئی کا دل خراب ہوگیا......

"مامی کے ہاتھ سے بنا گاجر کا حلوہ ایک بار کھایا تھا، یقین کرو اب تک انتڑیاں بددعائیں دے رہی ہیں۔"

قسم سے مٹی پلید کردی تھی گاجر کے حلوے کی"....

اشنال سے اب ہنسی روکنا مشکل ہوگیا تھا......

"ہنسو مت........اس نے ڈپٹا.......

"تیار کرواور بھیجو مجھے.......۔۔وہ سیریس تھا۔

"مگر زئی میں کس طرح بھیجوں گی".....

وہ تمہارا مسئلہ ہے، مگر مجھے کھانا ہے ہر حال میں۔"

"امممممممم.........."وہ کچھ سوچنے لگی پھر بولی۔

"زئی تم ایسا کرنا ایک گھنٹے بعد ہمارے گیٹ پر کھڑے ہوکر زور سے آواز لگانا، وظیفہ!!!!!!!۔"

ایشے نے وظیفے کو لمبا کھینچا بلکل اسطرح جس طرح وظیفہ مانگنے والے بچے آوازیں لگاتے ہیں، پھر بولی۔

"اس طرح امی سمجھیں گی واقعی وظیفے والا آیا ہے،

پھر میں تمہیں گیٹ پر حلوہ دے جاؤں گی۔"

"ایشے کی بچی میں تمہیں کچا کھا جاؤں گا۔"

ہاہاہاہاہاہا..................وہ ہنسی اور ہنستی چلی گئ۔۔

اس شام ایشے نے فری کی منتیں کی تھیں کہ کسی طرح وہ گاجر کا حلوہ زئ تک پہنچا دے.......

فروا نے اپنے چھوٹے بھائی کے ذریعے حلوہ زئ تک پہنچا دیا تھا.....جسے زئ اب مزے لے لے کر کھا رہا تھا، اور ساتھ اعتراف کر رہا تھا کہ گاجر کا حلوہ بنانے والی کے ہاتھ چوم لے........

گناہوں کے سیاہ کاغذ بھاری ہونے لگے تھے۔

کچھ لوگ لاشعوری میں غلطیاں کرتے ہیں تب انہیں صحیح غلط کی پہچان نہیں ہوتی، ایسے لوگوں کی سزاؤں میں قدرت کچھ کمی لے آتی ہے، انہیں جلدی ہی اپنی غلطی کی پہچان ہو جاتی ہے، انہیں راستے بھی مل جاتے ہیں اور منزل بھی......

ان کے بر عکس وہ لوگ جو شعور کی تمام تر آگاہوں میں قدم رکھنے کے بعد جانتے بوجھتے، صحیح اور غلط کی پہچان ہونے کے باوجود گناہوں میں ہاتھ ڈالتے ہیں، ان کی سزائیں پھر لمبی ہوتی ہیں، پھر اندھیرے اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ انہیں راستے دکھائی نہیں دیتے۔ یہ لوگ اپنے لئے کھائی خود تلاش کرتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ کھائی میں ایک بار گرنے کے بعد کھائی سے نکلنا مشکل ہوتا ہے، کھائی کی گہرائی ناپنے کا پیمانہ نہیں ملتا۔

پھر گرنا ہی گرنا ہوتا ہے.....

اس نے جب میٹرک کیا تب وہ پندرہ سال کی تھی، ایف ایس سی کے رزلٹ آؤٹ ہونے تک وہ سترہ سال کی تھی، سہ لڑکھڑائی تب جب وہ بالغ ہو چکی تھی۔

اس کی زندگی میں گناہوں کا آغاز اٹھارہویں سال میں ہوا تھا، اور اس عمر میں گناہوں کی عادت پڑ جائے تو چھوٹنا مشکل ہو جاتی ہے۔ اور پھر سزاؤں کا دورانیہ لمبا ہو جاتا ہے.....

فروا نے کچھ ڈریسز لیے تھے اور اشنال کو دیکھنے کیلئے بلایا تھا وہ تیار ہو کر نکلنے ہی لگی تھی کہ اسے زئی کا ٹیکسٹ آیا۔

"میں بور ہو رہا ہوں ایشے۔"

"کچھ دیر قبل میں بھی ایسا ہی محسوس کر رہی تھی، مگر اب بوریت کو گڈ بائے کہنے فروا کے گھر جا رہی ہوں".....

"کوئی ضروری کام تھا؟"

"ہاں نہیں ایسا ضروری بھی نہیں، وہ اپنے ڈریسز دکھانے بلا رہی ہے۔"

"تو ڈریسز لے کر تمہارے گھر آ جائے۔"

ہمیشہ وہ ہی آتی ہے، آج میں نے سوچا میں چلی جاتی ہوں۔"

"ایشے مجھے تمہارا وہاں جانا اچھا نہیں لگتا۔"

"ہیں؟ ایسا کیوں؟" اسے تعجب ہوا......

وہاں اس کے بھائی بھی ہیں، وہ تمہیں دیکھتے ہو نگے،

بس مجھے اچھا نہیں لگتا تمہیں میرے سوا کوئی دیکھے۔"

"مگر زئی ہم لوگ الگ روم میں ہوتے ہیں، فروا کے بھائی گھر پر ہوں بھی تو اس روم میں نہیں آتے.....

اشنال نے اسے سمجھانا چاہا۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا، آگے تمہاری مرضی".....

وہ اپنی بات کہہ چُکا تھا، اور ایشے وہ سوچ ہی چھوڑ دیتی تھی، جو زئی کو اچھی نا لگے.....

کوئی بہانا بنا کر اس نے فروا کو انکار کر دیا تھا، اب وہ فروا کے گھر جانا چھوڑ چکی تھی، جس پر فری اس سے ناراض بھی ہوئی، وجہ بتانے پر فروا نے اس سے پوچھا۔

"اگر زئی کہے تو مجھ سے دوستی بھی چھوڑ دو گی؟"

جس پر اشنال نے اس سے کہا تھا زئی اسے بلاوجہ بے تکی پابندیاں نہیں لگاتا، وہ ایسا کچھ نہیں کہے گا۔!!!!

آدھی رات کے وقت سب گھر والے سو رہے تھے کہ سیٹھ عبداللہ کے فون کی گھنٹی بجی....

یا اللہ خیر۔"

بیل کی آواز پر سب ہی اٹھ گئے اور جو خبر انہیں ملی وہ کسی قیامت سے کم نا تھی.....

سیٹھ عبداللہ کے کارخانے کو کسی نے رات و رات آگ لگا دی تھی....

کارخانے میں پڑا لاکھوں کا فرنیچر جل کر خاکستر ہو گیا تھا..... کچھ تیار سیٹس اور کچھ فرنیچر بنانے کا سامان تھا.....

کارخانے کے مالک کی حیثیت سے سارا نقصان انہیں اکیلے بھرنا تھا، کچھ مالکان نے اپنے پیسے کا مطالبہ کر دیا جس کیلیئے سیٹھ عبداللہ کو گاڑی سمیت آسیہ خاتون کا سارا زیور بیچنا پڑا۔"

کم ظرف لوگوں کے ساتھ دنیا میں وسیع القلب لوگ بھی چند ایک موجود ہیں جو بابا کے پرانے دوستوں میں سے تھے۔ انہوں نے بابا سے کہہ دیا کہ آپ دوبارہ بزنس اسٹیبلش کر کے ہمیں قرض لوٹا دیجیئے گا.....

سیٹھ عبداللہ اٹھارہ سال کی عمر میں پہلی بار کراچی آئے تھے، یہاں پڑھنے کے ساتھ نوکری بھی شروع کردی۔ شروع میں کاریگر کی حیثیت سے کام کیا، پھر تیس سال کی عمر میں وہ شادی کر کے کراچی آ گئے۔ اس پورے عرصے میں انہوں نے بے انتہا محنت کی، تنکا تنکا جوڑ کر انہوں نے سب سے زیادہ سے پہلے یہ کارخانے اور مارکیٹ میں شاپ خریدی تھی، گھر بنایا....
جس آشیانے کو بنانے میں انہوں نے زندگی کے کئی سال صرف کر دئیے وہ ایک رات میں اجڑ گیا۔
صدمہ بہت بڑا تھا۔ اسی صدمے کو وہ دل پر لے گئے تھے، ان کی طبیعت خراب رہنے لگی، دوسرا کارخانہ انہوں نے لگایا پر وہ بھی نا چل سکا، شاید خدا نے انکا رزق یہیں تک لکھا تھا۔

وہ ساٹھ کے ہندسے کو عبور کر رہے تھے، اوت ساٹھ سال کی عمر میں بھی تیس سال کے جوان مرد کی طرح زندہ دل اور محنتی تھے، بس یہ ایک صدمہ انہیں ساٹھ سے سو سال تک لے گیا.....

میڈیکل کی پڑھائی کیلیۓ کافی سارا پیسہ خرچ ہوتا تھا، اس نے میڈیکل چھوڑ کر سمپل بی اے کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس دوران اس کا ایک سال ضائع ہوگیا.....

شام میں اسے کچھ ضرورت کی چیزیں لینے کاسمٹک اسٹور جانا پڑا، وہ آدمی کے ساتھ جب واپس لوٹ رہی تھی تو اس نے راستے میں زئی کو دیکھا، جو انتہائی غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ گھر لوٹی تو اسے میسج آیا.....

کیا لگتا ہے وہ کاسمیٹکس اسٹور والا اشنال عبداللہ آپ کا؟

کافی گہری دوستی لگتی ہے آپ دونوں کی۔

کب سے ہے؟

مجھ سے کیوں چھپایا؟"

اور وہ اپنا کھلا ہوا منہ بند کرنا بھول گئی۔

"کیا ہوا ہے کوئی جواب؟"

"زئی مجھے ضروری چیزیں لینے جانا تھا، وہ ان کے پاس نہیں تھیں تو میں پوچھ رہی تھی کب تک منگوا دیں گے.....

تمہیں پتا ہے میں نے سوچا بھی نہیں تھا کہ میری ایشے یوں سڑکوں پر کھڑی غیر مردوں سے"......

اس نے جیسے خود کو غلط لفظ کہنے سے روکا......

"میری مجبوری ہے، امی پڑھی لکھی نہیں ہیں، اب محلے والوں سے تو سامان نہیں منگوا سکتی ناں۔""

"جو بھی ہے مجھے بہت برا لگا۔ تمہیں جو منگوانا ہو مجھے بتاؤ، میں لادوں گا۔ اور یہ بہانہ بھی نا ملے کی تم یہاں نہیں تھے۔ میں کوئٹہ سے واپس آ کر لادوں گا، بس تم کسی سے بات نہیں کروگی۔ میں تمہارا سایہ بھی کسی پر نہیں پڑنے دینا چاہتا۔ تم صرف میری ہو، میں اس ہوا سے بھی لڑوں گا جو تمہیں چھو کر گزرے گی"....

زئی کے ان لفظوں سے اشنال نے اسے اپنے بخت کا اونچا ستارہ مان لیا تھا.....

اش دن کے بعد اشنال نے جو منگوانا ہوتا امی کو لکھ کر دے دیتی مگر خود جاتی۔

مرد عورت کو قیدی بنا کر رکھنا چاہتا ہے مگر قیدی بنا پسند نہیں کرتا۔ خود وہ کتنی ہی لڑکیاں رکھ لے لیکن لڑکی کو کسی دوسرے کا دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے وہ خود ہی کافی ہوتے ہے جذبات سے کھیلنے کے لیے، غلطی لڑکی کی بھی ہوتی ہے جو ماں باپ کے کسی چیز سے روکنے کو پابندی اور روک ٹوک سمجھتی ہے، وہاں کسی اجنبی، کسی غیر محرم کی روک ٹوک کو اپنا مان سمجھتی ہے۔ اس کو حفاظت سمجھتی ہے جب کہ جذبات کھیلنے والے کبھی کسی کے محافظ نہیں ہوتے۔"

زئی کا افیئر فائزہ سلیم تک ہی نہیں رہا تھا، اس کے افیئرز زئی کی لسٹ لمبی ہوتی جا رہی تھی۔ ہر روز وہ ایک نئے افیئر کو لے کر جھگڑنے لگے تھے۔

ان کے درمیان محبت کم اور لڑائیاں بڑھ گئیں تھیں۔ اپنے افیئرز کو چھپانے کیلیئے زئی اس پر باز پرس کرنے لگا تھا۔

جب سے زئی نے اسے کہا تھا، وہ اسکول کے پروفیسر کے ساتھ میٹنگ کے بہانے گپے لڑاتی ہے، تب سے اس نے سکول کی جاب ہی چھوڑ رکھی تھی۔ وہ صرف زئی کی تھی، مگر زئی صرف اس کا نہیں تھا۔

اسکا زئی ایسا تو نہیں تھا۔ وہ برا ہر گز نہیں تھا، وہ ایک اچھا لڑکا تھا، ہر لحاظ سے مکمل۔

ایک محلے میں رہتے ہوئے وہ کبھی اشنال کے راستے نہیں ناپتا تھا، وہ گلی کے نکڑ پر کھڑے ہو کر آوارہ لڑکوں کی طرح اس کے تماشے نہیں لگاتا تھا۔

پھر اسے اچانک کیا ہو گیا تھا....؟

وہ آج بھی فروا کے آگے اپنے دکھڑے رو رہی تھی....

"اشنال تم مان لو اسے تم سے محبت نہیں ہے، اور ہم کسی کو زبردستی خود سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے۔"

"میں نے اسے کبھی مجبور نہیں کیا وہ مجھ سے محبت کرے، میں سے بس سچائی مانگی ہے۔ میں نے اسے یہ کہاں ہے کہ میرے ساتھ لکا چھپائی نا کھیلے، میں نے رو اسے یہ تک کہہ دیا ہے کہ اگر اسے کسی اور سے محبت ہے تو بتائے مجھے، میں ہٹ جاؤں گی اس کے راستے سے، میں اس کی خوشی میں خوش رہوں گی کڑوا گھونٹ بھر لوں گی میں دور ہو جاؤ گی اس سے، میرے پر خلوص جذبات کی توہین یوں تو نا کرے۔

وہ کہتا ہے اسے مجھ سے محبت ہے اور کسی سے نہیں۔ اللہ رسول کی قسمیں کھا کر کہتا ہے، مگر فری اس کے لفظوں اور اس کے کرنوں میں واضح فرق ہے۔ وہ جو کہتا ہے وہ ویسا کرتا نہیں ہے، اگر اسے تعلقات نا رکھنے پڑتے، اسے لفظوں کے جال نا گھڑنے پڑتے، وہ ان چار سالوں میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ میں اسے شیئر نہیں کر سکتی۔ فری اسے کسی

اور کا سوچ کر میرا سانس رکتا ہے میرا دم گھٹتا ہے، اسے لگتا کہ میرے جسم سے کوئی روح نکال کر لے گیا ہو فری ان چار سالوں میں میری دنیا میں صرف اس کا راج رہا ہے میری سوچ اس سے شروع ہو کر اس پر ہی ختم ہو جاتی ہے، فری میں اپنے ہمسفر کے روپ میں اسے تصور کرتی ہوں.....

بولتے بولتے اس کی آواز بھر گئی تھی، اس کی گہری آنکھوں سے آنسوں نکل نکل کر اس کی چہرے کو بگور رہے تھے۔"

"اشنال محبت میں عورت کو ہر طرح کی قربانی دینی پڑتی ہے۔"

"فری میں نے اس کی ہر وہ بات مانی ہے جو مجھے نہیں ماننی چاہیے تھی، مگر وہ کسی طرح بھی خوش نہیں ہوتا۔ اسے میری سائیڈ دکھائی ہی نہیں دیتی۔ نا میری محبت نظر آتی ہے اسے نا ہی میرا خلوص.....

فری کبھی کبھی وہ اپنے الفاظ سے میرے دل کو چیر دیتا ہے، اسے میرا درد نظر نہیں آتا۔"

اس نے فری کو بے یقینی سے دیکھا....

"وہ خود کو کسی حال میں نہیں بدلے گا، میری جان"

تم خود کو بدل دو......یا چھوڑ دو یا شئیر کر لو....،"

دونوں صورتیں اذیت بھری تھیں.....

وہ اسے چھوڑ نہیں سکتی تھی، وہ اسے بھول نہیں سکتی تھی، ناممکن تھا۔ ہاں مگر وہ اسے شئیر کرنے کا سوچ سکتی تھی......

اوراشنال عبداللہ نے پہلی بار زندگی میں کچھ شئیر کرنے کا سوچا تھا.....

مگر خود کو بدلنے میں وقت لگتا ہے، یوں نہیں ہوتا کہ یہاں ارادہ باندھا وہاں ہم بدل گئے.....

وہ جتنا آسان سمجھ رہی تھی اتنا نہی تھا.....

وہ نہیں جانتی تھی ابھی اور ٹوٹنا ابھی اور بکھرنا باقی ہے"...

امی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، وہ امی کو لیکر کلینک آئی تھی اور اپنی باری کے انتظار میں بینچ پر بیٹھی تھی۔ کلینک چھوٹا سا تھا، جس کے دو حصے بنانے کے لیے درمیان میں لکڑی کی دیواریں بنائی گئی تھیں۔ گیٹ سے انٹر ہونے پر پہلا حصہ وہ تھا جہاں مردوں کیلیئے جگہ تھی اور دوسرا راستہ عورتوں کے لئے مختص تھا۔

ابھی وہ کچھ دیر اور کلینک میں پھیلی دوائیوں کی بدبو پر غود کرتی کہ اسے جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

اس آواز کو وہ ہزاروں کے میلے میں بھی پہچان سکتی تھی۔

زئی کہہ رہا تھا۔

"عروسہ میم، آپ کے اپنے ایریا میں ڈاکٹروں کا کال پڑھ گیا تھا جو آپ یہاں آگئیں؟"

وہ ہنسی۔ "ہاہاہاہاہاہا........جناب ہم کیا کریں کہ ہمیں آرام ہی آپ کے ڈاکٹر سے آتا ہے۔"

"ہائے۔" وہ دلکشی سے بولا۔

اس کے منہ سے نکلے اس ہائے پر ایشے کی جان نکلتی تھی۔

مگر آج اسے یہ ہائے زہر کی طرح لگا۔

وہ پھر بولا۔

"میں صدقے اس بیماری کے جو آپ کو یہاں تک لائی ہے۔"

"بڑے ہی دل پھینک ہو آپ۔"

آہاں، تو پھر کیا خیال ہے؟" وہ شوخا ہوا، اپنی عادت کے مطابق۔

میں انگیجڈ ہوں۔" اس نے زئی کی بات کو ہوا میں اڑایا۔

"اس گنجے کے ساتھ؟"

"بری بات۔" لڑکی نے شاید گھوری دی تھی جس پر زئی ہنسا تھا۔

"ایک بار غور کرو تمہارے اس گنجے سے لاکھ پیارا ہوں میں۔"

پھر وہ دونوں ہنسے....

شاید وہ بھول گئے تھے کہ مردوں کی سائیڈ پر چاہے کوئی نا ہو مگر پردے کے اندر بیٹھے لوگ حرف با حرف نازیبا گفتگو سن رہے تھے۔

امی چیک اپ کے بعد جانے کے لیے اٹھیں تو ساتھ وہ بھی اٹھ گئی گیٹ پش کرنے سے پہلے اس نے باہر کے منظر کو دیکھنے کیلیئے لمبی سانس کھینچی۔ ادھر وہ باہر نکلی ادھر وہ ہوش میں آئے۔

اشنال کی شکوہ کناں آنکھیں زئی کی حیران آنکھوں سے لمحے بھر کو ٹکرائیں پھر اشنال ہی آنکھیں جھکا کر گزر گئی۔

ابے یار............ زئی بالوں میں ہاتھ پھیر تا رہ گیا.....

عشاء کی نماز اس نے جس خاموشی سے پڑھی، اسی خاموشی سے بنا دعا مانگے منہ پر ہاتھ پھیرے اٹھ کھڑی ہوئی۔

شاید وہ پاگل، خدا کو بتانا چاہ رہی تھی کہ میں ناراض ہوں، حالانکہ وہ تو خود اپنے خدا کو ناراض کر بیٹھی تھی، اور جب ناراض ہوتا ہے تو وہ ہمیں کھلی چھوٹ دے دیتا ہے۔

رات نو بجے اسے زئی کی کال آئی۔

"خیریت تھی، ہاسپٹل کیوں آئیں؟"

"امی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔"

اوہ خیال رکھو امی کا۔"

"ہممممممم"

پھر وہ خود بولا۔

"ناراض ہو؟"

"کس لیئے؟"

"وہ شام کو وہ لڑکی.........یار میں تمہیں بتانا چاہتا تھا مگر تم ایبٹ آباد میں تھی اور میں تمہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا"......

وہ خاموش رہی۔

"میری بائیک کا مائینر سا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا چورنگی پر، میری ٹانگ اور بازو پر موچ آئی تھی، یہ لڑکی عروسہ اپنے کزن کے ساتھ مجھے ہاسپٹل لے کر گئی تھی۔"

اشنال نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ پھر بولا۔

"بس اسلیئے اسے یہاں دیکھ کر میں نے اس سے بات کرلی۔ یقین کرو میرا اس سے اور کوئی تعلق نہیں، اب کوئی ہماری مدد کرے تو اس کا شکریہ تو ادا کرنا ہوتا ہے نا۔"

اور اشنال یہ سوچنے لگی کہ یہ شکریہ کا کونسا طریقہ تھا۔

"ایشے ایسے مت کرو۔"

"کیا کیا ہے؟"

"خاموش مت رہو غصہ کرو مجھ پر۔"

"نہیں غصہ کیسا؟ تم نے بتا دیا سچ، ٹھیک ہے سب۔"

"ایشے مجھ پر بھروسہ رکھو، زئی صرف تمہارا ہے۔"

ہممممم.......

زئی مجھے نیند آرہی ہے کل بات کریں؟"

"ناراض تو نہیں ہو نا؟"

"نہیں۔"

لو یو میری جان۔

زئی کا فیک لاڈ اس کی آنکھوں کو گیلا کر گیا۔

ٹیک کئیر"...

فون بند کر کے اس نے سونے کیلئے آنکھیں بند کیں تو سیل پھر سے روشن ہوا، وہ سمجھی شاید زئی ہو گا مگر میسج تو زئی کا نہیں تھا مگر اس کے متعلق تھا۔

کسی unknown نمبر سے اسے زئی کی کنورزیشن کے سکرین شاٹ موصول ہوئے تھے ، وہ جو سوچے ہوئے تھی کہ تازہ لگے زخم کو دھونا کیسے تھا اسے ایک اور گھاؤ پڑگیا.....

زخم پر زخم لگے تو اذیت ناچ اٹھتی ہے۔

کاش محبت سے پہلے اذیت کا تخمینہ لگایا جاسکتا تو ہم اپنے حصے کی اذیت جان کر محبت ہی چھوڑ دیتے، کہ اذیت جھیلنا ہمارے بس میں نہیں۔

وہ نہیں جانتی تھی کس طرح اس نے وہ کنورزیشن پڑھی تھی، کس طرح وہ سانس لے رہی تھی۔

تمہیں مجھ سے محبت ہے ناں تو پھر یہ اشنال عبداللہ کون ہے ؟"

کون اشنال عبداللہ ؟"" اسکا زئی کہہ رہا تھا کون اشنال ؟

کون اشنال ؟

اسے لگا کسی نے اسے تیز گام کے نیچے کچل دیا ہو...

جیسے کسی نے اس کے جسم کو چھری سے کاٹ کر زرے زرے کر دیا ہو....

جب انسان کسی پر اندھا یقین کرلیتا ہے نا تو وہ اپنی آنکھیں بند کرلیتا ہے اور جب اس کا یقین ٹوٹتا ہے اس کی آنکھیں کھولتی ہے تو شاید تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے انسان کے جینے کی آس امید ختم ہو جاتی ہے۔"

جان کیوں تم پرائی لڑکی کو بیچ میں لا کر ٹائم اور موڈ دونوں خراب کر رہی ہو؟"

اس کا زئی کہہ رہا تھا اسے پرائی لڑکی......

وہ لڑکی جسے تم نے محبت میں اندھا کر دیا،

جسے دن رات محبت کے کلمے پڑھائے،

جسے اپنے سوا ساری دنیا سے کٹ کر دیا،

جسے اس مقام تک لے گئے، جہاں اسے زئی کے سوا کوئی دیکھائی ہی نہیں دیتا،

جسے اللہ اور رسول کی جھوٹی قسمیں کھا کر محبت کا یقین دلایا،

جسے رات بھر جگا کر محبت کے سور پھونکتے رہے،

جسے سکھایا کہ محبت میں کوئی تیسرا نہیں ہوتا،

محبت میں کبھی ناں نہیں ہوتی،

محبت میں سب کچھ جائز ہوتا ہے،

محبت کہہ دے کہ جل جاؤ تو جل جانا ہوتا ہے،

محبت کہے تو روتی آنکھوں، اور ٹوٹے دل کے پرزوں سمیت مسکرانا ہوتا ہے،

محبت کہے انا کو مار دینا ہوتا ہے،

محبت جو سکھائے اسے کسی صفحے کی طرح حفظ کرنا ہوتا ہے....

ا

ورجب وہ سب کچھ سیکھ گئی، تو اسے پرائی کہہ دیا...

اشنال عبداللہ جیسے میری دنیا کیا گیا حقیقت میں وہ ایک پرائی لڑکی تھی....

روتے روتے اس کی ٹانگوں سے جان نکلتی گئی، واش روم کے فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھی وہ سسکیوں سے روئی، کانپتے ہاتھوں سے وہ کبھی اپنی سسکیوں کو روکتی، کبھی دیوار کے ساتھ ٹکریں مارتی وہ پاگل ہو چکی تھی.....

"کیوں زئی کیوں کیا ایسا، کیا قصور تھا میرا کیا گناہ تھا میرا جو مجھ سے ایسے کھیل گئے، میری اچھی بھلی زندگی میں کیوں آئے تم اگر دھوکا دینا تھا، کیا کمی تھی زئی میرے پیار میں جو تمہیں اور لڑکیوں کے ساتھ رشتے رکھنے کی ضرورت پڑھ گئی، اتنا قریب لا کر میرے دل میں اپنے لئے ہر خواہش پیدا کر کے آج مجھے پرائی کر دیا کیوں زئی........... کیوں کیوں...............

اک تارا قسمت داڈوبیا کنارے تے

خامخا ہی جیوندے رے اس دے سہارے تے

جیڑے اک دن ٹوٹ جانڑے

موڑ کے نا جوڑ پانڑے.......سپنے او کوئی سجائے نہ رہا

زندگی چ کدے کوئی آئے نہ ربا۔

آئے جے کرے تا فر جائے نہ ربا

دینے سے جے مینوں بعد اچ ہنجوں

پہلا کوئی ہسائے نہ ربا

زندگی چ کدے کوئی آئے نہ ربا

کبھی کبھی مجھے لگتا ہے محبت عہ چڑیل، وہ ڈائن ہے، جو اپنی نارسازی کا انتقام لینے، ہر شخص پر اترتی ہے، جو آتی ہے ہمیں برباد کر کے چلی جاتی ہے.....

یہ سلسلہ ختم کیوں نہیں ہوتا؟

کوئی روکے محبت کو کتنے دل اجاڑ گئی ہے.....

ساری رات وہ روتی رہی۔ محبت میں ہمارا دل کبھی اتنا وسیع نہیں ہوسکتا کہ ہم اپنے اپنے زئی کو ہر کسی کے ساتھ شئیر کر سکیں۔

یہ سوچ کر وہ زئی کیلیئے پرائی ہے ایسے تھی جیسے کسی نے اسکی انگلی کا ناخن کھینچ کر نکالا ہو......

اور اگر زئی سے پوچھا جاتا تو وہ مانتا ہی نہیں ک اس نے بات کہی ہے، مان بھی لیتا تو دلیلیں بہت تھیں.....

وہ ایسا ہی تھا پل بھر میں مکر جانے والا، جھکنا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔

نیند ایسے روٹھی جیسے کسی نے اس کی اوپر نیچے کی پلکوں کو دور لے جا کر رسیوں سے باندھ دیا ہو، ساری رات گرم سیال آنکھوں سے نکل کر تکیے پر نشان بناتا رہا۔

ان کے تعلق میں یہ پہلی رات تھی کہ وہ ساری رات سو نا سکی....

آنسو دریا کے کسی ٹوٹے بند کی طرح بہتے رہے، گرم آنسو سوجن زدہ سرخ آنکھوں سے نکل کر اب تو آنکھوں کو بھی تکلیف دینے لگے تھے.....

آنکھوں کے آس پاس کی جگہ پر اونچے پہاڑ بن چکے تھے ہاں مگر یہ پہاڑ نرم تھے......

تہجد کا وقت آیا، گزر گیا۔ وہ بے حس لیٹی روتی رہی، پھر اس کے کان میں فجر کی اذان پڑی۔

آنکھوں کو بند کرنے میں اسے اذیت ہوتی، کچھ دیر بند آنکھوں کے ساتھ اذان سنتی رہی پھر نماز کیلئے اٹھ بیٹھی....

کچھ بھی تھا لیکن وہ نماز کی پابند تھی....

مگر ایسی نمازوں کا کیا جس میں زبان تو پڑھے مگر دماغ سن نا سکے، دل محسوس نا کر پائے....

جب دل میں کسی غیر کی محبت، اللہ کی محبت کی جگہ بسیرا کر لے، تو اس دل میں سکون ختم ہو جاتا ہے اور بے سکونی بھر جاتی ہیں۔

جب ہم کسی سے محبت کرتے ہیں تو اس کے دل میں کسی دوسرے کی محبت دیکھ کر تڑپ جاتے ہیں، تو سوچوں اللہ کی محبت تو ستر ماؤں سے زیادہ ہے تو کیسے اپنے بندے کے دل میں کسی غیر کی محبت رہنے دے سکتا ہے، وہ انسان کو اسی بندے کے ہاتھوں توڑ دیتا ہے، اور جب انسان ٹوٹا بکھرا وجود لے کر اللہ کے در پہ جاتا ہے، تو وہ اسے جوڑ دیتا ہے اپنی محبت ڈال کر۔

پاگل صرف پاگل خانوں میں ہی نہیں ہوتے، ہمارے تمہارے گھروں میں بھی ہوتے ہیں۔ محبت پاگل کر دیتی ہے، کبھی ہم روتے ہیں کبھی قہقہے لگاتے ہیں۔
پاگل خانوں میں موجود پاگل تو خوش نصیب ہیں جنہیں صرف ماضی میں رکھ کر حال اور مستقبل سے بچا لیا گیا ہے۔ گھروں میں موجود پاگل ماضی، حال مستقبل کے دہرے عذاب میں ہیں۔
پاگل تو ہم سے اچھے ہیں، اپنی مرضی سے کھل کر ہنس یا رو تو سکتے ہیں، ہم جیسے پاگل ہنسیں تو نخوت سے دیکھا جاتا ہے، روئیں تو لعنتیں دی جاتی ہیں....
ہم ہنسیں تو پوچھ گچھ، روئیں تو باز پرس.....
کیا تم سمجھ سکتے ہو اس انسان کا دکھ جو پاگل بھی نا ہو، اور ہوش میں بھی نا رہ پائے....؟؟

زیادتیاں جب حد سے بڑھ جائیں تو برداشت ختم ہونے لگتی ہے، اشنال کی برداشت بھی جواب دے گئی تھی....

روز روز ایک نیا افیئر........وہ بکھرنے لگی تھی۔

وہ اپنی معمولی چیزیں شئیر نہیں کرتی تھی، زئی تو پھر جیتا جاگتا انسان تھا۔

وہ زئی کو شئیر نہیں کر سکتی تھی، کسی کے ساتھ بھی نہیں، کسی حال میں بھی نہیں۔

جو تکلیف وہ خود محسوس کرتی تھی، اس نے سوچا ایک بار زئی بھی محسوس کرے کہ اپنی محبت کو کسی اور کے ساتھ دیکھنا سانس رک جانے جیسا ہوتا ہے۔

پھر اس نے جو سوچا وہ کر دکھایا.....

آج فروا کی مایوں تھی، وہ شام پانچ بجے ہی فروا کے گھر چلی آئی تھی، اور اب رات کے دس بج رہے تھے۔

دلہا والوں نے رسم کرنے آنا تھا، اشنال نے دلہن کی بیسٹ فرینڈ ہونے کی حیثیت سے خوب تیاری کر رکھی، ہاف وائٹ شیفون کے لہنگے پر گولڈن ستاروں والا بلاؤز جو اس کی کمر کو کور کئے ہوئے تھا، ہاف وائٹ نیٹ کے دوپٹے کو شانوں پر سلیقے سے پھیلایا ہوا تھا، دوپٹے کے چاروں اطراف لیس لگی ہوئی تھی، کلائی پر چھن چھن کرتی چوڑیاں اور گجرے

سجے تھے، بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنا تھا، ماتھے پر گول سا ٹیکا سجا تھا، کانوں میں بڑے آویزے پہنے تھے، ناک میں چمکتی نوز رنگ، لائٹ سا میک اپ کیئے بلاشبہ وہ آج ویسی بن کر آئی تھی جیسے زئی اسے دیکھنا چاہتا تھا۔

فروا کے بڑے بھائی سے زئی کی دوستی بہر حال تھی، وہ بس اس کے چھوٹے بھائی یاسر سے چڑتا تھا۔

ہاتھوں میں کیمرہ لئے وہ فروا کے بھائی یاسر کے پاس آئی، جو اس وقت اسٹیج کی ڈیکوریشن میں لگا تھا۔

اشنال نے مخاطب کیا اور اس سے کچھ پوچھنے لگی، وہ اسے کیمرا فنکشنز سمجھا رہا تھا۔ عین اسی وقت ہال میں زئی انٹر ہوا، اس کے ہاتھ میں گیندے کے پھولوں کا ٹوکرا تھا۔

اشنال کو یاسر کے پاس کھڑا دیکھ کر زئی کو آگ لگ گئی، اس نے ٹوکرا زمین پر پھینکا تو کچھ پھول اچھل کر زمین پر بکھر گئے، جیسے اس وقت یقیناً زئی کے دل کے پرزے بکھرے تھے۔

وہ کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھتا الٹے قدموں پیچھے ہٹا، اشنال نے ایک نظر زئی کو دیکھا اور پھر یاسر کو، دلکشی سے مسکرا کر وہ واپس گھر کے اندرونی جانب پلٹ گئی....

زئی کے اندر خاندانی خون کھولنے لگا، اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں، ایک جھٹکے سے ہال کا پردہ اٹھا کر باہر نکل گیا.....

اشنال کے اندر ڈھیروں سکون اتر آیا۔ آخر اس نے تمام تر زیادتیوں کا بدلہ ایک ہی وار میں لے لیا تھا، شاید وہ اسے دکھانا چاہ رہی تھی کہ اپنی شے کو شئیر کرنا کتنا تکلیف دیتا ہے۔ وہ اسے دکھانا چاہ رہی تھی کہ جب وہ زئی کو کسی اور کے ساتھ دیکھتی اس سے بھی کئی زیادہ بری حالت میں ہوتی، مگر وہ بھول گئی، کچھ لوگ ہماری طرف سے کسی غلطی کے انتظار میں ہی ہوتے ہیں....

عورت کو ایسی غلطیاں مہنگی پڑ جاتی ہیں۔

اشنال نے ایسا کر کے بہت بڑی غلطی کر دی تھی، اس نے اپنے کردار پر کالک مل دی تھی۔

عورت مرد کے بڑے بڑے گناہوں کو بخش دیتی ہے مگر مرد ایک ذرہ سی غلطی پر اسے بدکردار قرار دے کر دھتکار دیتا ہے اور پلٹ کر نہیں دیکھتا، خواہ عورت کی غلطی ذرہ برابر ہو یا غلط فہمی ہی کیوں نہ ہو عورت اس کے لیے بدقردار ہو جاتی ہے.....

وہ رات اشنال نے فروا کے گھر گزاری تھی، وہ اس کی بیسٹ فرینڈ تھی اور فروا کا یہاں آخری دن تھا، اگلے دن اسے یہاں سے چلے جانا تھا۔ آج کا دن اسے فروا کے نام کرنا تھا....

مہندی کا فنکشن رات ڈیڑھ بجے کے قریب ختم ہوا تو ساری سہیلیاں فروا کو لے کر اس کے روم میں آگئی، جہاں انہوں نے رتجگا منانا تھا۔ ڈانس کا ماحول فل آن تھا، فروا کی بیسٹ فرینڈ ہونے کے ناطے ساری لڑکیوں نے اصرار کیا کہ اب وہ حق ادا کرے، فروا کے اصرار پر اس نے بھی رقص کیا....

خوبصورت لہنگے میں دیوانی پر رقص کرتی وہ بلاشبہ دیوانی لگ رہی تھی۔

زخم ایسا تونے لگایا، دیوانی دیوانی دیوانی

دیوانی ہوگئی۔

مرہم ایسا تونے لگایا، روحانی روحانی روحانی

روحانی ہوگئی۔

اس کا انگ انگ سرور میں تھا، وہ زئی کو ہرا آئی تھی، رقص تو بنتا تھا۔

پہچان میرے عشق کی اب تو.....

میں دیوانی ہا دیوانی دیوانی ہوگئی۔

اس کی آنکھوں میں آنسوں اتر آئے تھے، جو عورت مرد کو ہرانے کا سوچتی ہے ناں وہ خود ہار جاتی ہے۔

اشنال عبداللہ ہار گئی تھی، نا صرف اپنے زئی کو بلکہ وہ ایسی دیوانی تھی جو سب کچھ ہار گئی، سب کچھ اپنی انا، اپنی محبت، اپنے خواب، اپنی عزت، اپنا سکون اپنا...... سب کچھ۔"

بارات کے بعد گھر پہنچ کر وہ سونے لیٹی تو اسے زئی کا ٹیکسٹ آیا......

"نیا بوائے فرینڈ مبارک ہو اشنال عبداللہ۔۔"

اجنبی پن کی انتہا پر وہ اس کا پورا نام لیتا تھا۔

"تکلیف تو ہوئی ہوگئ نا، میرا بھی سانس رکتا تھا زئی، جب جب میں تمہیں کسی اور کے ساتھ دیکھتی تھی۔" وہ مسکرائی۔

"نہیں "مجھے بلکل بھی تکلیف نہیں ہوئی، میری نظروں سے گر چکی ہو تم، میں تمہارے لئے کچھ فیل نہیں کر رہا، اچھا برا کچھ نہیں..... انجوائے کرو"....

زئی کے اجنبی روئیے سے اسے پہلی بار احساس ہوا اس نے کتنی بڑی غلطی کر دی تھی۔

مرد خود چاہے کتنی عورتوں کے ساتھ بسر کر آئے مگر عورت کی ایک نظر کسی اور کیلئے برداشت نہیں کر سکتا۔

عورت کو مرد کے ساتھ مقابلہ کرنا مہنگا پڑتا ہے۔

"میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، میں نے سب صرف تمہیں دکھانے کیا تھا۔"

"ہاہاہاہاہا۔" وہ ہنسا تھا۔

ڈرامے باز لڑکی، میرے منہ پر کھڑے ہو کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایک لڑکے کے ساتھ گپے مار کر ہنس رہی تھی، اور مجھے کہہ رہی ہو تمہیں دکھانے کو کیا تھا۔

"زئی اس وقت اس جگہ کھڑے کھڑے مر گیا تھا ایشے۔

اب میرے دل میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے، تم میرے لئے باقی ساری لڑکیوں کی طرح ہو گئی ہو جو کسی سے بھی بات کر لیتی ہے اس نے کال کاٹ دی تھی۔

اشنال نے پھر سے کال کی۔

میں کال نہیں اٹھاؤ گا کہ تمہاری آواز سن کر میرا غصہ کم ہو جاتا ہے، غلطی تم کر چکی ہو اس کے بعد یہی ٹھیک ہے کہ تم آئندہ مجھے ٹیکسٹ نا کرو"...

تم..... تم بھی تو یہی سب کرتے تھے، تم نے سوچا میں کیسے برداشت کرتی تھی؟"

میں تو مرد ہوں نا، کر سکتا ہوں۔

بات ہی تو کرتا تھا نا، کونسا کوئی ریلیشن تھا میرا کسی سے، تم اپنے لڑکی ہونے کا خیال کر لیتی۔"

"زئی...زئی میں" ......

بس مجھے کچھ نہیں سننا"...

اووہ واقعی گر چکی تھی، زئی کی نظروں میں، اپنی نظروں میں....

ہمارے معاشرے کے کچھ لوگوں نے مرد کو یہ کہہ کر شیر بنا دیا ہے، کہ وہ مرد ہے سب کر سکتا ہے۔

دنیا والے بھی مرد کے غلط کاموں کو یہ کہہ کر ڈھانپ لیتے ہیں کہ مرد تو کر سکتا ہے۔

جو کام مرد کرتے ہوئے عزت برقرار رکھے ہوئے ہے اور عورت اس کا سوچ کر ہی بد کردار کہلائی جاتی ہے.....

اس دنیا میں عورت اور مرد ایک جیسے جرائم کی سزا ایک ہی نہیں ہے جانے کیوں۔ ؟

عورت کو ہر معاملے میں صبر کا کہا گیا ہے، لیکن جب اشنال عبداللہ جیسی لڑکیاں صبر نہیں کرتیں بدلے پر اتر آتی ہیں ناتوان کا حال بھی اشنال عبداللہ جیسا ہوتا ہے۔

"زئی میں ایسی نہیں ہوں، میں نے تمہیں وہ سب فیل کرانا چاہا تھا۔ آئی ایم سوری زئی مجھ سے غلطی ہو گئی..

"وہ اشنال عبداللہ تھی، بہت جلدی ہار مان لیتی تھی۔

"افسوس اشنے میں تمہیں ایسا نہیں سمجھتا تھا۔ "

اور وہ اسے کہتی ہی رہ گئی کہ زئی میں ایسی نہیں ہوں۔

"میں تم سے محبت کرتا تھا، کرتا ہوں، کرتا رہوں گا، مجھے افسوس ہے کہ تم ایک اچھی لڑکی تھی مگر اب نہیں رہی۔ اس سب کے بعد میرا تم پر سے اعتبار ختم ہو گیا ہے، اور جہاں اعتبار ہی نا ہو وہاں ساتھ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

مجھے تو یہ سوچ سوچ کر ہول اٹھتا ہے جانے کس حد تک تم دونوں کی اٹیچمنٹ رہی ہوگی، آخر اس کے گھر بھی تو جاتی رہی ہو ناں۔ "

اشنال کو سانپ سونگھ گیا تھا......

"نفرت ہو رہی ہے مجھے اپنے آپ سے کہ تم جیسی لڑکی سے محبت کی میں نے۔

دفع ہو جاؤ میری نظروں سے دوبارہ کبھی مت آنا"....

"ایسا مت کرو زئی، میں مر جاؤں گی۔ "

"اس کے بعد تم مر ہی جاؤ تو اچھا ہے۔ میں تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا.... میرے سامنے مت آنا دوبارہ......

اور اشنال عبداللہ کو ایک مرد سے انتقام لینا بھاری پڑا تھا، زخم بہت گہرا تھا، بہت گہرا.......

ہم لڑکیوں کو حدیں پار کرنا مہنگا پڑتا ہے......

دو مہینے دونوں نے ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی، دونوں اپنی اپنی جگہ ناراض تھے، دونوں ہی ضدی اور انا پرست تھے....
ان دو مہینوں میں وہ نچڑ گئی تھی، گلابی مائل رنگت کملا کر رہ گئی تھی۔
یہ کیسی بددعا تھی جو اسے لگی تھی کہ زئی نام کا آسیب اس کے حواسوں سے بچھو کی طرح چمٹ گیا تھا، وہ اسے سوچتی اور اتنا سوچتی کہ اس کے آس پاس کچھ اور سوچنے کا وقت ہی نہیں رہتا، وہ بھول گئی تھی کہ اس کی زندگی میں کچھ لوگ زئی کے علاوہ بھی ہیں جنہیں اسے دیکھنا تھا.....
ان دو مہینوں میں وہ ہر رات روتے روتے سوتی، یہ تو طے تھا وہ زئی کو بھول نہیں سکتی تھی...
وہ جب جب شدید تکلیف میں ہوتی تو وہ میسج ٹائپ کرتی مگر اسے سینڈ کر کے سٹاپ کر دیتی.....

اس کی ازیت دن بادن بڑھتی جارہی تھی....اس کے روز کے میزج میں ایک ہی سوال ہوتا تھا، کیوں زئی کیوں کیا ایسا، اپنی باری تکلیف برداشت نہ ہوئی میں جو آئے دن برداشت کرتی تھی وہ کیا تھا،

زئی ایک لمحے میں تم نے مجھے پرایا کر دیا چار سال کی محبت میں تمہیں مجھ پر اتنا بھی بھروسا نہیں تھا، تم اتنی جلدی بھول گئے مجھے کیوں زئی کیوں......

اک تھ پہ تھا بھروسا توزباں سے پھر گیا

اک پل میں آسماں سا کوئی جیسے گر گیا..

تیرے قدموں میں تھا رکھا میں نے یہ جہاں

ٹھکرایا تو نے مجھ کو جاؤں میں کہاں !!..

میری سمجھ نہ کجھ بھی آوے

میری جان چلی نہ جاوے !!...

اک تیرے بعد جینا ہے سزا!!!...

اسے بخار اٹھا جو بڑھتے بڑھتے ٹائیفائڈ کی شکل اختیار کر گیا، آئے دن ہاسپٹل کے چکر لگاتے راستے میں اسے دو تین بار زئی نے بھی دیکھا تھا، مگر ایک بار بھی اسکا حال پوچھنے کو ٹیکسٹ نہیں کیا۔ پندرہ دن وہ ٹائیفائڈ میں جھلتی رہی، اس نے نہیں آنا تھا، وہ نہیں آیا......

دو مہینے اور تیرہ دن بعد بالآخر اسے زئی کا میسج آ ہی گیا....

"کال می ایشے۔"

اس انجانی خوشی میں وہ سکرین کو حیرت سے تکتی، آنسو بہتے سکرین دھندلا جاتی، آنسو پونچھتی پھر دیکھتی، وہ زئی ہی تھا بلاشبہ.....

"ایشے میری جان میں غصے میں تھا۔ آئی ایم سوری، مجھے یقین ہے تم ایسی نہیں ہو، بس مجھے غصہ آگیا تھا۔

واپس آجاؤ، میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا، میں نے غصے میں بکواس کر دی تھی، واپس آجاؤ پلیز۔

تم جیسا کہو گی میں ویسا بن جاؤں گا۔۔ بس مجھ پر ٹرسٹ کرو۔

میں تم سے محبت کرتا ہوں، خدا کی قسم ایشے، میری لائف میں کوئی اور نہیں سوائے تمہارے، پلیز کم بیک۔۔"

آئی وانٹ یو ٹو اسٹے ان مائی لائف۔۔۔"

وہ مان گئی تھی، کیونکہ وہ زئی کے علاوہ کچھ سوچ نہیں سکتی تھی۔ محبت سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفلوج کر دیتی ہے......

اور یوں وہ ایک بار پھر سے مل گئے تھے.....

مگر شاید ہمیشہ بچھڑنے کیلیئے.....

کسی دی موت داو چھوڑا، پھر صبر دے جاندے!!!...

جیوندیاں داو چھوڑا، جان لے جاندے!!!...

وہ واپس لوٹ آیا تھا مگر فری ٹھیک کہتی تھی، وہ بدل نہیں سکتا تھا، اور سب اشنال نے خود ہی کو بدلنا تھا۔

خود کو بدلنا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے، وہ خود ہی کو بدلنے کی کوشش میں تھی۔

زئی کے پاس اس کیلیئے وقت ہی نہیں تھا، وہ ڈھیروں میسجز کرتی جس پر ایک ہی جواب آتا، ابھی بزی ہوں، کام پر ہوں، گھر جا کر کال کرتا ہوں۔

صبح سے شام انتظار کرتے کرتے رات آتی تو کہہ دیتا نیٹ پرابلم ہے، سگنل نہیں آرہے، جس کا فون ٹونٹی فور آرز اس کے ہاتھ میں رہے اور وہ پھر بھی رپلائے نا کرے،

اکثر تو وہ حد کر دیتا تھا کہ تمہارا کوئی میسج آیا ہی نہیں، ایسے میں انسان سمجھ جاتا ہے کہ اس کی لائف میں آپ کی حیثیت صفر ہو کر رہ گئی ہے۔

یا پھر یہ بھی ہو سکتا ہے، جس مرد کے دل میں چور ہوتا ہے نا وہ عورت سے دور بھاگنے لگتا ہے جو اسے جج کر لیتی ہے۔

وہ اسے یہ نہیں کہتا تھا کہ اسے محبت نہیں ہے، وہ اسے عملاً بتا تا تھا کہ اسے کچھ بھی نہیں رہا، یا شاید کچھ تھا ہی نہیں....

اور اشنال ایک ذہین لڑکی تھی، وہ زئی کو سمجھ چکی تھی۔ "

اب اس کے افیئرز وہ اگنور کر دیتی، بلکہ اب وہ اسے کسی کے ساتھ دیکھتی بھی تو مسکرا دیتی۔ "

وہ اس سے محبت نہیں مانگتی تھی، وہ اب اس سے وقت بھی نہیں مانگتی تھی، بلکہ اس نے زئی سے کچھ مانگنا ہی چھوڑ دیا تھا۔

وہ تو صرف اپنے لئے اس کے پاس جاتی تھی، کیونکہ وہ کسی اور کے پاس نہیں جانا چاہتی تھی۔

اسے اس بات سے غرض نہیں تھی کہ زئی کتنی لڑکیوں میں انٹرسٹڈ ہے، یا زئی اس سے محبت نہیں کرتا، اس کیلیئے یہ کافی تھا کہ وہ زئی سے محبت کرتی ہے، اور کبھی کبھی ہم اس نہج پر پہنچ جاتے ہیں جہاں ہمارے لئے کسی سے بات ہونا ہو ضروری نہیں ہوتا بلکہ اس کی موجودگی ہی کافی ہوتی ہے۔

اس بات کو بھی زئی نے غلط وے میں لیا تھا اور کہا تھا...

"تمہیں محبت نہیں رہی، تم بس نبھا رہی ہو۔"

وہ تھک کر مسکرا دیتی، کہ آخر وہ کرے تو کیا کرے، جب وہ محبت لٹاتی تھی تب اسے نظر نہیں آتا تھا، تب بھی وہ ہنسا ہی تھا۔ اسے سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ ایسا کیا کرے کہ زئی اس سے سٹیسفائیڈ ہو جائے.....

مگر شاید دل کے تحت پر جب ایک عکس چھا جائے تو باقی کا ہر فرد بے معنی ہو جاتا ہے۔

اور زئی کے دل پر جو بھی تھا، اشنال عبداللہ نہیں تھی....

اتنا تو وہ سمجھ گئی تھی۔

وہ روز لڑتے چھوٹی چھوٹی باتوں پر..... یونہی خفا راضی رہنے میں وقت گزارنے لگا تھا.....

وہ چھت پر ٹیوشن پڑھا رہی تھی جب وہ انجان لڑکیاں اس کا پتا پوچھتی چھت پر اس سے ملنے آئیں۔

"تو تم ہو اشنال عبداللہ۔" ان میں ایک لڑکی نے طنزیہ نگاہوں سے اشنال کو دیکھا....

"آپ کون؟"

"زئی کی فیانسی ہوں میں علیزے۔"

اور اشنال کو لگا کسی نے بجلی کی ننگی تار اس پر پھینک دی ہو......

یقین نہیں آ رہا؟ یقیناً زئی نے نہیں بتایا ہو گا، اس کا کہنا ہے جس سے عشق ہوتا ہے اسے پردوں میں چھپا کر رکھا ہے۔"

"وہ ایک ادا سے مسکرائی۔

"میں زئی کے بڑے ماموں کی بیٹی ہوں، پی ایچ ایس سوسائٹی میں رہتی ہوں۔ زئی کراچی میرے لئے آتا ہے صرف میری لئے، وہ میرے علاوہ کسی سے محبت نہیں کرتا۔"

اس کے لفظوں میں یقین بول رہا تھا......

"تم جیسی لڑکیاں تو بس اس کی وقت گزاری ہیں، مجھ سے ناراض ہوتا ہے نا جب تو ایک آدھ افئیر بنا لیتا ہے، بس ایک تم ہو جو کسی جن کی طرح اس کے ساتھ چپک گئی ہو۔

بتایا تھا اس نے مجھے تمہارا کہ تم چھوڑنے کے بعد بھی اس کے پاس لوٹ جاتی ہو۔

پاگل لڑکی، خود کو برباد مت کرو، تمہارا نہیں ہے وہ، نا ہو سکتا ہے۔ وہ میرا تھا، میرا ہے، اور میرا رہے گا"....

پھر اس نے اپنے بائیں ہاتھ کی وہ انگلی دیکھائی جس پر رنگ موجود تھی۔

"ایک ثبوت یہ ہے...مجھے پتا تھا تم ثبوت مانگوگی۔"

پھر اس نے اپنا سیل فون نکالا اور زئی کی کنورزیشن اشنال کے سامنے رکھی۔ جسے پڑھتے اشنال کی آنکھوں میں آنسو کی جگہ پہلی بار خون دوڑا تھا۔

"مجھے لگتا ہے تمہارے سمجھنے کے لیے اتنا کافی ہے، وہ تمہیں منزل نہیں دے سکتا، اس کے پیچھے مت بھاگو۔

زندگی کو سمجھ جاؤ اشنال اس سے کہ زندگی ختم ہو جائے۔ اپنا خیال رکھنا، چلتی ہوں۔

"تم اچھی لڑکی ہو، یقیناً میری بات سمجھ جاؤ گی""...

وہ خود تو چلی گئی مگر اشنال کو جھکڑو کی زد میں لا گئی۔ "

کیا تھی اشنال کی اوقات.....

کسی کی اترن کو پہنے والی.....

ماتھے پہ جو لکھی تھی قسمت

اس میں نہیں تھی کسی کی محبت"...

تڑپ تڑپ کے ترس ترس کے

دل کو رجاوے نا کوئی بغاوت"....

عمرہ ہاں جاگی، میں ڈر ڈر کے

یوں گٹ گٹ کے، یو مر مر کے".....

وہ دو منٹ میں اشنال کو اس کی اوقات یاد دلا گئی تھی...

زئی کی ووت گزاری کا سامان....

زئی کے پارٹ ٹائم کا شغل....

زئی کے دل بہلانے کا کھیلونا....

اشنال کی محبت زئی کے دھوکے کی زد میں آ گئی.....

اس بار سب کچھ ختم ہو گیا تھا....

رات کو زئی کا ٹیکسٹ آیا.....

"موڈ پھر سے بدلنے لگا ہے تمہارا، ایشے؟"

"پیاری ہے تمہاری منگیتر۔"

او تو وہ تم سے ملنے آئی تھی۔"شاید وہ سمجھ چکا تھا۔۔۔

"تمہیں یاد ہے زئی ایک بار میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ اگر ایسا کچھ ہے تو تم مجھے بتا دو ابھی سے۔

تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا زئی؟"

اسکرین پر گرتے آنسو اسے ٹیکسٹ لکھنے اور میسج پڑھنے سے روک رہے تھے......

"ایشے ایسا کچھ نہیں ہے جیسا تمہیں بتایا گیا ہے۔"

پھر کیسا ہے زئی؟ تم مجھے بتا دو کیسا ہے؟"

"میں تمہیں نہیں بتا سکتا، نا میں تمہیں بتاؤں گا"..

آہ..... تم مجھ پر شک کر رہی ہو؟"

"نہیں زئی، جہاں حقیقت سامنے آجائے شکوک وہیں دم توڑ جاتے ہیں۔"

"اوکے فائن، تو تمہیں جانا ہے، ٹھیک..؟"

اپنا خیال رکھنا، دعا ہے ہمیشہ خوش رہو۔"

"ایشے پاگل مت بنو، میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ کسی ایکس وائے زیڈ سے نہیں"....

"بس کرو زئی، اور کتنا شرمندہ کرو گے محبت کو؟"

" بکواس بند کرو ایشے۔ تمہیں حقیقت نہیں پتا۔"

"تو تم مجھے حقیقت بتاؤ نا زئی، کیوں مجھے سولی پہ لٹکا رکھا ہے؟"

کیوں مجھے پل پل اذیت دے رہے ہوں ؟"

میں تمہیں بتا نہیں سکتا، بس اتنا کہہ رہا ہوں مجھ پر ٹرسٹ کرو۔ "

وہ ہنسی۔ "

"ٹرسٹ کیلئے کچھ چھوڑا ہی نہیں تم نے"..

"تمہارا جانا میرے لئے کوئی ایشو نہیں ہے، تم نے جانا ہے جاؤ، میں نہیں روکوگا، میں تنگ آگیا ہوں، تمہاری روز روز کی لڑائیوں سے....

اچھا ہے جاؤگی سکون، میں تو سکون میں رہونگا۔ "

کوئی پوچھے میرے دل سے

کیسے یہ زہر پیا ہے...

مرنا کس کو کہتے ہیں

جیتے جی یہ جان لیا ہے....

بے درد زمانے سے میں

کوئی شکوہ کروں تو کیسے....

ہمدر جسے سمجھا تھا

اس نے ہی تو درد دیا ہے.....،

ہائے ربا، ہائے ربا

کوئی درد نہ جانے میرا.....

محبت ایسا بھی حال کرتی ہے، کہ پھول لہجے شعلے بن جاتے ہیں۔

میرے آنسوں قرض ہیں تم پر زئی....،"

میرا خدا تم سے پوچھے گا"......

"کیسے آنسوں، نا محرم کے آنسو، ایک چیز سرے سے ہے ہی غلط اسکا کیا گناہ کیا ثواب"....

اور کیا گناہ کیا ثواب"....

اور گناہ تم نے کیا ہے، خدا مجھ سے کیوں پوچھے گا....؟

جاؤ اور اس بار واپس نا آنا"...

وہ ایک لڑکا

جو ایک عرصے تک

ایک غیر محرم لڑکی سے

اپنی بے پناہ محبتوں کا

دعویٰ کرتا رہا

آج سسر لڑکی کو

ایک "اچھی بات" بتا رہا ہے۔

کہ اچھی لڑکیاں "کسی غیر محرم سے

محبت نہیں کرتیں۔

کتنی آسانی سے وہ سسرے گناہ اشنال کے سر تھوپ گیا تھا۔

کتنی آسانی سے گنہگار ٹھہرا گیا تھا۔

کیا وہ واقعی اکیلی گنہگار تھی؟"

کیا زئی اس کے ساتھ اس گناہ میں شریک نہیں تھا؟ یا وہ سب زئی کے لیے جائز تھا؟

کیا نامحرم محبت کا گناہ عورت کے کھاتے میں ہی لکھا جاتا ہے؟

کیا مرد واقعی بری الزمہ ہوتا ہے؟

کئی سوال تھے اس کے پاس مگر سننے احتساب کرنے والا کوئی نہیں تھا....

مگر پہل اس نے کی تھی......سو......اس نے مان لیا تھا وہ ایک بری خراب اور گنہگار لڑکی ہے۔

اس رات وہ دیواروں سے ٹکریں مار مار کر روئی تھی، ساری رات وہ اتنا روئی کے اس کی آنکھیں سوجھ گئیں، اس کا گلہ بیٹھ گیا......

وہ شخص جو اس کے ساتھ محبت میں برابر کا شریک تھا، مگر درد اس اکیلی کے حصے میں آیا تھا کیونکہ وہ عورت تھی۔ اپنے حق کے لیے کس کو کہتی کس سے اپنی بے شمار محبت کا صلہ مانگتی، وہ تو خدا کی بھی گنہگار تھی۔

اس رات اور اس سے آگے آنے والی کئی راتیں وہ سو نہیں سکی تھی۔

راتوں کو خاموش کمرے میں اس کی سسکیاں گونجتی، کبھی اپنی سسکیوں کو روکتی، کبھی گھٹن اس قدر بڑھ جاتی کہ وہ رونے لگتی ایسا محسوس ہوتا کہ ابھی دل درد سے پھٹ جائے گا، جان نکل جائے گی، مگر یہ سیسی اذیت ہوتی ہے اس درد میں کسی کو موت نہیں آتی، یہ درد نا چاہتے ہوئے بھی سہنا پڑتا ہے۔"

وہ کہہ رہا ہے مالا تیری سوچ ہی غلط ہے۔

میں نے اسی کو سوچا یعنی کہ وہ غلط تھا؟

وہ زندگی سے تنگ آگئی تھی، وہ فرار چاہتی تھی، مرنے کی دعا مانگتی تھی، مگر موت مانگنے والے کو موت نہیں ملتی اور زندگی مانگنے والے کو جینا نصیب نہیں ہوتا.....

رمضان کا آخری روزہ تھا، بابا کی طبیعت آج پھر بگڑ گئی تھی۔ ہاسپٹل سے واپسی پر بستر پر لیٹے بابا نے اسے پکارا۔

"ایشے پتری۔"

"جی بابا۔"

"پتری ایبٹ آباد چلیں؟"

"بابا....؟"

"میں اس شہر میں نہیں مرنا چاہتا، میں چاہتا ہوں مرنے کے بعد مجھے ایبٹ آباد کی زمین نصیب ہو۔"

"استغفراللہ بابا"، کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ، کچھ نہیں ہوگا آپ کو دیکھنا، بھلے چنگے ہو جائیں گے آپ۔"

وہ انھیں حوصلہ دینے لگی۔

ایک ساتھ کئی دکھوں نے اسے آگھیرا تھا.....

تھکا دیا تھا زندگی نے اسے......

حقیقت تو یہ تھی وہ خود بھی اس شہر سے دور جانا چاہتی تھی،

اس شہر میں زئی کی خوشبو اسے تنگ کرتی تھی۔

اس کے بائیک کی آواز پگھلے ہوئے سیسے کی طرح محسوس ہوتی۔

وہ اس شہر میں میرے لئے آتا ہے، یہ جملہ اسے رات میں سونے نہیں دیتا تھا۔

اس نے سنا تھا، جس محبت کا آغاز اور اظہار عورت کی طرف سے ہو اس محبت کی کوئی اوقات کوئی منزل نہیں ہوتی....

واقعی وہ مان گئی تھی، اور پھر جب آغاز اور اظہار میں پہل اس نے کی تھی تو اب محبت کا انجام بھی اسے ہی بھگتنا تھا۔

رشتوں میں دوری تو وہ کر چکا، اب بس راستوں میں دوری باقی تھی......

وہ باپ بیٹی دونوں فرار چاہتے تھے، مگر شہر بدلنے سے دلوں پر چھائے بوجھ کہاں کم جاتے ہیں۔

فرار صرف ایک ہی صورت میں ممکن ہے اور وہ تھی موت.....

اور دونوں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوئی تھی......

پراپرٹی ڈیلر کے ہاتھ گھر بیچ کر انھوں نے باقی کا قرض ادا کر دیا تھا۔

عیدالفطر کے پانچویں روز انہوں نے اپنے اس گھر کو آخری بار نظروں میں بھرا اور ٹرین کے ذریعے ایبٹ آباد کیلیئے نکلے......

گھر کی دہلیز سے گلی کے آخر تک ہر قدم کے ساتھ آنسو اس کے شہر کی زمین میں جذب ہوتے رہے۔

صبح بعد از فجر گلیاں سنسان تھیں، وہ زمین پر بیٹھی اور مٹھی میں ریت کو بھر کر ٹشو میں بند کر دیا۔

"جس شہر کو تیرے قدموں نے چھوا

واللہ میں اس مٹی کے صدقے"

وہ رو رہی تھی، اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی، پانی کی چند بوندیں اس کے چہرے پر پڑیں....

تو اس کے جانے پر آسمان بھی رو رہا تھا....

گھر سے پلیٹ فارم تک کے راستے وہ روتی آنکھوں سے آنسوں خشک کرتی اور اس شہر کی ایک ایک گلی کو اپنی آنکھوں میں بھر لیتی۔

ٹرین نے سائرن دے کر جھٹکا کھایا۔ کراچی کے رینگتے منظر اس سے کھونے لگے، وہ اب بھی رو رہی تھی، اس کے آنسو ٹرین کی کھڑکی کو گیلا کر رہے تھے.....

اور رونا تو شاید اس کی قسمت میں لکھ دیا گیا تھا.......

وہ اسے اس کیلیئے چھوڑ آئی تھی، جس کیلیئے وہ اس شہر آتا تھا....

ایبٹ آباد آئے انہیں پندرہواں روز تھا، جب اس کے بابا کو شوکت خانم میموریل ہاسپٹل سے واپس لایا گیا۔

کسی نے جب اس سے کہا کہ تمہارے بابا کو ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے، وہ چیخی اور لڑنے لگی۔

"ڈاکٹر خدا تو نہیں ہیں جو جواب دے دیں۔"

پھر ایک صبح اس کی آنکھوں کے سامنے اس کی زندگی اجڑ گئی.....

بابا بھی چھوڑ گئے.....

کراچی سے اسے سب فرینڈز کی کالز آئیں سوائے زئی کے...

اسے انتظار تھا اس کی کال کا، یا یوں کہہ لے کہ اس کے کوٹ آنے کی امید.....

مرد بھی بڑی عجیب شے ہے، عورت کی آنکھوں سے ستارے نوچ کر اسے بے نور کر کے لاوارثوں کی طرح پھینک جاتا ہے...

اور پھر......

لاوارث قبروں پر

دعائیں کون کرتا ہے۔

بابا کی ڈیتھ کے بیسویں روز اسے فروا کی کال ملی تو اس نے پوچھا۔

"اسے بابا کی ڈیتھ کا بتایا تھا فری؟"

"ہاں"

"کیا کہاں اس نے؟"

"وہی بات جو وہ تمہیں ہمیشہ کہتا تھا، کہہ رہا تھا سبھی نے مرنا ہے"....

ابھی وہ اس جملے سے نہیں نکلی تھی کہ فری کا ایک اور لفظ اس کی روح قبض کر گیا۔

"ایشے۔"

"ہمممم۔"

وہ شادی کر چکا ہے۔ جس دن انکل کی ڈیتھ ہوتی تھی،

اس شام زئی کی مایوں تھی"....

شاید اس سے آگے بھی فری نے کچھ کہا ہوگا مگر فون پر اس کی گرفت اتنی ہی رہ سکی تھی،

اور فون اس کے ہاتھ سے پھسلتا ہوا زمین پر جا گرا........

وہ خود بھی ایسے ہی شاکڈ کے عالم میں زمین پر انکھوں میں بے یقینی کے ڈھیر ے

لیے بیٹھتی چلی گئی......

بھول جانے کا ہنر مجھ کو سکھاتے جاؤ

جا رہے ہو تو سبھی نقش مٹاتے جاؤ

چلو رسمن ہی سہی، مڑ کے دیکھ تو لو

توڑتے توڑتے........... تعلق کو نبھاتے جاؤ

"نہیں زئی، نہیں، تم ایسا کیسے کر سکتے ہو، تم جانتے ہو نا تمہاری ایشے تم سے کتنا پیار کرتی

ہے، تمہارے بنا نہیں رہ سکتی.......

زئی مجھے لگا کے میں نے بابا کو کھو دیا ہے، مگر تم میرے ساتھ ہو، کیا پتا تمہیں احساس ہو گیا

ہو، کیا پتا تم لوٹ آؤ میرے پاس، ایک امید تھی مجھے زئی.....

زئی ایک بار تو سوچا ہوتا، ایک بار تو میری پکار کو سنا ہوتا، ایک بار زئی.............ایک بار۔"

کبھی کبھی یہ مجھے ستائے

کبھی کبھی یہ رولائے !!.......

فقط میرے دل سے اتر جائیے گا

بچھڑنا مبارک، بچھڑ جائیے گا!!...

وہ سسکیوں سے روتی کبھی خود کو تھپڑ مارتی، کبھی بالوں کو نوچتی......

زئی کیوں کیا ایسا تم نے، میری دنیا کو اجاڑ کر اپنی دنیا کیسے بسا لی۔"

دیوار سے ٹیک لگائے زمین پر وہ ایسے بیٹھی تھی، جیسے کوئی طوفان پل بھر میں کسی بستی کو اجاڑ گیا ہو،

جیسے کوئی بے سہارا اپنا سب کچھ لوٹا بیٹھا ہو۔۔"

چھت کو تکتی وہ گزرے لمحوں کو سوچنے لگی، آنکھوں سے بہتے آنسوں اس کے دامن کو بگو رہے تھے۔

میں سمجھا تھا تم ہو تو کیا اور مانگوں!!!.........

میری زندگی میں میری آس تم ہو!!!........

یہ دنیا نہیں ہے میرے پاس تو کیا!!!....

میرا یہ بھرم تھا، میرے پاس تم ہو!!!......

مگر تم سے سیکھا، محبت بھی ہو تو!!!...

دغا کیجیے گا، مکر جائیے گا!!!.....

شکستہ قدموں سے وہ اٹھتی، کمرے سے نکلی اور لان میں لگی کیاریوں کے پاس جا رکی۔

اب وہ پہلے پودے پر لگے تازہ سرخ گلاب کی پتیاں نوچنے لگی......

میرا ہاتھ کل تک تیرے ہاتھ میں تھا

میرا دل دھڑکتا تھا دل میں تمہارے!!!...

یہ مخمور آنکھیں جو بدلی ہوئی ہے

کبھی ہم نے ان کے تھے صدقے اتارے!!!....

کہی اب ملاقات ہو جائے ہم سے

بچا کر نظر کو گزر جائیے گا!!!....

جینا ہے تیرے بنا، جینا ہے تیرے بنا

جینا ہے اب مجھ کو تیرے بنا!!!.....

آئی گیٹ زئی، آئی گیٹ ایوری تھنگ،

آئی لوسٹ زئی، آئی لوسٹ ایوری تھنگ,

ایک ایک کرتے سارے پھولوں کی پتیاں اس نے ادھیڑ ڈالیں،،

کیاریاں اپنی اجڑی حالت کو رو رہی تھی، اور زمین پر پڑے پھول الگ رو رہے تھے۔

اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی، تو گلے میں لپٹا دوپٹہ اتار کر زمین پر پھینکا اور خود ٹھنڈے فرش پر سیدھا لیٹ گئی......

اس کی آنکھوں کے کناروں سے آنسوں کی لائنیں اب فرش کو گیلا کر رہی تھی، اس کا بے آواز رونا اب سسکیوں میں ڈھل گیا تھا........

اگلی صبح بابا کی قبر پکی ہونی تھی، ساری رات رونے سے بھی اس کے آنسو خشک نہیں ہوئے تھے، وہ سارا دن بھی روتی رہی، دیوار سے پشت لگائے، خاموشی سے آنسو تھے کہ کسی ریلے کی طرح بہے جا رہے تھے۔

تھوڑی تھوڑی دیر بعد پرسہ دینے والی خواتین اس کے پاس آتیں اس کے بہتے آنسو اپنے ہاتھوں سے پونچھیں اسے گلے سے لگاتیں، دلاسہ دیتیں اور صبر کی دعا دے کر چلی جاتی.......

وہ کس غم پر روتی، کس پر دلاسہ مانگتی؟

کوئی ایک غم تو نہیں تھا اس کا کچھ غم تو اس نے خود خریدے تھے.....

جب ہمارے گناہوں کی تعداد بڑھ جاتی ہیں نا تو ہمارے دکھوں کی فہرست بھی اسی حساب سے لمبی ہوئی چلی جاتی ہے.....

دلاسہ دینے والے کیا جانیں۔

ہم ایک شخص نہیں کائنات ہارے تھے.....

ڈائری لکھتے جانے کب اسکی آنکھ لگی اور وہیں ٹیبل پر سر رکھے سو گئی۔

آسیہ خاتون کی پھر آنکھ کھلی، اسے یوں بے ترتیب سوتے دیکھا تو اٹھ کر اس تک آئیں، اسے جگایا۔

کسی کے جھنجھوڑنے پر اسکی آنکھ کھلی، ڈائری بند کر کے وہ بستر پر آ کر لیٹ گئی....

تکیہ پھر بھیگنے لگا.......

تینوں پلڑاں میں چاہواں، راتوں رات پل جاواں!..

گل مکدی اے اتھے، میں پلڑاں نہیں چاہندی!.....

وہ آج بھی مرجھائی ہوئی جھاڑیوں میں پھنسی بیٹھی تھی، کانٹے اس کے جسم میں پیوست تھے اوراس کے جسم سے خون رس رہا تھا، ہاتھوں میں نوکیلے کانٹے پھنسنے سے ہاتھ خون آلودہو رہے تھے۔ وہ آج بھی میرون چادر میں چہرہ ڈھانپے تھی، وہ رورہی تھی، اسکے آنسوآنکھوں سے بہہ کراس کی چادر کو گیلا کر رہے تھے، پھراس نے دیکھا اس کا سر زمین کی طرف جھکنے لگا تھا، جیسے وہ خودکو کانٹوں سے آزاد کرانے کی کوششوں میں بے بس ہو۔

اس کا جسم ہولے ہولے لرز رہا تھا، پھر اسے اس کی سسکیاں سنائی دیں، وہ چلتا ہوا اس کے سامنے جارکا اور

اسے پکارا۔

"سنو، 'پاگل آنکھوں والی لڑکی۔"

سسکیاں تھمی اور پاگل آنکھوں والی لڑکی نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

میرون چادر میں وہ آنسو بھری آنکھیں اوپر کو اٹھیں۔

اس نے غور کیا ان آنکھوں کے کناروں سے آنسوں کی سفید لائینیں نہیں خون کے سرخ قطرے ٹپک رہے تھے۔

اسے قے سی آئی، وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹا تو اسے لگا وہ کسی اونچے پہاڑ سے گر گیا ہو۔

وہ سوتے میں چیخیں مار رہا تھا...... جب کسی نے اسے بری طرح جھنجھوڑا۔

"شاہ................ سکندر............ آنکھیں کھولو۔"

وہ یکدم خواب سے حقیقت میں آیا۔ اس ٹھنڈ میں بھی وہ پورا پسینے سے بھیگا ہوا تھا۔

"پھر وہی خواب دیکھا تھا؟"

انہوں نے پانی کا گلاس اسکی طرف بڑھایا۔

تین سانسوں میں تھوڑا تھوڑا پانی پی کر اس نے گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

"جی بابا، آپ کی بہو میرے پسینے نکال دیتی ہے۔"

اس نے ٹشو باکس سے ٹشو نکال کر چہرہ خشک کیا۔

کچھ نام پتا بھی معلوم ہے......

"پاگل آنکھوں والی لڑکی۔"

"یہ کیسا نام ہے؟" انہوں نے نام دہرایا۔

بابا وہ کچھ بھی نہیں بولتی بس روتی ہے مگر اسکی آنکھیں بابا ،مجھے لگتا ہے جیسے اسکی آنکھوں میں ہزار شکوے دفن ہوں ،

جیسے کوئی پاگل آنکھیں"......

اچھا چلو پتا لگاتے ہیں پھر اس کا تم سونے کی کوشش کرو۔"

"آپ کی بہو مجھے اتنا ہی سونے دیتی ہیں بابا۔ کبھی ملی تو کان کھینچئے گا اسکے"......

"ہاہا ضرور........."وہ ہنسے۔

"آپ جا کر سو جائیں بابا، میں ٹھیک ہوں"......

جاتے ہوئے وہ گیٹ لاک کر گئے تھے ،وہ اٹھا اور وضو بنا کر تہجد کیلیئے جائے نماز بچھانے لگا......

یہ خواب وہ تب سے دیکھ رہا تھا ،جب وہ تفریح کیلیئے فرینڈز کے ساتھ کیلی فورنیا گیا تھا.......

واپسی پر پلین میں بیٹھے اسے نیند آگئی ،اور نیند میں پہلا خواب اس نے یہی دیکھا تھا.......

اور واپس آنے پر اکثر یہ خواب اسے رات میں خوفزدہ کر دیتا تھا۔ ان خوابوں اور اس لڑکی کی وجہ سے وہ سارا سارا دن بے چین رہتا ،بے مقصد سڑکوں پر گاڑی دوڑاتا ہر چہرے کو غور سے دیکھتا کہ کہیں وہ تو نہیں.......

ہر میرون چادر کے پیچھے اسے "پاگل آنکھوں والی لڑکی" کا گمان ہوتا.....
مگر اس کی تلاش ابھی باقی تھی.......

صبح جب وہ سو کر اٹھی تو منہ دھونے واش بیسن کے سامنے کھڑی ہوئی، پانی کے چھپا کے منہ پر مار کر وہ آئینے میں اپنے زرد چہرے اور آنکھوں کو دیکھنے لگی، جس پر کل رات کے درد شقیقہ کی باقیات ابھی باقی تھیں..........

گزرتے ماہ و سالوں کی سختیاں اس کے چہرے پر باقی تھیں۔

آنکھوں کے نیچے گہرے سیاہ حلقے، آنکھوں کے اندر تیرتی زردی، اور زردی سے جھانکتے سرخ ریشے، ہاتھوں کی ایک ایک نبض انگلیوں پر گنی جا سکتی تھی، وہ ایسی تو نہیں تھی......

اسے یاد آیا ایک دن زئی نے اس کی میل کی گئی تصویر دیکھ کر کہا تھا.......

ہائے! گڑیا لگ رہی ہو قسم سے۔ اتنی نازک، گڑیا جیسی......

پتا ہے میرا دل کیا کر رہا ہے؟"

"کیا؟"

"ایک عجب خواہشیں اٹھتی ہیں ہمارے دل میں

کر کے سامنا ہواؤں میں اچھالیں تم کو"........

وہ شاعرانہ انداز میں گویا ہوا.......

"ہاہاہا۔ "وہ ہنس پڑی........

سچ ایشے، تم میرے پاس ہوتی میں تمہیں بتاتا میرے دل میں کتنی محبت ہے تمہارے لیے"......

اور لفظ ہی نہیں، لہجے میں سمٹی شدتیں بھی جھوٹی ہوتی ہے۔

"جان، مل لونا مجھ سے، تم جہاں کہوگی جس پارک ریسٹورنٹ، کسی بھی ہوٹل میں آجاؤ گا".....

ہمیشہ کی طرح وہ آج بھی اسے ملنے پر اکسا رہا تھا.....

وہ ایک محلے میں رہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے اکیلے میں باقاعدہ ملاقات نہیں کر پائے، گوکہ اسے زئی نے کئی بار کہا تھا کہ ملنے آؤ........

مگر وہ نہیں گئی.......

ایک بار زئی نے اسے ملنے کے لیے بولا، تو اس نے کہا......

مجھے ملنے سے ڈر لگتا ہے زئی۔"

کیسا ڈر؟ ہم محبت کرتے ہیں یار"......

"وہ تع ٹھیک ہے زئی مگر ملنے کے بعد ہم اپنے نہیں رہتے،

ملنے کے بعد ہمارے اختیار میں کچھ نہیں رہتا، ایک بار مل کر بار بار ملنے کی خواہش سر اٹھانے لگتی ہے، تشنگی اور بڑھ جاتی ہے۔"

وہ خاموش رہا تو اشنال بول پڑی....

"زئی میں چاہتی ہوں کہ ہماری محبت پاک ہو، کہ اللہ پاک بھی کن کہہ دے....اور ہمیں ملا دے"....

ایک بار ملیں گے نا ہم، ہمیشہ کیلئے، تم مجھے مانگنے آنا اور اپنے ساتھ لے جانا۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولا....

"ایشے............میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں مگر".......

وہ ابھی اس کی بات پوری سن نہیں پائی تھی کہ پیچھے سے اسے امی کی آواز آئی۔

"زئی امی آرہی ہیں، میں بعد میں کال کرتی ہوں۔"

ذورزئی کا مگر سننے سے پہلے کال کٹ چکی تھی......

حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہ) وہ پہلی عورت تھیں جنہوں نے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف خود نکاح کا پیغام بھیجا تھا، یوں اللہ نے عورت کو یہ اجازت دی تھی کہ اسے اگر کسی کی عادات یا اخلاق پسند آئے تو وہ اسے نکاح کا پیغام خود دے سکتی ہے۔
مگر افسوس ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ عورت کے اس عمل کو عورت کی توہین سمجھتے ہیں۔
یا ایسا کرنے والی لڑکی کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔
اگر کوئی لڑکی کسی لڑکے کو نکاح کیلیئے کہتی ہے تو وہ اس نا محرم کو محرم بنانا چاہتی ہے، اس رشتے کو جائز نام دینا چاہتی ہے۔
پس اگر نکاح کے پیغام پر وہ لڑکا بھی راضی ہو تو دیر نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ عورت اور مرد کے درمیان جائز رشتہ نا ہو تو تعلق گناہ ہوتا ہے۔
اگر کوئی شخص آپ کے نکاح کا انکار کر دیتا ہے، بھلے اس کی سو مجبوریاں کیوں نا ہوں، اس شخص سے تعلق حرام ہو جاتا ہے۔
جو جائز رشتہ نہیں رکھ سکتا، اس کے ساتھ نا جائز رشتے توڑ دینے چاہیے، اسی وقت اسی لمحے......

وہ جان گئی تھی مگر کے آگے کے سارے لفظ.....

مگر وہ دعاؤں سے تقدیر بدل دینا چاہتی تھی.......

اس نے سنا تھا کہ محبت میں صدق نا ہو تو محبت نہیں ملتی، اسلئے وہ دل کی تمام تو سچائیوں کے ساتھ دعا میں زئی کا ساتھ مانگنے لگی۔

وہ بھول گئی تھی کہ محبت میں صدق دونوں کے دل میں ہو تو محبت ملتی ہیں، وہ اپنے دل کی سچائیوں سے تو مانگتی تھی۔ گر اس کے بر عکس زئی کے دل میں اس کے لیے خلوص، چاہت، سچائی، محبت، کچھ بھی تو نہ تھی، وہ تو بس اس کے لیے وقت گزاری تھی.....

اسے یاد تھا اس رات جانے کتنے دنوں بعد اس نے تہجد کی نماز پڑھ کر دعا مانگی تھی کہ کوئی معجزہ اسے میرا کر دے..........

اچھی لڑکیاں جب بری بن جائیں تو پھر کبھی کبھی اپنی پرانی نیکیوں کے بدلے میں اللہ سے معجزے کی آس لگا لیتی ہیں، حالانکہ انکے اعمال ایسے بھی نہیں رہے ہوتے کہ وہ بخشی جا سکیں۔

ایک دھوکا اسے زئی نے دیا تھا، ایک دھوکہ وہ خود ہی خود کو دے رہی تھی، زئی اسے کبھی ملنا نہیں تھا۔۔۔۔

کیونکہ جواب کا نہیں ہوتا وہ آپ کو کبھی نہیں ملتا۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ-:

بندے ایک تیری چاہت ہے، ایک میری چاہت ہے، تو اگر وہ کرے گا جو میری چاہت ہے، تو میں وہ کروں گا جو تیری چاہت ہے، اگر تو وہ کرے گا جو تیری چاہت ہے تو میں تجھے تھکا دوں گا اس کے پیچھے، پس ہوگا وہی جو میری چاہت ہے۔

اگر ہم وہ کرتے جو اللہ پاک کی چاہت ہے تو یقیناً ہمیں وہ مل ہی جاتا جو ہماری چاہت ہے، مگر ہم محبت پا کر اس قدر غافل ہو جاتے ہیں اپنے رب سے، کہ ہمیں وہ یاد ہی نہیں آتا، اگر کبھی سجدے میں جھک بھی جائے تو دل اور دماغ غیر محرم کے خیالوں میں گم، اور زبان سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

اس کو کب پسند ہے کہ میرا بندہ جس کو میں اتنی محبت کرتا ہے، 70 ماؤں سے کئی گناہ بڑھ کر محبت کرتا ہو، تو وہ کسی غیر کی محبت میں اتنا ڈوب گیا کہ وہ مجھ سے ہی غافل ہو گیا، پس پھر جب ہم اپنی چاہت، اپنی محبت میں مست ہو جاتے ہیں، اس کی چاہت کو بھول جاتے ہیں تو وہ ہمیں اسی شخص کے ہاتھوں توڑ دیتا ہے، جس کے لئے ہم اللہ سے غافل ہو جاتے ہیں، اور بلآخر ہوتا وہی ہے جو اس کی چاہت ہے۔

آئینے میں اس کا عکس پھر بن چکا تھا.......

آنکھوں کے ڈورے سرخ ہو چکے تھے ،اس نے اپنے بڑھے ہوئے ناخنوں سے اپنے چہرے کو ماتھے سے تھوڑی تک کھرچنا شروع کیا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے ناخنوں سے چہرے کو نوچ رہی تھی.......

کھرچی گئی جلد پر خون کی دھاریاں بنتی گئیں۔

"نفرت ہے مجھے اپنے چہرے سے ، نفرت ہے مجھے ہر اس چیز سے جس میں مجھے تمہارا عکس نظر آتا ہے۔

جدائی جب لکھی جا رہی ہوتی ہے ، تو اپنے اپنے حصے کی یادیں بھی واپس کرنی چاہئیے ناں.......، تم اپنی یادیں میرے پاس کیوں چھوڑ کر گئے ہو...؟

کیوں زئی کیوں کیا تم نے ایسا......؟"

بے حسی کی انتہا یہ ہوتی ہے کہ ہمیں دوسروں کے گناہ تو دکھائی دیتے ہے مگر اپنے نہیں.......

ہمیشہ کی طرح اس کا دل آنسوؤں کو پیتے پیتے بھر گیا تھا ، اور آنسو بہا دینا ہی اچھا ہوتا ہے ، ورنہ دلوں پر بوجھ بن جاتے ہیں۔

مگر کچھ بوجھ ایسے ہوتے ہیں جو آنسو بہا کر بھی کم نہیں ہوتے۔ اس کے حصے میں صبر شاید کم لکھا گیا تھا......

اس نے تو ابھی بی اے بھی مکمل نہیں کیا تھا، کہ طوفان آ پہنچے۔ جو بھی بہر حال اسے ہی کچھ کرنا تھا۔

کم از کم اتنا کہ وہ ماں بیٹیاں اپنی ضروریات خود پوری کر سکیں۔

اس نے قریب ہی ایک پرائیویٹ سکول میں ٹیچنگ شروع کر دی تھی، عورت کی ٹیچنگ سے حاصل ہونے والی آمدنی مرد کی آمدنی کے برابر نہیں ہو سکتی، لیکن اسے تھوڑا ہی بہت تھا.......

اللہ جب باپ جیسے مضبوط اور واحد سہارے چھینتا ہے، تو کسی نہ کسی کو وسیلہ بنا ہی دیتا ہے......

سکول سے واپس آتی ڈیڑھ بج جاتا، نماز کے بعد کھانا کھا کر کچھ دیر سستانے لیٹتی کہ ٹیوشن والے بچے آ جاتے...۔..

زندگی کی یہی روٹین تھی، وہ خاموش طبع شروع سے تھی مگراب تو ایسے چپ لگ گئی تھی، اتنی بڑی حویلی میں سناٹے چھائے رہتے، بس یہ حویلی تب گونجتی جب عرشیہ آپی اور عشیہ بچوں کے ساتھ آتیں......

آج وہ کسی گندے جوہڑ میں بری طرح پھنسی ہوئی تھی، اس کا آدھا دھڑ کیچڑ میں پھنسا تھا اور آدھا اوپر۔

وہ خود کو کیچڑ سے نکالنے کی کوشش میں ہانپ رہی تھی، مگر نا وہ مکمل اوپر آپاتی، نا ہی مکمل نیچے۔

کیچڑ سے اس کے ہاتھ بھرے ہوئے تھے، بالوں پر کئی جگہ چھینٹے پڑے تھے میرون چادر پر جا بجا کیچڑ کے دھبے اسے بدنما بنا رہے تھے......

آج وہ پھر اسے پکارے بنا نہیں رہ پایا۔

اس نے پھر نظریں اٹھائیں، وہی آنکھوں میں ہزار شکوے وہی سرخ خونی آنسو......

ان سرخ آنکھوں میں پہلے بے یقینی ابھری پھر خفگی میں بدل گئی۔

شاہ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا۔

اس سے پہلے کہ وہ اس کے ہاتھ کو تھام لیتا ایک بھونچال آیا اور جوہڑ نے اس لڑکی کو مکمل طور پر نگل لیا تھا۔

آج اس کی چیخیں پہلے سے زیادہ اونچی تھیں........

وہ ابھی تک خواب کی سی کیفیت میں تھا، لیٹے لیٹے ہی انکھ کھول کر بابا کو دیکھا۔

"دیکھو میں تم پر شک نہیں کر رہا لیکن"...

"بابا آپ جو پوچھنا چاہتے ہیں پوچھ سکتے ہیں"...

"تم ہولی ڈیز پر فرینڈز کے ساتھ کیلی فورنیا گئے تھے، میں تم پر شک نہیں کر رہا مگر ہو سکتا ہے تم نے وہاں.....

کبھی کبھی ہم سے غلطیاں بھی ہو جاتیں ہیں ناں۔"

سہ اٹھ کر بیٹھ گیا......

"تم سمجھ سکتے ہو میں کیا کہہ رہا ہوں۔"

"بابا میں برگیڈیئر ابرائیم شاہ کا پوتا، اور ریٹائر کرنل سید احتشام شاہ کا بیٹا کیپٹن سید سکندر شاہ ہوں، بابا ہم لوگ جان دینا جانتے ہیں، لینا نہیں۔

وہ خفا ہوا تھا۔

اسے ہونا بھی چاہیے تھا۔

مجھے فخر ہے اپنی تربیت پر۔"کرنل صاحب نے اس کے کندھے پر تھپکی دی۔

وہ ابھی بھی روٹھا روٹھا تھا.......

"یارشاہ مجھے لگتا ہے کسی کو تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔"

وہ نا سمجھی کی کیفیت میں باپ کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"شاید کوئی کہیں ایسا ہے، جو کچھ مشکل میں ہے اور خدا نے تمہیں کسی کی مدد کیلیئے چنا ہے۔"

اگر ایسا ہے بابا تو مجھے اسکی مدد چاہیے، نہیں؟"

اس نے بابا کی تائید چاہی۔

"بالکل...............میں دعا کروں گا اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو راستے اور منزلیں عطا

کرے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

انہوں نے اس کے سر پر بوسا دیا......

"تھینک یو بابا۔"

شاہ نے باپ کے دونوں ہاتھ چوم لیئے

یہ خوبصورت سے شاہ ولا کا منظر تھا جہاں بریگیڈیئر سید ابراہیم شاہ کے اکلوتے بیٹے لیفٹیننٹ (ر) سید احتشام شاہ اپنی بوڑھی ماں آور دو بیٹوں سید وہاج شاہ اور سید سکندر شاہ کے ساتھ رہتے تھے......

انکے بڑے بیٹے میجر ڈاکٹر سید وہاج شاہ شادی شدہ تھے اور اپنی بیوی مہوش وہاج اور بیٹے سید واسع، شاہ ولا میں موجود تھے۔

ان کی فیملی پشت در پشت فوج کے ساتھ منسلک رہتی چلی آرہی تھی۔

بلاشبہ وہ ایک فوجی گھرانہ تھا......

اشنال کی بڑی بہن کچھ دن کے لئے اپنے گھر رہنے آئی ہوئی تھی، اس کے آجانے کی وجہ سے گھر میں دونق کا سماں تھا، بچوں کے ساتھ اشنال کا دل بھی بہل جاتا تھا۔

بوقت فجر وضو بنا کر وہ گلاب کی کیاریوں کے پاس گزری تو روز کی طرح ایک تازہ گلاب توڑ کر اپنے ساتھ لے آئی، نماز پڑھتے ہوئے وہ گلاب رکھا دیکھ کر ننھی پری یعنی اس کی بھانجی نے اس سے پوچھا"

"آنی.! آپ نے پھول کس لیے توڑا ہے؟"

"اس نے دعا ختم کی اور اس گیارہ سالہ بچی کو دیکھا، جسے اللہ تعالیٰ نے آٹھ سال کی عمر میں ہی اپنے قریب کر رکھا تھا، وہ بھی پانچوں نمازیں پڑھتی تھی، سخت سردی میں بھی وہ فجر کی نماز کے لیے پچھلے دو سال سے اٹھ رہی تھی،

اشنال نے اس کے لئے جگہ خالی کی، اور وہ اس کی جگہ کھڑی ہوئی، اور اسے جواب دیا!..

"اللہ تعالیٰ کیلیئے"

"اللہ تعالیٰ کو پھول کیوں دیتے ہیں؟

"جب ہم سے کوئی ناراض ہوتا ہے تو ہم اسے پھول دے کر مناتے ہیں"

"ماما کہتی ہیں نماز نا پڑھنے والے سے اللہ تعالیٰ خفا ہوتے ہیں لیکن آنی آپ تو ساری نمازیں پڑھتی ہیں؟

وہ حیران تھی اور اس باتونی کے پہ در پے سوالوں کیلیئے خود کو تیار کر رہی تھی!!

"ہاں.........بس ایک نماز رہ گئی تھی مجھ سے"

اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا، تو اس نے پوچھا،

"پھول لے کر اللہ مان جاتے ہیں؟

"ہاں وہ مان جاتے ہیں"

"جب وہ مان جاتے ہیں تو وہ ہمیں سکون دے دیتے ہیں"

"سکون کیا ہوتا ہے آنی ؟

اس نے پوچھا!.....

"سکون وہ ہوتا ہے جو اپکے پاس ہے، آپ کے چہرے پر ہے،

آپ کے دل میں ہے"

اشنال نے اس کی تھوڑی کو چھوا....

تو اس نے اس کے چہرے کو کھوجا....

"کیا آپ کے پاس سکون نہیں ہے آنی.....؟"

"نہیں میرے پاس سکون نہیں ہے"

یہ کہنے کے ساتھ ہی اس نے اپنی نظریں جکا لی، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

کیا میں بھی پھول توڑ سکتی ہوں آنی ؟

آپ پھول توڑ کر کیا کرو گے جانی ؟

"میں وہ اللہ تعالیٰ کو دے کر آپ کیلیئے سکون مانگوں گی

"وہ ننھی پری اسے سکتے میں چھوڑ کر خو گلاب کی کیاریوں تک گئی، اور دوسرا پھول توڑ لائی۔

اشنال کی آنکھوں میں آنسو بھر چکے تھے۔

نماز پڑھ کر وہ اس کا پھول بھی لیکر اس کے پاس آ کر گئی ، اور اپنے گلاب کی پتیاں ایک ایک کر کے کھانے لگی۔

"اب مجھے پتا چلا ہے آنی آپ گلاب کی پتیاں کیوں کھاتی ہیں "

اس نے اس کا گلاب اسکی ہتھیلی پر رکھا۔

اسے یہ تو معلوم تھا ہی کہ وہ اسے follow کرتی ہے مگر

اتنا اندازہ نہیں ہوا تھا کہ وہ مجھے اس قدر نوٹس کرتی ہے ،

پانی پی کر وہ سو چکی تھی ، اور میں یہ سوچ رہی تھی کہ اب بوقت فجر ایک نہیں دو گلاب ٹہنیوں سے جدا ہوا کریں گے !!

ہم اپنا سکون خود برباد کرتے ہیں ، اور پھر اس سکون کو واپس پانے کیلیئے اللہ تعالیٰ ہی ہماری مدد کرتا ہے ،

اور میں اللہ سے مانگ کر کبھی مایوس نہیں ہوئی مجھے تو میرا اسکون واپس مل جائے گا ، مگر دعا کرو تمہیں میرا اسکون نا لگ جائے "

لوکی منگدے وے ربا

اس دی چاہ وچ سکون نی کوئی "

لے لے ساریاں چاہواں میتھوں

دے دے مینو سکون ہی فیر"

ننھی پری کے سو جانے کے بعد وہ صحن میں بنی کیاریوں کے پاس آ بیٹھی، جس پر گلاب کے پھول لگے تھے۔ یہ پودا آپی نے لگایا تھا، اور اس پر بہت پیارے پھول لگتے تھے۔

تازہ پھولوں کی خوشبوں صحن میں رچی بسی تھی۔

پھولوں کو دیکھتے اسے پھول چہرا نظر آیا اور وہ پھر ماضی میں پہنچ گئی۔

"تم لڑکی ہو؟" عجیب سوال پوچھا گیا۔

"کوئی شک ہے؟"

"ہاں نا، نا کوئی چوڑیاں نا پائل، نا بالیاں، نا نوز رنگ۔

ایسی لڑکی زئی نے پہلی بار دیکھی ہے"

وہ ہنسی اور بولی۔

"میں ایسی ہی ہوں، مجھے جیولری سے وحشت ہوتی ہے، خاص کر چوڑیوں سے۔ جب چھن چھن کرتی ہے ان کی آواز مجھے بری لگتی ہے۔"

کوئی وحشت نہیں ہوتی، میں چوڑیاں بھیجوں گا،

پہن لینا۔ مجھے مہندی اور چوڑیوں والے ہاتھ اچھے لگتے ہیں۔"

پھر زئی نے اسے سرخ رنگ کی کانچ کی چوڑیاں بھیجیں، جو اس نے پہن لی تھیں........

اس نے چوڑیوں کی چھن چھن کی آواز اسے سنائی.....

ہائے........ دل چاہتا ہے تمہارے ہاتھ چوم لوں۔"

زئی کی ایسی باتوں پر اس کی سانسیں رکنے لگتی تھیں۔

"آئی لو یو ایشے۔"

"لو یو ٹو زئی".....

اور جب وہ حقیقت معلوم ہو جائے کہ پیار سارا فریب تھا تو دنیا ہی نہیں اپنا آپ بھی برا لگنے لگتا ہے۔

اب گلاب کے ساتھ لگے کانٹے اسے دکھائی دیئے، گلابوں کو چھونے کی خاطر جو ہاتھ اس نے بڑھایا اب کانٹوں کی طرف جانے لگا تھا۔

موٹے نوکدار کانٹوں بھری ٹھنی اس نے اپنی ہتھیلی میں جکڑ لی، کاجل سے پاک بے رنگ آنکھیں ایسے کانٹوں کی عادی ہو چکی تھیں......

کچھ دیر بعد اس کی ہتھیلی سے خون نچڑنے لگا، کانٹوں سے ہاتھ چھڑا کر وہ ہتھیلی سے ٹپکتا خون دیکھنے لگی..

وہ اذیت پسند ہو چکی تھی،

لوگ کانٹوں سے بچ کے چلتے ہیں
ہم نے پھولوں سے زخم کھائے ہیں.....

سورج کی تیز شعاعیں ایبٹ آباد شہر کی سڑکوں پر پھیلی تھیں۔ شاہ آج ایبٹ آباد کسی دوست سے ملنے آیا تھا، اور اس وقت کافی تھکاوٹ محسوس کر رہا تھا۔ اس نے اپنی بلیک مرسڈیز سڑک کنارے روکی، سڑک کے موڑ سے کچھ لڑکیاں نمودار ہوئیں، اس کی نظر سب لڑکیوں سے ہوتی ہوئی اپنی جگہ پلٹنے ہی والی تھی کہ اسے پیچھے سے آتی ہوئی ایک اور لڑکی نظر آئی......

میرون شال میں اس کی نگاہیں الجھی، یہ وہی شال تھی جو اس کی پاگل آنکھوں والی لڑکی کے سر پر ہوتی تھی

ابھی وہ کچھ دیر اور میرون شال میں الجھا رہتا کہ لڑکی چلتے ہوئے اس کے قریب آئی.......

وہ گاڑی سے نکلا......... گلاسز اتارے.....

جوں جوں ان کے درمیان فاصلہ کم ہونے لگا، شاہ پر اس کی آنکھیں واضح ہونے لگیں.....

وہ شاہ سے چند قدموں کے فاصلے پر تھی جب.....

میرون شال والی لڑکی حجاب میں قید آنکھیں ذرا کی ذراہ اوپر اٹھیں۔

شاہ کا سانس ہوا میں معلق ہو کر رہ گیا۔

وہ اپنا دوسرا پیر گاڑی سے نکالنا بھول گیا، وہ پلکیں جھپکنے کا ہنر بھول گیا، وہ پاس سے گزرتے لوگوں کو بھول گیا

اسے یاد رہا تو بس اتنا....

"پاگل آنکھوں والی لڑکی"

وہ زیر لب دہرایا۔

بلاشبہ وہ پاگل آنکھوں والی لڑکی ہی تھی۔

اسے لگا شاید وہ ابھی بھی رات والے خواب کے زیر اثر ہے،

مگر جب وہ لڑکی اس کے سامنے گلی کا موڑ مڑی اور سڑک کے ساتھ بنی حویلی کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔

دروازے کے بند ہونے کی آواز پر وہ حقیقت میں پہنچا....

اس نے اپنی تلاش کو پا لیا تھا......

شاہ گاڑی پورچ میں پارک کی تقریباً بھاگتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا۔

بابا..........بابا........کی آوازیں لگاتا وہ سامنے سے آتی بھابھی سے ٹکرایا.........ان کے ہاتھ م پکڑی کچے چاولوں کی ٹرے چھوٹی اور ٹررررررررررررر شششش کی آواز کے ساتھ سارے چاول زمین بوس ہو گئے......

"ارے ارے کیا ہوگیا ہے، کیوں اتاولے ہو رہے ہو، دشمنوں نے پھر حملہ کر دیا کیا؟"

دادو نے دل پر ہاتھ رکھے آواز لگائی..........

"سوری سوری بھابھی۔"

شاہ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر معذرت طلب کی، بھابھی نے انکھ کے اشارے سے بابا کا پتا دیا........

دو دو سیڑھیاں ایک ساتھ پھلانگتے وہ اسٹڈی روم پہنچا،

دوزانوں باپ کے سامنے بیٹھا اور سر جھکا کر لمبے لمبے سانس لینے لگا۔

سید احتشام شاہ نے ہاتھ میں پکڑی کتاب گود میں رکھ دی....

"خریت شاہ......؟"

اس نے سر اٹھایا تو نیلی آنکھوں کے گرد سرخ ریشے دکھائی دیئے.......

"بابا وہ مجھے مل گئی ہے۔" اس کا لہجہ اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھیں۔

سید صاحب مسکرائے، اور شاہ کے ماتھے پر چپکے بالوں کو انگلی کی مدد سے پرے ہٹایا........

"بری بات کیپٹن روتے نہیں ہوتے۔ "

وہ ہنس دیا، اور سر ان کے گھٹنوں پر رکھ دیا......

وہ جانتے تھے یہ خوشی کے آنسو تھے........

میں نے کہا تھا ناں اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ "

پچھلی بار جب میں فرینڈز کے ساتھ ایبٹ آباد گیا تھا، وہاں راستے میں یہ لڑکی میں نے دیکھی تھی۔ وہ بہت خوش تھی، سس کے لہجے میں خواب بولتے تھے،

بابا مگر اب اس کی آنکھوں میں خواب مر گئے ہیں۔ ایسے لگتا ہے جیسے کسی نے اس کی آنکھوں سے روشنی چرالی ہو، اسے میری نظر لگ گئی ہے بابا".....

انہوں نے اپنے شہزادوں جیسے فوجی بیٹے کو دیکھا، جسے اس کے خوابوں نے کچھ ہفتوں میں کملا کر رکھ دیا تھا۔

"سب بہتر ہو جائے گا ان شاء اللہ۔ "

سس نے باپ کے گھٹنوں پر سر رکھا۔

"کیسے بابا؟ "

کچھ سوچتے ہیں اس بارے میں۔

تم فریش ہو کر آؤ، لان میں چائے پیتے ہیں۔ "

عہ سر ہلاتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا......

اسے راستہ مل گیا تھا، بس منزل تک جانا باقی رہ گیا تھا.....

ایبٹ آباد شہر سردیوں کی راتیں اتنی خاموش ہوتیں کہ گیدڑوں کے باؤ باؤ کی آوازیں صاف سنی جاتی تھیں۔

شروع شروع میں اسے خوف آتا تھا، مگر اب وہ عادی ہوگئی تھی۔

اکتیس دسمبر کی رات گیارہ بج کر پینتیس منٹ پر وہ رائیٹنگ ٹیبل کے قریب ڈائری لیے بیٹھی تھی۔

بارہ بجنے میں پچیس منٹ باقی تھے، سال کا پرانا ہندسہ بدلنے والا تھا۔ اسے یاد تھا شہر کراچی میں آج کا دن عید جیسا ہوتا تھا، پھٹے سائلنسر کی آوازیں، بارہ بجتے ہی ہوائی فائرنگ آتش بازی، لوگوں کی زندگی سے بھرپور آوازیں وہ بیٹھے سن سکتی تھی۔

لیکن آج کے دن صرف کیلنڈر کا سال ہی نہیں بدلنا تھا، بلکہ آج کا دن کسی کے برتھ ڈے کا دن بھی تھا، وہ چند سال پیچھے چلی گئی....

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو....

ہیپی برتھ ڈے ٹو یو، ہیپی برتھ ڈے ڈیئر زئی۔ "

تھینک یو میری جان، یو میڈ مائے ڈے بیوٹی فل۔"

"کیسا لگا گفٹ؟"

بہت پیارا، ونس اگین تھینک یو۔"

"میں نے پہن بھی لی ہے دیکھو۔"

ایک تصویر اسے انباکس میں ملی۔ زئی کے ہاتھ پر بندھی رسٹ واچ جس پر اس نے اپنے لب رکھے تھے۔

ایشے کے گال بلش کر اٹھے۔

"ویسے یہ رسٹ واچ ہی کیوں؟"

"وہ اس لیے کہ میں چاہتی ہوں یہ گھڑی تمہیں ہر گھنٹے کے ساتھ یاد دلائے کہ کوئی ہے جو تمہارا انتظار کر رہا ہے، اور دن کے اتنے سارے وقت میں سے تمہیں کچھ حصہ نکال کر اس کیلیئے بھی رکھنا ہے"....

اچھا جناب۔ اور کوئی حکم؟"

"اور..........اور کیک کب کھلا رہے ہیں؟"

"آآآ کرو، کھلاتا ہوں۔"

"ہاہاہاہا" وہ ہنسنے لگی۔

"اب ایک عرض میری بھی ہے۔"

کہیئے۔"

"آج کی رات میرے نام، میں تم سے بہت ساری باتیں کرنا چاہتا ہوں پوری رات۔"

"مگر زئی".....

جان! پلیز، انکار نہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے"......

وہ مان گئی کہ وہ اسے کھونے سے ڈرتی تھی، اور وہ زئی کو کھونا نہیں چاہتی تھی، اس کیلیئے زئی سب کچھ تھا......

اسے گیارہ بجے کے بعد سیل فون یوز کرنے کی پرمیشن نہیں تھی۔

آج سے پہلے وہ ہمیشہ زئی سے معذرت کر کے چلی جاتی تھی، مگر آج زئی کے اصرار پر زئی کے لیے اس نے اپنا ایک اور اصول توڑنے کے ساتھ ساتھ ماں باپ کا یقین بھی توڑا تھا۔

یہ جو محبت میں دھوکا ملا ہے ناں!

یہ ماں، باپ، کس دئیے گئے دھوکے کا

مکافات عمل ہے!...

کھٹ کھٹ کی آواز سے وہ حال میں لوٹی، شاید کوئی بلی چھت پر بھاگی تھی۔

بارہ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔

اس نے سیل فون اٹھایا، واٹس ایپ کھولا اور آرچیوڈ چیٹ میں زئی کے نمبر پر کلک کیا، ٹائپ آ میسج میں ایک جملہ ٹائپ کیا'

"ہیپی برتھ ڈے زئی" اور پھر سینڈ کے آپشن کو ٹچ کر کے روانہ کر دیا، مگر اسے ڈبل کلک ریسیو نہیں ہوا، نا ہی اس کا بھیجا "اشنال "گیا ناٹک مارک بلیو ہوا۔

شاید نہیں یقیناً وہ یہ نمبر ختم کر چکا تھا، یا پھر ممکن ہے وہ واٹس ایپ ختم کر چکا تھا۔

وہ جانتی تھی اسے کوئی رپلائے نہیں ملنا۔

وہ ہمیشہ اسے ایک شعر سناتی تھی۔

"لاوارث قبروں پر دعائیں کون کرتا ہے، جس پر وہ کہتا میں کروں گا دعائیں، مگر ایشے ٹھیک کہتی تھی، زئی اسے لاوارث قبر بنا کر پھینک گیا تھا۔

موبائل سائیڈ پر رکھ کر اس نے ڈائری کو کھولا اور گرین رنگ کی قلم کا ڈھکن ہٹا کر قلم کو ڈائری پر گھسیٹا، سرخ رنگ کی روشنائی سفید رنگ کے پیج پر چمکنے لگی تھی۔

بہت خوبصورت سا برتھ ڈے کیک ڈرائنگ کرنے کے بعد اس نے نیچے "ہیپی برتھ ڈے زئی" لکھا،

اس کے سامنے والے صفحے پر اس نے سیاہ رنگ کی روشنائی والا قلم گھسیٹا۔

"میری گھڑی تو تم نے اتار دی ہو گی ناں ؟

میرا بنایا گیا گاجر کا حلوہ اب اپنا ذائقہ کھو چکا ہو گا۔

میری تصویروں کی جگہ چند نئی تصویریں تمہیں گڑیا جیسی لگ رہی ہو گی۔

غرض اسے کا ہر نقش مٹ چکا ہو گا اب تک۔

مگر زئی،

تمہاری پہنائی گئی پائلوں کی خوشبو مجھے ابھی بھی اپنے پیروں سے اٹھتی محسوس ہوتی ہے، وہ سرخ چوڑیاں میں نے اتار دی ہیں کہ وہ جب کھنکتی تھیں تو تمہارے دئیے زخم میرے اندر رسنے لگتے تھے،

میری نوز رنگ میرا اب منہ چڑاتی ہے۔ تم نے مجھے کسی سے بدل دیا ہے، مگر میں تمہیں وہاں سے انچ بھر بھی نہیں ہٹا پا رہی جہاں تم تھے۔

میں رونا نہیں چاہتی زئی، کہ آنسو بے رحم ہوتے ہیں

بد دعائیں دینے لگتے ہیں، پر زئی آنسوؤں کو روکتے روکتے میرا دل بند ہونے لگتا ہے۔

میں اپنے آنسوؤں سے کہوں گی وہ تمہیں کچھ نا کہیں،

تم............ تم ہمیشہ خوش رہنا زئی.......... ہمیشہ "......

اوراس کے آس پاس کئی ٹوٹے ہوئے دل رقم کر دئیے، ڈائری کے ورق پر سرخ رنگ کی گریٹنگز نیلے نائٹ بلب کی روشنی میں افسردگی پھیلا رہی تھی۔

اس کی آنکھوں کے جگنو آنسوؤں کو قید کرتے کرتے ہار گئے تھے، دو قطرے دونوں آنکھوں نے زئی کی برتھ ڈے وش پر گرائے، کاغذکی سطح گیلی ہونے لگی تو اس نے ڈائری بند کر کے سر کو ڈائری پر گرالیا۔

اب وہ بے آواز رو رہی تھی، اس کی آنکھوں کی رم جھم کے ساتھ باہر کا منظر بھی رم جھم میں بدل گیا تھا، یہ بارش کا موسم اس کے درد کو اور بڑھا رہا تھا، اس کا دل چاہ رہا تھا کہ کہی سے بھی زئی اس کے پاس لوٹ آئے، واپس آجائے، وہ اس کی ہر خطا کو بھولا دے گی ایک بار وہ لوٹ آئے اس کے پاس..

کالی رات تے ہووے پئی بارش

تیری یاد کرے کوئی سازش

نالے دل دی اے فرمائش

تواک واری آجاوے!...

کہ دل زرا لگ جاوے!.....

مشکل دل نوں اج سمجھانا

تینوں سجنا پینا اے انا!...

جگ گیا فیر اک درد پرانا

کول بیٹھا کے تینوں سنانا!...

مرجانے اس چندرے دل دی

ہو جاوے پوری خاہش!....

تو اک واری آجاوے

کہ دل زرا لگ جاوے!...

پرانی یادوں کی اذیت میں روتی وہ وہی سو گئی تھی۔

زئی اس کو بھول گیا تھا لیکن اسے آج بھی اس کی خوشی یاد تھی،

وہ اشنال عبداللہ تھی، ہر بار نئے انداز سے وش کرتی تھی...

ایبٹ آباد میں پرانے طرز کی بنی ان کی حویلی سڑک کے کنارے کھڑی تھی، یہی وجہ تھی کہ اس راستے سے گزرنے والے بہت سے اجنبی مسافر انکی حویلی کا پانی پی کر اپنی پیاس بجھاتے اور چل دیتے۔ کئی بار اجنبی عورتیں ان کی حویلی میں کچھ دیر ریسٹ کرنے آتیں، وہ اکثر امی سے کہتی۔

"اللہ جانے امی ہم اب تک کتنے دہشت گردوں کو پانی پلا چکے ہیں۔"

جس پر آسیہ خاتون کہتی.....

"پانی پلانا ثواب کا کام ہے، چاہے کوئی دشمن ہی کیوں نا ہو۔"

ہمیشہ کی طرح کسی شام دو اجنبی عورتیں ان کے گھر کچھ دیر ریسٹ کیلیئے آئیں، اگلے دن وہی دو عورتیں اشنال کا رشتہ لینے آ پہنچیں۔ ان دونوں میں ایک خاص عمر رسیدہ خاتون تھیں جبکہ دوسری آپی جتنی تھیں، وہ خاصی امیر گھرانے کی دکھتی تھیں.....

اپنے اب تک کے آنے والے رشتوں کا سن سن کر اس کے کان پک چکے تھے، اسلئے وہ ان باتوں پر غور ہی نہیں کرتی تھی....

تین مہینے میں ان کے کوئی نو دس چکر لگ چکے تھے، کافی مستقل مزاج لوگ تھے....

کہتے ہیں نا کہ جب کوئی رشتہ آسمانوں پر لکھ دیا جاتا ہے تو زمین والوں کے دل میں اللہ خود ہی اس کا خیال ڈال دیتا ہے، اشنال کی پوری فیملی کو وہ رشتہ بہت پسند آیا تھا۔

اب باری اشنال کی مرضی پوچھنے کی تھی۔

"برگیڈئیر کا پوتا، کرنل کا بیٹا، کیپٹن کا بھائی، خود بھی پائلٹ، واہ رے ایشنے، فوجیوں کے خاندان میں جا رہی ہو۔"

عشیہ اسے اس نئے رشتے سے متعلق معلومات فراہم کر رہی تھی..... جبکہ اشنال ہمیشہ کی طرح اکتائے ہوئے انداز سے سن رہی تھی، اور سامنے لیٹی عشیہ کی ننھی حورین کو سیریلک کھلاتی جا رہی تھی۔

"میں نے کسی فوجی سے شادی نہیں کرنی۔"

ہمیشہ کی طرح انکار ہوا، ابھی بہانا آنا باقی تھا....

"لے "پاکستان کی آدھی کڑیاں فوجیوں کیلیئے مری جا رہی ہیں، ادھر ایشے میڈم کے نخرے نہیں ختم ہو رہے۔"

عشیہ نے بے یقینی سے اسے دیکھا....

"نخرے نہیں کر رہی بس انکار کر رہی ہوں۔"

اس نے تصیح کی......

"انکار کا ریزن؟"

"فوجی ہے تو شہید ہو جائے گا۔"

"تو"؟

میں بیوا ہو جاؤں گی۔"

شرارتی حورین اسکے ہاتھ سے اسپون پکڑنے کی کوشش کی تھی، جس کے نتیجے میں چمچ میں بھرا اسفوف نیپکن پر گراتھا،

اشنال نے اسے گھوری دی جس پر وہ کھلکھلائی۔

"بیوا نہیں شہید کی بیوی کہلاؤگی، پاگل۔"

"کچھ بھی ہے، میں نے اتنی جلدی بیوا نہیں ہونا۔"

"کہہ تو ایسے رہی ہو جیسے تم نے جاتے ہی بیوا ہو جانا ہے۔"

عشیہ کو بھونڈا جواز ہضم نہیں ہوا....

"ہاں تو فوجیوں کی زندگی کا کیا بھروسہ، بس میری طرف سے انکار ہے۔"

حورین کا پیٹ بھرنے کے بعد اب وہ نیپکن اتار رہی تھی...کہ اسے کمرے میں داخل ہوتیں امی کی آواز سنائی دی....

"ملائیشیا والے سے شادی نہیں کرنی فراڈئیے ہوتے ہیں، ڈاکٹر سے شادی نہیں کرنی ان سے میڈیسنز کی اسمیل آتی ہے۔

فوجی سے نہیں کرنی شہید ہوجاتے ہیں۔ اس سے پوچھو اس موئے کتابوں والے سے کروادوں اسکی شادی؟

سارا دن کتابیں پڑھتی رہے گی۔ اور تو دونوں کو کوئی کام ہی نہیں ہے، وہ کتابیں دکان پر سجا سجا رکھتا ہے، یہ وہاں سے اٹھا کر گھر میں سجا لیتی ہے۔ "

امی نہایت غصے میں بولیں........

"نہیں بلکل نہیں، دوسرا مہینہ ہے اس ڈیش نے ڈائجسٹ لانے ہی چھوڑ دیئے ہیں، مجھے لگتا ہے آپ نے اسے منع کیا ہوگا۔ "

امی اسکی بات کو اگنور کرتیں کمرے سے اپنا چشمہ اُٹھائے نکل گئیں.....

"شکر کرو امی کو ڈیش کا مطلب نہیں پتا، ورنہ تمہاری کمر ہوتی اور امی کی باٹا کی جوتی۔ ٹھاااااہ کر کے وجتی۔ "

پھر وہ دونوں ہنسنے لگیں، انہیں ہنستا دیکھ کر حورین کی قلقاریاں بھی کمرے گونجنے لگیں......

روتے روتے ہنستی ہوں پھ پھر روتی ہوں

عشق نے کیسی مجھکو سزا دی شہزادے

عشاء کی نماز کے بعد اس نے سلام پھیرا تو ساتھی پائلٹ فیضان نے اطلاع دی کہ گھر سے اس کیلیئے کال آئی ہے، اس نے بابا کے نمبر پر کال بیک کی.....

"کیسے ہو شاہ؟"

"کرم ہے اللہ کا۔ آپ سنائیں"....

"یہاں بھی سب ٹھیک ہیں۔"

"وہ بابا کوئی جواب آیا وہاں سے؟"

"نہیں شاہ ابھی تک کوئی موئثر جواب نہیں آیا۔ تمہاری دادو اور بھابھی گئیں تھیں آج فون نمبر لائی ہیں۔ اب دیکھو کیا جواب آتا ہے۔"

"بابا اگر انکار ہو گیا تو؟"

"آں ہاں، کیپٹن مایوسی والی باتیں نہیں کرتے۔"

انہوں نے شاہ کی نیگیٹو سوچ کو ٹوکا......

اگر اللہ نے اسے تمہارے نصیب میں لکھا ہے، جو کہ مجھے لگتا ہے کہ واقعی لکھا ہے، تو تمہیں ضرور ملے گی۔

ٹینشن نا لو، اپنی ٹریننگ پر فوکسڈ رہو۔ اللہ سب بہتر کرے گا۔"

"ان شاءاللہ۔"

وہ عزم سے مسکرایا اور چند باتوں کے بعد فون بند کر کے سونے لیٹ گیا......

پہلے اس کے خواب اسے ستاتے تھے، اب وہ خود خواب دیکھنا چاہتا تھا......

اسکی گلابی مائل رنگت میں زردیاں کھل گئی تھیں، ہاتھوں کی نیلی رگیں انگلیوں پر گنی جا سکتی تھیں، اسکے جسم کا گوشت گل سڑ گیا تھا، آنکھوں کے گرد حلقے واضح دکھائی دیتے تھے، کھانے بیٹھتی تو کھانا دیکھ کر ہی اسکی بھوک ختم ہو جاتی۔

صبح سکول جاتی، شام میں ٹیوشن پڑھاتی، چھٹی کا سارا دن لیٹے لیٹے گزار دیتی، دنیا سے قطع تعلق کر چکی تھی وہ، بہنوں کے گھر بھی نہیں جاتی تھی، وہ مر نہیں سکتی تھی یہ تو طے تھا وہ اپنی زندگی کے دن گن گن کر گزار رہی تھی......

مائیگرین نے اس پر حملہ کیا تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اس کے سر پر ہتھوڑے سے ضربیں لگا رہا ہے۔ سر کو دونوں ہاتھوں میں جکڑے کبھی وہ مکے مارتی کبھی تکیہ کو سر پر رکھ کر لیٹ جاتی، کبھی اسے قے آنے لگتی، اسکا جسم کانپنے لگتا، اس قدر شدید درد اسے ہمیشہ لگتا وہ آج مر جائے گی......

اس درد نے اسکی آدھی جان ختم کر لی تھی۔

میڈیسن لینے پر بعض اوقات آرام نا آتا، تین تین دن گزر جاتے....

وہ یوں ہی بے سدھ پڑی رہتی.....

وہ یقین سے کہہ سکتی تھی کہ اس کی موت مائیگرین سے ہی لکھی ہے....

پورے گھر کی صفائی ختم کرنے کے بعد وہ اس آخری کمرے کی طرف بڑھی، جو خاص مہمانوں کیلیئے مختص تھا۔ کمرے کا دروازہ کھولتے ہی کوئی جانی پہچانی خوشبو اس کی سانسوں سے ٹکرائی، اس کے منہ سے بے اختیار نکلا......

"بابا۔"

سگریٹ کی خوشبو نے پورے کمرے کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

اس نے کارپٹ پر نظر دوڑائی، ایش ٹرے میں تین سے چار ادھ جلے سگریٹ کے ٹکڑے پڑے تھے، جس مطلب تھا یہاں کوئی آیا تھا۔

وہ ایش ٹرے اٹھا کر روم سے باہر نکل آئی۔

"امی.........امی.........یہ سگریٹ......کوئی آیا تھا کیا؟"

"ہاں شاہ آیا تھا کل۔" امی نے سبزیاں کاٹتے مصروف سے انداز میں جواب دیا۔

شاہ یہ نام سن کر اسکے کان پک چکے تھے، چہرے پر ناگواری در آئی۔

اس نے لب بھینچ لیئے۔

وہ پلٹی اور ایش ٹرے میں پڑی راکھ کو ڈسٹ بن میں جھاڑا، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ایش ٹرے بھی کوڑے کی نذر کر دے۔

پھر وہ روم میں داخل ہوئی، پھر اسی خوشبو نے استقبال کیا۔

جو خوشبو ابھی تھوڑی دیر پہلے اسے بھلی لگ رہی تھی وہی اب کڑوے دھوئیں جیسی محسوس ہو رہی تھی۔

اس نے جلدی سے روم کی صفائی ختم کی اور کھڑکیوں کے پردے ہٹا کر فین فل سپیڈ میں چلا دیا، اور خود باہر نکل آئی....

وہ سمجھتی تھی کہ اس طرح کرنے سے کمرے سے اس کے سگریٹ کی خوشبو چلی جائے گی۔

مگر شاہ کی خوشبو نے اس کے گھر کا راستہ ہمسفر کر لیا تھا......

اس رشتہ کا دباؤ اس پر بڑھنے لگا تھا، سب ہی راضی تھے ماسوا اشنال کے۔ عشیہ ہر ہفتے اسے منانے آتی اسکی ناں ہاں میں نہیں بدلتی، آج بھی وہ جاتے ہوئے کہہ گئی تھی کہ اشنال، شاہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے، اس نمبر سے تمہیں کال آئے گی اٹھا لینا، اور اسے ساتھ ہدایت کر گئی تھی کہ اچھے الفاظ منہ سے نکالنا کہ فوجیوں کی ریسپکٹ ہمارا فرض ہے.........

دو دن لگاتار اسی نمبر سے اسے کال ملی جسے وہ اگنور کرتی رہی، ابھی وہ رات کا کھانا بنا کر کچن سے نکلی ہی تھی کہ اس کا سیل فون بج اٹھا۔

سکرین پر وہی نمبر لہرا رہا تھا جسے وہ جان بوجھ کر اگنور کر رہی تھی۔ مگر آج اسے فیصلہ کرنا تھا، آر یا پار...

اس نے کال ریسیو کی، بھاری مردانہ آواز میں سلام ہوا...

"اسلام علیکم۔مجھے سید سکندر شاہ کہتے ہیں، غالباً اس نام سے آپ واقف ہونگی ناں؟ کیسی ہیں آپ؟"

ٹھہر ٹھہر کر کیئے گئے سوالات پر وہ پھٹ پڑی......

"کسی کی زندگی عذاب بنا کر اس سے مت پوچھیں کہ وہ کیسی ہے".....

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ وہ غصے کی بہت تیز تھی...

شاہ خاموش رہا۔

"معذرت کے ساتھ مگر آپ جیسا ڈھیٹ شخص میں نے زندگی میں نہیں دیکھا۔"

اپنی اس عزت افزائی پر وہ مسکرایا، اسے اشنال عبداللہ کے بارے میں تفصیل سے بتا دیا گیا تھا، اور وہ کچھ تھا بھی فوجی بندہ، ایسے جملوں کیلیئے تیار رہتا تھا.....

"آپ مجھے انکار کا سولڈ ریزن بتا سکتی ہیں؟"

میں آپ کو بتانے کی پابند نہیں۔"

وہ سمجھ سکتا تھا، اس کا پالا اس کے ملک کی طرح سر پھرے حریف سے ہوا تھا، مگر اپنے اس سر پھرے حریف کو کس طرح ڈیل کرنا ہے وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ ایک فوجی تھا......

تو پھر ٹھیک ہے آپ کے کسی انکار سے مجھے بھی کوئی فرق نہیں، میں یہ نکاح نہیں رکوا سکتا""....

شاہ نے اپنا موقف پیش کیا تو اشنال کا خون کھول اٹھا...

"کوئی بھی مرد کسی ایسی لڑکی سے شادی نہیں کر سکتا جس کے دل میں کوئی اور رہتا ہو۔"

آخر کار وہ سچ بول ہی پڑی۔

شاہ کے اندر کچھ ٹوٹا، شاید دل، مگر نہیں، اسے ہمت نہیں ہارنی تھی...

"مجھے کوئی ایشو نہیں"۔

وہ ہر طرح سے تیار تھا، دھیمے لہجے میں وہ اپنا اثر چھوڑ گیا۔

اشنال کچھ دیر کچھ نا بول سکی۔

"آپ نے شاید ٹھیک سے سنا نہیں، یا شاید مجھے سننے میں غلطی ہوئی تھی کہ فوجی غداروں سے روابط نہیں بڑھاتے۔ ایک فوجی یہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ اس کی بیوی اسے چھوڑ کر کسی اور کو یاد کرے؟"

وہ استہزئیہ مسکرائی۔

"بلکل ہمارے شعبے میں غداری کی سزا موت ہے، اور میں اپنی بیوی کو کبھی اس کام کی اجازت نہیں دونگا، لیکن میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اشنال سید بن جانے کے بعد سب کچھ بھول جائیں گی، کیونکہ آپ کسی کے نکاح میں ہونگی اور نکاح جیسے پاکیزہ بندھن کے آگے باقی ساری چیزیں بے معنی رہ جاتی ہیں۔"

"ہاہاہاہاہا" اس کی ہنسی میں طنز تھا جسے وہ محسوس کر چکا تھا۔

"کئی سال میں جسے ایک لمحہ نہیں بھولی اسے بس نام کے ساتھ سید لگانے سے بھلا دونگی! سلام ہے آپ کی سوچ کو کیپٹن شاہ۔"

کیپٹن شاہ پر اس کا دل دھڑکا...... وہ مسکرایا تو گالوں پر پڑنے والے بھنور بھی بول اٹھے.....

"جو شخص آپ کے دل کا سکون کھا جائے، اسے آپ کے دل میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہے،

اشنے۔"

اپنا انوکھا سا نام ایک اجنبی کے منہ سے سن کر اسے بہت برا لگا.....

اسے اسپیکر سے اٹھنے والی شائستہ آواز کے پیچھے چھپی بدصورتی دکھنے لگی، وہ کھا جانے والے لہجے میں بولی۔

"یہ میرا دل ہے، اور میں اچھے سے جانتی ہوں کہ اس میں کسے رہنا ہے اور کسے نہیں۔
آپ کے لیے اتنا کافی ہے کہ مجھے آپ سے شادی نہیں کرنی، سمجھے آپ؟"

"جی بہتر".....

اشنال نے فون بند کر دیا۔

فون بند ہوا تو شاہ نے ایک آہ بھر کر بادلوں میں چھپن چھپائی کھیلتے چاند کو دیکھا اور مسکرا دیا۔

جس بات کا اسے گمان تھا اس پر یقین کی مہر لگ گئی تھی، اس کی پاگل آنکھوں والی لڑکی کا دل اسکا نہیں تھا، ہاں مگر وہ تھی اسی کیلیئے.....

اور بہت جلد اسکا فیصلہ ہونا تھا.....

وہ لان میں ٹہل رہا تھا جب اپنے پیچھے اسے کرنل صاحب کی آواز سنائی دی۔

"کیا بات ہے شاہ اس وقت یہاں؟"

"نیند نہیں آ رہی بابا۔ "اس نے بے بسی سے کہا۔

"یہاں ٹہلنے سے کیا نیند آ جائے گی؟"

"سونے کی کوشش میں ہی یہ ٹائم ہو گیا ہے اندر دم گھٹ رہا تھا اس لیے یہاں آ گیا۔

مجھے نیند نہیں آ رہی بابا، میں سویا نہیں تو وہ خواب میں کیسے آئے گی؟"

"تو شاہ کو عادت ہو گئی ہے اسکی۔ "کرنل صاحب مسکرائے۔

"عادت......... نہیں بابا وہ تو ایسی ہے کہ بس اس سے محبت کی جا سکے،

عادت چھوڑنے کا من کرتا ہے پر محبت ہو تو چھوٹ جانے کا خوف ہی گناہ لگتا ہے۔"

تو پھر یہ بے چینی کیسی؟ جا کر کہہ دو اسے۔"

"وہ کسی اور سے محبت کرتی ہے بابا۔"

شاہ نے تھکے ہوئے لہجے میں بتایا۔

"تمہیں کس نے بتایا؟"

"اس نے خود۔"

"تو کیا وہ اس کے ساتھ ہے؟"

"مجھے نہیں لگتا بابا".

"اگر وہ اس کے ساتھ ہوتا تو یہ حالت نا ہوتی اسکی۔"

"ہمممم..........

"اسے کسی نے توڑ دیا ہے بابا۔"

"تو تم جوڑ دو اسے۔"

بابا وہ بکھر گئی ہے، شاید وہ اب کسی کو اپنی زندگی میں لانے سے ڈرتی ہے شاید اس کی زندگی اس اذیت بھرے سفر میں اس جگہ آ کر رک گئی ہے، جہاں وہ نا آگے جا سکتی ہے نا پیچھے۔

اس کو جوڑنا مشکل ہے بابا، بلکہ کسی حد تک ناممکن ہے، لڑکیوں کا دل شیشے کی طرح ہوتا ہے بابا، ٹوٹ جائے پر کرچیاں نہیں جوڑ پاتا.....

"ارے دنیا میں کچھ بھی ناممکن نہیں، اور تمہیں تو خدا نے خود راستہ دکھایا ہے، جب خدا راستے دیتا ہے تو سارے اسباب خود ہی پیدا کرتا ہے۔

تم ہمت نہ ہارو، اس پر یقین رکھو۔"

وہ اسے حوصلہ دے رہے تھے، ہمت بندھا رہے تھے۔

پر بابا، کسی کے دل سے کسی کو کھرچ کر خود کی جگہ بنانا ناممکن ہوتا ہے۔"

تو پھر کیا کرو گے، ساری عمر یونہی خواب ہی دیکھتے رہوں گے؟"

شاہ محبت کرتے ہو تو اس کا درد تمہارا درد ہونا چاہیے۔

کچھ سمجھ نہیں آ رہا بابا کیا کروں".....

اس کے چہرے پر پھیلی بے بسی اسے بلکل بھی نہیں سوٹ کرتی تھی.......

تمہیں میں ایک بات بتاتا ہوں شاہ، شاید تمہارے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو جائے۔"

اور وہ سوالیہ نگاہوں سے بابا کو دیکھنے لگا۔ وہ بولے،

"ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا، عائشہ! آج جو دل میں آئے مانگ لو، آج میں بہت خوش ہوں۔"

ام المؤمنین نے یہ سنا تو شش و پنج میں بتلا ہو گئیں، سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا مانگیں۔ کافی سوچ بچار کے بعد عرض کیا۔"

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کیا میں اپنے والد محترم سے مشورہ کر سکتی ہوں؟"

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا، "ضرور۔"

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر تشریف لے گئیں اور جا کر حضرت ابو بکر صدیق کو ساری صورت حال بتا کر مشورہ مانگا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا، "بیٹی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھنا کہ معراج کے وقت جب عرش معلیٰ پر تشریف لے گئے تو وہاں آپ کی اللہ کے ساتھ راز و نیاز میں باتیں ہوئی تھیں (جہاں نہ جبرائیل تھے نہ کراما کاتبین وغیرہ)۔

ان میں سے صرف ایک بات بتا دیں۔"

حضرت عائشہ صدیقہ واپس آئیں اور آکر کہہ دیا کہ، "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم! معراج کے وقت جب آپ عرش معلیٰ پر تشریف لے گئے تو وہاں آپ کی اللہ کے ساتھ رازو نیاز میں کیا باتیں ہوئیں تھیں، جو آپ اور اللہ کے علاوہ کسی تیسرے کو معلوم نہیں، ان میں سے کوئی ایک بات بتا دیجیے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے ارشاد فرمایا، "عائشہ! وہ باتیں تو راز کی تھیں لیکن چونکہ وعدہ کیا تھا اسلئے ایک بات ضرور بتاؤں گا۔

میں نے اللہ سے پوچھا تھا کہ تجھے اپنے بندے کا کون سا عمل سب سے زیادہ پسند ہے، تو اللہ نے کہا، جب میرا کوئی بندہ کسی ٹوٹے ہوئے کو جوڑتا ہے، کسی کی مدد کرتا ہے، تب اس کا یہ عمل مجھے ہر عمل سے زیادہ پسند ہے۔"

شاہ وہ جو بھی شخص تھا، اس بچی کے ساتھ جو بھی کر کے گیا، اس کا دل توڑا ہے، وہ اپنی آخرت خراب کر چکا ہے، اپنے اللہ کو ناراض کر چکا ہے، اپنے لیے جہنم کا انتخاب کر چکا ہے، اب جب تک وہ معاف نہیں کرے گی، اللہ پاک بھی اسے معاف نہیں کرے گا۔

مگر بیٹا اب تم نے اس کے دل کو جوڑنا ہے، اپنے اللہ کے بندے کا دل جوڑنا ہے، اسے احساس دلانا ہے کہ دنیا میں محرم رشتہ ہی وہ رشتہ ہے جس میں سکون ہے، اس کی اجڑی

زندگی کو پھر سے بسانا ہے۔ اس کی مدد کرنی ہے آگے بڑھنے میں، اور اللہ تمہاری مدد کریں گا انشاء اللہ۔

اپنی بات کے اختتام پر انہوں نے شاہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

"جاؤ نماز پڑھو اور سونے کی کوشش کرو، اللہ تمہارے ساتھ ہے۔"

وہ مسکرائے، شاہ سر ہلاتا ہوا روم کی طرف بڑھا........

صبح سے اس کے سر میں شدید درد تھا، جس کی وجہ سے بستر پر لیٹی تھی، تکیے کو سر پر رکھ کر دونوں ہاتھوں سے جکڑا ہوا تھا، دونوں بہنیں اشنال کے آس پاس بیٹھی تھی......

ہو بہو Dean Winchester کی ڈپلیکیٹ ہے، قسمے، وہی کھڑی مغرور ناک، وہی باڈی، گال پہ پڑتا ڈمپل، وہی ٹور، وہی Dean Winchester جیسا ایٹی ٹیوڈ"....

آپی نے اس کی بات کاٹی۔

"ایٹی ٹیوڈ نہیں ہے، بس وہ کم گو ہے".....

"ہاں لیکن سوٹ کرتا ہے ایٹی ٹیوڈ اسے، فوجی ہئیر کٹ، اسٹائلش سی بئیرڈ، وہ دوبارہ بولی۔

بس آنکھیں Dean Winchester جیسی نہیں، نیلی آنکھیں ہیں، سید سکندر شاہ کی"....

"واللہ ہولی وڈ کا ہیرو ہے ہیرو"....

اور اشنال تکیے میں دیئے ہی اکتائے ہوئے لہجے میں بولی اور بولی بھی تو کیا بولی......

ہولی وڈ کے ہیرو کے کرتوت بھی ہولی وڈ جیسے ہونے ہے"....

دونوں بہنوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، پھر آپی شروع ہوئیں.....

"نہیں اشنال ماشاءاللہ، پاک ائیر فورس میں اپنی بٹالین کا کیپٹن ہے، بہت ذہین اور ڈیسنٹ لڑکا ہے، ہم مل کر آئیں ہیں اس سے، کوئی بری عادت نہیں ہے اس میں، فوجیوں میں بری عادتیں ہوتی کہاں ہیں"....

کیا پرسنیلٹی ہے یار، میں تو فوجی یونیفارم میں اسے دیکھ کر غش کھا رہی تھی۔"عشیہ اس کی خوبصورتی سے ہی نہیں نکل پا رہی تھی.....

اب وہ اٹھ کر بیٹھی اور تکیہ کو گود میں رکھ لیا.....

"عشیہ کاش میں تمہیں یہ کہہ سکتی کہ تم ہی شادی کرلو اس Dean Winchester پلس فوجی سے۔"

اشنال نے منہ بنایا......

"اگر مجھے یہ پہلے مل جاتا تو میں ایک منٹ نا لگاتی ہاں کرنے میں....."اس نے افسوس سے کہا......

"وہ لوگ نکاح کرنا چاہتے ہیں... "آپی نے بم پھوڑا۔

"خدا کے لیے آپی، بس کر دیں، نہیں کرنی مجھے کسی خوبصورت لڑکے سے شادی۔

خوبصورت چہروں نے ماسک پہنا ہوتا ہے، جب یہ اپنا ماسک اتارتے ہیں نا تو اندر سے بھیڑیئے نکلتے ہیں بھیڑیئے.....

اور بھیڑیئے کھا جاتے ہیں، ہمارے خواب، ہماری خوشیاں، ہمارا سکون،......

کچھ بھی تو نہیں بچتا سوائے پچھتاوے کے...... وہ چلا اٹھی......

"ناولوں نے تمہارا دماغ خراب کر رکھا ہے۔ "

میرا دماغ بلکل ٹھیک ہے، ہاں البتہ آپ لوگوں کے دماغ ہل گئے ہیں...... ایک تو سر درد اوپر سے یہ شاہ کا بکھیڑا۔ "

وہ تنگ آ گئی تھی.....

"برائی کیا ہے اس رشتے میں؟ "آپی نے وجہ پوچھی....

"آپی دو عورتیں ایک دن ہمارے گھر ریسٹ کرنے آئیں، اگلے دن رشتہ لے کر آ گئیں۔

اور صدقے جاؤں اپنے گھر والوں کے جو انکی خوبصورتی، دھیمے لہجے، امیری، فوجی خاندان پہ دل ہار گئیں....

یعنی حد ہے......"وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی.....

"اشنال ایسا رشتہ تمہیں چراغ لے کر بھی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا"...

"آپی مجھے اندھیرے ہی بھلے ہیں، آپ میری شادی اسی محلے کے کسی ٹرک ڈرائیور، کسی نان والے یا پھر کسی موٹر مکینک سے کر دیں مگر اس کیپٹن شاہ سے نہیں ،مجھے محلوں میں نہیں رہنا آپی ،مجھے زمین پر ہی رہنے دیں"....

اس کی آواز مدھم ہو گئی......

"انتہائی کوئی بھونڈا جواز ہے اشنال.....

امی سے کہتی ہوں نکاح کی ڈیٹ فکس کر دیں، ہماری لڑکی کا تو دماغ چل گیا ہے....." وہ اٹھ کر جانے لگیں تھیں کہ اشنال کی آواز پر رک گئیں......

"سن لیں آپ میرے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا کوئی"..

اس نے دھماکا وا دیا....

"کس سے کرو گی پھر شادی؟ کون سے شہزادے کی آس میں بیٹھی ہو؟ کوئی ہے تو بتاؤ پھر؟"

وہ سناٹوں کی زد میں آ گئی۔

اور وہ کیسے بتاتی کوئی تھا تو سہی مگر اس نے کبھی ایسا اختیار ایسا حق اسے دیا ہی کب تھا کہ وہ اس کا نام لے سکتی۔"

وہ تو بس ایک بے نام رشتہ تھا.....

لفظوں کا فیک سا تعلق.....

آواز اور چند ٹیکسٹ میسجز کا تعلق....

وقت گزارنے کا سامان"...

"اتنی بوجھ ہو گئی ہوں میں آپ لوگوں پر تو زہر دے کر مار کیوں نہیں دیتے؟ آج اگر بابا زندہ ہوتے تو کوئی میرے ساتھ یوں نا کرتا".....

آخر میں اس کی آواز نمی گھول لائی تھی، ابھی وہ جڑی ہی تھی، ابھی وہ مڑی ہی تھی کہ عشیہ کی چیخ سے واپس پلٹی.....

"امی......" دونوں بہنیں بھاگ کر امی کے پاس گئیں۔

آسیہ خاتون کی سانس اکھڑنے لگی تھی، انہیں پھر اٹیک پڑا تھا....

ابھی اس نے ایک قدم آگے بڑھانے کیلیئے اٹھایا ہی تھا کہ آپی ی آواز اسے سکتے میں چھوڑ گئی۔

"اگر امی ع کچھ ہوا تو یاد رکھنا اشنال اس کی ذمہ دار تم ہوگی"....

وہ لوگ امی کو لے کر دروازہ عبور کر چکیں تھیں۔

اشنال کا سکتا ٹوٹا اور وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی....

سفید رنگ کے کاٹن کے سادے سے سوٹ میں بنا کسی میک اپ کے سر پر سرخ رنگ کا زرتار دوپٹے کا لمبا سا گھونگھٹ لئے، اسے صوفے پر بیٹھایا گیا تھا......

نکاح کے پیپرز اس کے سامنے رکھے تھے، کچھ اپنے اس کے آس پاس کھڑے اس کی ہاں کے منتظر تھے، وہ مٹھیوں کو سختی سے بھینچے بیٹھی تھی کہ کسی نے زبردستی اسکی مٹھیاں کھول کر قلم پکڑایا۔

اس کی نظریں پیپرز سے ہٹ کر قلم پر جا رکیں۔ کتنی عجیب بات ہے ناں، ایسی ہی ایک قلم سے اپنی زندگی کے ان گنت سالوں کے ہر دن میں جانے کتنی بار وہ زئی کا نام لکھتی آئی تھی، ایسے ہی ایک قلم سے کبھی بار زئی نے بھی اس کا نام لکھا تھا، مگر پھر بھی وہ دونوں ایک دوسرے کے نا ہو پائے تھے۔

ایک یہ قلم تھا جس سے بس تین بار اپنا نام لکھ کر خود کو مکمل کسی اور کے اختیار میں دے دینا تھا، اس تین بار لکھے نام نے ہزاروں بار لکھے زئی کے نام کو محض چند منٹوں میں خاک بنا کر اڑا دینا تھا۔

"اشنال۔" اسے امی کی آواز سنائی دی۔

کسی نے اسے ہلایا، ایک بار، دوسری بار، تیسری بار....

اس نے قلم کی نوک کو کاغذ پر ایک بار گھسیٹا، تو اسے لگا جیسے کسی نے اسے آرے سے کاٹ لیا ہو۔

آج سے پہلے اسے اپنا نام کبھی اتنا برا نہیں لگا تھا،

پھر اس نے قلم کو دوسری بار گھسیٹا، اور زئی کی اشنال کو مر جانے دیا۔

تیسری بار اسکے نام کے ساتھ کچھ آنسو بھی نکاح نامے میں جذب ہو گئے۔

وہ اب کبھی اشنال زئی نہیں بن سکتی تھی کیونکہ وہ اشنال سید بن گئی تھی۔

یہ لمحہ اس لئے سب سے بڑی اذیت کا لمحہ تھا، جب انسان کسی اور کے ساتھ زندگی گزارنے کے سپنے دیکھ چکا ہو، سوچ چکا ہو، تو اچانک سے کسی اور کا ہو جانا موت سے کم نہیں ہوتا، اسے ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی کانٹوں بھری جھاڑیوں میں گھسیٹ رہا ہے.. اور وہ اندر سے آج مر گئی تھی، زندہ تھی تو بس لال جوڑے میں لاش کی مانند۔

بنت حوا کی بیٹی کی زندگی سے کھیلنے والے کیا جانے..

لال جوڑوں میں اٹھتی لاشیں کیا ہوتی ہے....

کیپٹن شاہ جیت گیا تھا، اشنال عبداللہ ہمیشہ کی طرح ہار گئی.....

وہ دوپٹے کو خود پر پھیلائے آنکھوں پر بازو رکھے لیٹی تھی جب عشیہ اس کے پاس آئی۔

"آپ کے شاہ صاحب تو خاصے اتاولے ثابت ہوئے ہیں۔"

اس نے آنکھوں سے ہاتھ نہیں ہٹائے۔

"میں نے اڑتی اڑتی خبر سنی ہے وہ بڑوں کو راضی کر رہے ہیں کہ جناب ہمیں اپنی مسز شاہ سے ملنے دیا جائے۔"

اس نے ایکدم آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے اور بے یقینی سے عشیہ کو دیکھا۔

اور بڑے مان گئے ہیں۔" عشیہ بڑے آرام سے بولی۔

"کیا دماغ خراب ہوگیا ہے سب کا، پتا نہیں کیا دم پڑھتا ہے سب پر؟" وہ عشیہ کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی...

"اب تو ہوگیا دم درود، اب تم ملنے کی تیاری کرو۔"

میں کسی سے نہیں ملنا۔ جو سب چاہتے تھے وہ کر لیا میں نے، خدارا مجھ پر اتنے ظلم کریں جتنے میں سہہ سکوں.... وہ رو دینے کو تھی......

"وہ تم سے بات کرنا چاہتا ہے اس میں کوئی برائی نہیں ہے۔"

"کیا یہ کافی نہیں ہے کہ میں اس سے نہیں ملنا چاہتی؟"

"اس کی خواہش ہے یہ، ہم اسے ناراض نہیں کر سکتے۔"

میری خواہش، میری مرضی، میرا سکون، میری خوشی کوئی کیوں نہیں پوچھتا؟ سب کو وہی نظر آرہا ہے، میں کیوں نظر نہیں آتی کسی کو؟" اس کی آواز کانپ رہی تھی.....

"بس اب وہ آرہا ہے، خدا کیلیئے ڈھنگ کے الفاظ منہ سے نکال لینا، نہیں نکال سکتی تو بس چپ ہی رہنا، فوجیوں سے بیر اچھا نہیں ہوتا۔"

اسے وارن کر کے وہ خود کمرے سے نکلنے لگی تھی کہ اشنال بول پڑی۔

"میں سر پھاڑ دونگی اسکا اگر اس نے یہاں قدم رکھا تو"....

"فوجی ہے خود نپٹ لے گا تم سے۔"

وہ بری طرح پھنسی تھی آج........ آج اس کی آنکھوں کے جگنو گھبرا گئے تھے۔

"سوری بابا، میں اس سلسلے میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔

اور سنو، یو پھاڑ کھانے والے انداز میں اسے نا دیکھنا، انڈین طیارہ سمجھ کر مار گرائے گا۔"

اسے مشکل میں ڈال کر عشیہ خود چلی گئی.....

اشنال نے زمین پر پڑے دوپٹے کو اٹھا کر سر پر جمایا اور اچھی طرح خود کو اوڑھ لیا، ابھی وہ کسی واز وغیرہ کی تلاش میں کمرے میں نظریں گھمانے لگی تھی کہ کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔

وہ اچھل پڑی، ٹیبل پر پڑی گلاب جامن کی پلیٹ میں اسے چھری نظر آئی جو اس نے اٹھالی،
اور دیوار کی جانب رخ موڑے کھڑی رہی

دروازہ کھلنے پھر بند ہونے کی آواز آئی۔

چھری پر اسکی گرفت مضبوط ہو گئی۔ پھر قدموں کی آواز اس کے قریب آکر رک گئی۔

آہاں، کیپٹن شاہ کے استقبال کا اچھا طریقہ ہے، آئی لائیک اٹ۔"

گھمبیر آواز نے اس کے گرد حصار باندھا تھا۔

شاہ نے اس کی چھری والی کلائی تھامی تو اس لمس پر وہ کانپی اور چھری ہاتھ سے چھوٹ
گئی....

وہ ایسے کسی بھی لمس سے ناواقف تھی، پہلی بار کسی مرد کا لمس محسوس ہوا تھا اسے.....
زئی کے ساتھ محبت ہونے کے باوجود کبھی اس سے روح بروح ملی نہ تھی۔

آج پہلی بار کسی مرد سے اس کا سامنا ہوا تھا۔ اور وہ اس کا محرم تھا۔

اس لمس پر اسے بہت تاؤ چڑھا۔

"بس اتنی جلدی سرینڈر؟ کیپٹن شاہ کی وائف سے ایسا ایکسپکٹ نہیں کر رہا تھا میں۔"

وہ اسے چیلینج کر رہا تھا۔

وہ سوچ بیٹھی تھی کہ کیپٹن شاہ کے چاروں طبق روشن کرے گی، اسکی خود کی آنکھوں کے تارے ناچ گئے تھے۔ اس نے بھرپور کوشش کرکے اپنی کلائی چھڑوالی۔

"دیکھیں آپ......." اسکا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی شاہ نے اس کا بازو پکڑ کر اسکا رخ اپنی طرف کیا.......اس اچانک جھٹکے پر وہ پلٹتے ہی سیدھا شاہ کے کندھے سے ٹکرائی......

مردانہ کلون کا ایک طوفان اس کے نتھنوں سے ٹکرایا، تو مدہوش کن خوشبو مرچوں کی طرح اسکے دماغ پر چڑھ گئی، دماغ غصہ سے جھنجھلا اٹھا.....

دوپٹہ سر سے سرک کر کندھوں پر گر گیا...... کچھ آوارہ لٹیں چہرے پر جھول گئی.....

غصہ سے جبڑے بھینچے، اس نے چہرے اوپر اٹھایا۔

"دیکھیں".....

شاہ نے اس کے دونوں بازو سختی سے جکڑ رکھا تھا.....

اب اسکا چہرہ شاہ کے عین سامنے تھا، وہ چہرے جو خواب در خواب اسکی آنکھوں میں رہا تھا، وہ چہرہ جسے اس نے کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تھا.....

وہ پہلی بار اسے دیکھ رہا تھا، سارے خواب ایک ایک کرکے اسکی آنکھوں میں اتر آئے تھے....

"ان آنکھوں نے کئی راتیں جگایا ہے، اس چہرے کو دیکھنے کیلیئے کئی راتیں سو نہیں پایا میں۔

آپ نے کیپٹن شاہ کو آن ڈیوٹی ڈپریشن میں رکھا ہے پاگل آنکھوں والی لڑکی"...

مجھے معلوم ہوتا آپ بھی مجھے دیکھنے کیلیئے بے تاب ہیں تو ایسی کوشش پہلے ہی کہ لیتا۔"

وہ مسکرایا تو اسکے گال کا سمپل اور گہرا ہو گیا......

وہ دونوں ایک دوسرے کو پہلی بار دیکھ رہے تھے، مگر دونوں کے دیکھنے میں فرق تھا۔

ایک انتہائی غصے میں دیکھ رہا تھا، جبکہ دوسرا انتہائی محبت سے۔

وائٹ کرتے میں بلیک ویس کوٹ، فولڈڈ کف، سلور گھڑی، فوجیوں سا ئیر کٹ، اسٹائلش بئیرڈ، گالوں پر پڑتا ڈمپل، جو چیز اسے سب سے منفرد بناتی تھی وہ اسکی نیلی آنکھیں تھیں، اونچا لمبا بھرپور قد کاٹھ کا مالک، کوئی بھی لڑکی آنکھیں بند کیئے اسے اپنے لیئے منتخب کر سکتی تھی.....

اس کے پاس سے اٹھتی Eternallove کی خوشبو نے کمرے میں تسلط جما لیا تھا........

اس نے پاگل آنکھوں والی لڑکی کے ادھورے چہرے کو مکمل دیکھ لیا تھا۔

مگر اشنال زیادہ دیر اسکی نیلی آنکھوں میں نہیں دیکھ پائی تھی۔ ا

آنکھیں بند کر کے خود کو چھڑانے کی کوشش کرنے لگی مگر وہ بے بس تھی۔

بلآخر وہ اپنی ٹون میں لوٹی اور چیخی......

"چھوڑیں مجھے۔"

"فوجی دشمن کو نہیں چھوڑتے، آپ تو پھر اپنی جند جان ہیں۔"

وہ بے باقیوں کی انتہا پہ تھا، جبکہ اشنال سوچ رہی تھی فوجی بھی ٹھرکی ہوتے ہیں، یکدم فوجیوں سے اسے بیر ہونے لگا......

"ہاں البتہ آنکھیں کھول کر ریکوئسٹ کریں اسطرح کہ "کیپٹن شاہ، ہوش میں آئیں،" تو ممکن ہے میں آپکا بازو چھوڑ دوں۔"

وہ اب اسے تنگ کر رہا تھا جان کر.......

اشنال کا ضبط جواب دینے لگا تو اس نے ایک اور کوشش کی خود کو چھڑانے کی، اس بار شاہ نے اس کے دونوں کمر کے پیچھے لے جا کر ایک ہاتھ میں جکڑ لئے اور دوسرے ہاتھ سے اسکی تھوڑی کو انگلی سے چھو کر اوپر اٹھایا۔

اشنال نے پھر آنکھیں بند کر لی، وہ آئی کانٹیکٹ میں صفر تھی اور مقابل اگر شوخ گستاخانہ نیلی آنکھیں ہوں تو اللہ اللہ.....

وہ مکمل طور پر شاہ کے رحم و کرم پر تھی.....

"جان شاہ۔"

پاگل آنکھوں والی لڑکی۔"

باری باری وہ اسے یونیک ناموں سے پکار کر شاہ اس کے چہرے پر جھکا اور باری باری اسکی آنکھوں پر اپنے لب رکھے.....

اپنی بند آنکھوں پر شاہ کا لمس اسکی سانس روک گیا..

وہ اس سچویشن کیلیئے ہر گز تیار نا تھی، اسے گمان ہی نہیں تھا کہ اس کے ساتھ ایسا ہو سکتا تھا....

پھر وہ اوپر اٹھا.....

اس نے دیکھا وہ رو رہی تھی....

بند پلکوں کے کنارے بھیگے ہوئے تھے....

"میں سوری نہیں کرونگا، نا مجھے پچھتاوا ہے کوئی، یہ سب ضروری تھا تاکہ آپ کو احساس ہو کہ پہلے جو کچھ بھی تھا، مگر اب آپ جان شاہ ہیں۔"

آنسو پلکوں سے ٹپکے تو شاہ نے انہیں اپنی پوروں میں سمیٹا.....

کیپٹن شاہ کی امانت اپنا خیال رکھئے گا۔"

یہ کہہ کر شاہ نے اسے خود سے الگ کیا اور مسکراتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا....

پہلے اس کے گرد لپٹا دوپٹہ زمین پر گرا، پھر وہ خود کٹی ہوئی ٹھنی کی طرح زمین پر گرتی گئی.....

آنسو کے ساتھ سسکیاں تیز ہوتے ہوئے چیخوں میں بدل گئیں "......

گلاب جامن کی پلیٹ اٹھا کر اس نے دیوار سے ماری.....

اپنی انکھوں کو سختی سے رگڑا، مگر لمس کوئی میل تو نہیں تھی جسے دھو کر رگڑ کر مٹایا جا سکتا تھا.......

اس رات بھی وہ رات تھی.....

کچھ دیر پہلے نیند سے وہ دیر تک روتی رہی.....

ادھر کیپٹن شاہ نکاح کے بعد مسرور سا سب سے باری باری گلے مل کر واپس ائیر بیس چلا گیا......

دن ہفتوں میں بدلے ہفتے مہینوں میں......

مگر اگر کچھ نہیں بدلا تھا تو وہ تھی اشنال عبداللہ۔

جو اشنال سید بن جانے کے بعد بھی ویسی کی ویسی تھی......

اسکول سے واپسی پر بارش کی بوچھاڑ کن من میں بدل چکی تھی، ایبٹ آباد کے سارے منظر دھل گئے تھے، بھیگی سڑکوں پر تیز روم سے جھانکتی خوشبو نے اس کے جکڑ لئے۔

گیسٹ روم کا دروازہ کھلا تھا اور پردے برابر کئے گئے تھے۔

اس کے ناک سے ٹکراتی سگریٹ کی خوشبو اعلان کر رہی تھی کہ اندر کون بیٹھا ہے۔ غصے میں تن فن کرتی راہداری عبور کر کے وہ کچن کے دروازے تک پہنچی، جہاں آسیہ خاتون گیسٹ روم میں بیٹھے شخص کیلیئے چائے بنانے کھڑی تھیں۔

"امی........ یہ کیوں آیا ہے یہاں؟" وہ چیخی۔

"آہستہ بولو، سن لے گا۔" وہ دبی دبی آواز میں چلائیں۔

"سن بھی لے تو کیا فرق پڑتا ہے، انتہائی ڈھیٹ قسم کا واقع ہوا ہے، جانتا ہے کہ زبردستی میرے متھے لگا ہے۔"

خدا کا خوف کرو اشنال، شوہر ہے تمہارا۔"

لفظ شوہر نے اسکا حلق کڑوا کر دیا تھا...

"زبردستی کا شوہر"!

اور بھی بہت کچھ بڑبڑاتے وہ روم کی جانب بڑھی، ہینڈ بیگ دور اچھالا، اسکارف، عبایا بھی اتارا اور گولا بنا کر زمین پر پٹخا۔

غصے میں بھری بیڈ پر بیٹھ گئی.....

اخلاقیات نام کی کوئی چیز نہیں ہے، حد ہے کسی کے گھر میں آ کر سیگریٹ کے دھوئیں اڑانا بیڈ مینرز میں آتا ہے، یقیناً ائیر فورس والوں سے چھپ کر پیتا ہو گا، فوجیوں کی پھینٹی لگے گی تب پتا چلے گا۔"

ابھی تک سیگریٹ کی خوشبو اس کے نتھنوں میں گھسی ہوئی تھی۔

"کتنے دن لگیں گے اب کمرے کو صاف ہوتے، سارا کمرا سگریٹ سے بھر دیا ہے"....

کیپٹن شاہ کے لیے اس کے پاس ناگواری ہی ناگواری تھی۔

سگریٹ کی خوشبو اسے اچانک ماضی میں لے گئی.....اس نے تھک کر تکیہ پر سر رکھ دیا.......

"تمہاری آنکھوں کو دیکھ کر ایسا لگتا ہے زئی جیسے"......

"جیسے؟"

"تم ڈرنک کرتے ہو؟"

"ہاہاہا" وہ ہنسا تھا۔

مجھ سے سب یہی پوچھتے ہیں، لیکن مجھ سا شریف بندہ تمہیں چراغ لے کر نکلو گی تب بھی نہیں ملے گا۔"

وہ ہنسی تھی.....

اوہواسے خوششش.....

"جان شاہ۔"

پہلی بار پہلی بار کسی نے زئی کے خیالوں سے اسے کھینچ نکالا تھا، نامحسوس انداز سے......وہ آنکھیں بند کئے چونکی.....

زئی کا خیال اڑچکا تھا۔۔۔

مگر وہ کون تھا، جان شاہ پکارنے والا تو وہ......مگر نہیں یہ تو کوئی ننھی سی آواز تھی....

اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا، سامنے چارپانچ سال کا پیارا سا بچہ کھڑا تھا.....

وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔

جان شاہ۔"اس بچے نے پھر وہی لفظ دہرائے۔

بچے کے نین نقش بتاتے تھے کہ وہ کیپٹن شاہ کا عزیز ہے...

پھر وہ اشنال کے قریب آیا۔

مائے نیم از سید واسع شاہ۔"

شکر ہے اس کی آنکھیں نیلی نہیں ہیں، اشنال نے سانس بھری، اور مسکرائی۔بچے تو دشمن کے بھی پیارے اور معصوم ہوتے ہیں، بچو سے بئیر کیسا، وہ مسکرائی۔

"کم ہئیر۔"

اشنال نے اسے بلایا، اوراب وہ اسکی گود میں بیٹھا اس کی گود میں بیٹھا اس کے لمبے ناخنوں سے کھیل رہا تھا۔

"یہ اصلی ہیں؟"

"بلکل۔"

اسے شاید یقین نہیں آیا تھا، اسنے اب اشنال کے ناخن کو پکڑ کر اپنی انگلی سے نیچے کی جانب زور لگایا،

جیسے وہ توڑ کر دیکھنا چاہتا تھا کہ ناخن اصلی ہے کہ نقلی....

"اووووچ، سسییی"....

اس سے ہاتھ چھڑا کر اب وہ اپنے بیچارے زخمی ناخن کو پھونکیں مار رہی تھیں.....

ہاہاہاہا، وہ ہنسنے لگا تھا....

"یو ناٹی بوائے۔"

اشنال نے اس کے کان کھینچے.....

وہ پھر سے ہنسنے لگا....

واسع شاہ کیپٹن شاہ کی گود میں لیٹا اسکے کف لنکس سے کھیل رہا تھا، اور شاہ کی بے خود سی نظریں اسکے چہرے کے طواف میں لگی تھیں....

جیسے اس کے سامنے واقعی جان شاہ ہو۔۔۔۔

"چاچو جان شاہ مجھ سے میری لیشز مانگ رہی تھی۔"

"اچھا۔" اس کے ڈمپل مزید گہرے ہوئے۔

میں نے کہا آپ کی لیشز ہیں تو۔"

ہاں صیح، پھر؟"

"پھر انہوں نے کہا اپکی والی جادہ پاری ہیں۔"

پھر آپ نے دیں؟"

"جی، میں نے دیں۔"

وہ کیسے؟"

میں نے اپنی لیشز جوں فنگر سے ٹچ کر کے انکی لیشز سے جوڑ دیں۔"

ہاہاہاہا.... میرا شہزادہ۔"

"چاچو انکی آئیز جادہ پاری ہیں، میں نے انکی آئیز کو کس بھی کیا۔"

"نااااااا کریار۔"

شاہ نے جھک کر واسع کے ننھے ہونٹوں کو چوم لیا....

"میرے بیٹے کو کن کاموں پر لگا رہے ہو، کیپٹن شاہ؟"

بھابھی کمر پر ہاتھ رکھ کر گھوری، وہ دونوں چاچو بھتیجا ہنس پڑے....

اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا بھابھی۔"

شاہ واسع شاہ کے بالوں سے کھیلنے لگا.....

یہ بگڑانا تو سمبھالنا تم ہی۔"

"ارے فکر نا کریں، چاچو نہیں بگڑا بھتیجا کیسے بگڑے گا۔"

میں دیکھ رہی ہوں چاچو آہستہ آہستہ بگڑنے لگے ہیں۔"

ہاہاہا، اب تو بگڑنا بنتا ہے ناں بھابھی۔ وہ آپ نے سنا نہیں، علی زریون کیا فرما گئے ہیں۔

میں اس کے بعد کبھی ٹھیک سے نہیں جاگا۔

وہ مجھ کو خواب نہیں، نیند سے جگاتی تھی۔"

پھر اسکی خوبصورت ہنسی شاہ ولا میں بکھرنے لگی۔

" بیوقوف مت بنوا ایشے، بس کرو، کوئی اتنا بڑا ظلم نہیں ہوا ہے تم پر، ہر لڑکی کے ساتھ ہوتا ہے، کب تک مظلومیت کی چادر اوڑھو گی...

اسے نافرق پڑا تھا نا پڑے گا، وہ اپنی زندگی میں خوش ہے، اسے تمہاری زرہ پروا نہیں، وہ بس تمہارے ساتھ وقت گزار رہا تھا، کب تک تم اسے یاد کر کے اپنی زندگی برباد کرتی رہو گی؟

اب تمہاری زندگ تمہاری نہیں رہی، تم اب کسی کی بیوی ہو، بھول جاؤ اسے، کیوں مزید اپنے تماشے لگا رہی ہو....؟

اللہ نے شاہ کی صورت میں تمہیں ایک موقع دیا ہے، خدا کے لئے سمجھ جاؤ۔

کیا تم نے سنا نہیں......

"تمہارا رب جس چیز کو تمہارے قریب کر دے اس میں حکمت تلاش کرو، اور جس چیز کو تم سے دور کر دے اس پر صبر اختیار کرو۔"

اب خود کو اور اذیت مت دو۔

فری آج اسے سمجھانے کے لیے پچھلے ایک گھنٹے سے کال پر تھی۔

"کیسے کرو صبر؟ فری، نہیں آتا مجھے صبر، نہیں بھول پا رہی میں اسے، تم میری جگہ پر ہوتی تب میں تم سے پوچھتی کہ بھلا آسان ہوتا ہے یادوں سے چھٹکارا پانا...؟

فری میں جب سوچتی ہوں کہ میں کسی اور کے ساتھ زندگی گزاروں گی، میرا دل چلنا بند ہو جاتا ہے، میں نے اس کے ساتھ زندگی گزارنے کے خواب دیکھے ہیں فری۔

اس نے میرے ساتھ جو بھی کیا ،مجھے دھوکا دیا، وقت گزارا، جو بھی کیا فری اس نے، پر میں نے..... میں نے تو سچی محبت کی ہے ناں فری، میری محبت جھوٹی نہیں تھی، فریب نہیں تھا، دھوکا نہیں تھا، جذبات کے ساتھ کھیلا نہیں تھا میں نے فری.....

تم بتاؤ....؟مجھے کیسے صبر آئے۔

تم کوشش کر کے دیکھوں ایشے۔"

کوئی چیز ناممکن نہیں ہوتی۔

"تمہیں لگتس ہے میں نے کوشش نہیں کی ہوگی؟

میں جتنا اسے بھولنے کی کوشش کرتی ہوں وہ مجھے اتنا ہی یاد آ کر بتاتا ہے کہ میں ہوں۔"

وہ ہے نہیں وہ تھا، اب شاہ ہے۔"

نہیں ہے کہیں شاہ، کہیں نہیں ہے شاہ، زبردستی مسلط کیا گیا مجھ پر۔"

تمہارا جوڑ اللہ نے اس کے ساتھ بنایا ہے۔

نکاح میں بہت طاقت ہوتی ہے، تم بس بیوقوفیاں چھوڑ دو۔"

میں نے کیا تھا میں ابھی شادی نہیں کر سکتی۔

کیوں کہا تھا...؟

اسلیئے کہ میں دھوکا نہیں دینا چاہتی تھی کسی کو۔ میں ایسا نہیں کر سکتی فری کہ دل میں کوئی اور ہو اور شادی کسی اور سے کرلوں۔

جب دل کسی رشتے کو مانئے ہی نا۔ جب دل سے کوئی اور جا ہی نا پائے، تو ایسے کاغذی تعلق کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا، دل میں دو لوگ نہیں رہ سکتے۔"

نکال باہر کرو زئی کو، کچھ نہیں لگتا تمہارا وہ۔

اتنا ہی اچھا ہوتا ناں تو وہ تمہیں یوں لاوارثوں کی طرح چھوڑ نا دیتا۔

اگر وہ اتنا سچا ہوتا نا تو وہ تمہارے علاوہ کسی اور کی طرف نظر اٹھا کر نا دیکھتا، وہ کبھی تمہیں اپنانا چاہتا ہی نہیں تھا، وہ صرف وقت گزاری تھی،

جو محبت کرتے ہے نا، ایسٹے میری جان وہ جھوٹ کبھی نہیں بولتے، وہ کبھی دھوکے نہیں دیتے۔

اس کے لیے تم بھی باقی لڑکیوں کی طرح چند دن کی عیش تھی۔

تم اس کے لفظوں کے جال میں پھنس کر اپنا آپ گوا بیٹھی ہو۔

تباہ ہو چکی ہو، بہت تقلیفیں برداشت کر چکی ہو۔

اس کا کیا اس کو کوئی فرق نہیں پڑا، وہ اپنی زندگی میں خوش ہے۔

اس کو یاد بھی نہیں ہو گا کہ اس نے کسی کی خوشیاں چھینی ہے، کسی کو مردہ بنا کر چھوڑ گیا ہے،

ایشے ایسے لوگوں کو اللہ بھی ڈھیل دیتا ہے اور پھر ایک بار رسی کو کھینچتا ہے، اللہ اپنے بندے پر کیے گئے ظلم کبھی نہیں بولتا،۔ انسان بول بھی جائے وہ نہیں بولتا، جانتی ہو کیوں؟

کیونکہ انسان کا دل اللہ کا گھر ہے اور جب کوئی گھر کو توڑتا ہے، انسان کو تقلیف دیتا ہے تو اللہ کو بھی تقلیف ہوتی اپنے بندے کے درد سے، سوچوں ایشے....

ہماری ماں ہمارے ساتھ برا کرنے والے کو کبھی معاف نہیں کرتی، اسے جب پتا چلتا کہ میرے بچے کا دل توڑا ہے کسی نے تو اسے معاف نہیں کرتی، تو وہ خدا جو ستر ماؤں سے بڑھ کر پیار کرتا ہے وہ کیسے اپنے بندے کی تقلیف بھول سکتا ہے کیسے اس کو بنا سزا کے چھوڑ اسکتا ہے۔

اسے اپنے کیئے کی سزا ضرور ملے گی۔

دفع کرو اسے اب، اور شاہ کو سوچو سب اچھا ہو گا"...

کچھ بھی اچھا نہیں ہے اس شاہ میں۔

چاپلوس ہے بے حد، کبھی خود آتا ہے تو کبھی بھابھی بتھیجے کو بھیج دیتا ہے۔"

ایشے زندگی بار بار مہلت نہیں دیتی، سمجھ جاؤ۔

چھوڑ دو اسے سوچنا، بس شاہ کو سوچو، سب وہی سب کچھ ہے۔"

تم لوگوں کی سوچ ہے کہ میں زئی کو بھول جاؤنگی، میں اس شخص کو کیسے بھول سکتی ہوں، جو میرا سکون نگل گیا.... جو میری ذہنی بربادی کا ذمہ دار ہے۔

کیسے بھول جاؤں اسے....؟ ,

فون بند کر کے وہ پھر رونے لگی تھی......

تم اس سے دور دہو، لوگ اس سے کہتے تھے

وہ میرا سچ ہے، بہت چیخ کر بتاتی تھی۔

وہ بیڈ پر کافی سارے رسالے پھیلائے بیٹھی تھی، یوں ہی انکو الٹ پلٹ کرتے ایک صفحے پر لکھے کچھ لفظوں پر اس کی نگاہ ٹھہر گئی۔ اس نے وہ صفحہ اٹھایا اور پڑھنے لگی.....

اور جن عورتوں کے ساتھ زبردستی زنا کیا جائے ان عورتوں کو چاہیے کہ وہ چیخ و پکار نا مچائیں اور خاموش ہو جائیں۔ اپنا پردہ رکھیں کہ اللہ صبر کرنے والیوں کو پسند کرتا ہے، اور بے شک ان کے ساتھ کی گئی ہر ناانصافی کا پورا پورا احساب لیا جائے گا۔"

دن میں جانے کتنی باراس نے یہ تحریر پڑھی۔ اس کے ساتھ تو ایسا کچھ نہیں ہوا تھا، زنا کے آگے بیوفائی تو معمولی سی چیز ہے۔ وہ کوئی پہلی لڑکی تو نہیں تھی، جس کے ساتھ دھوکا کر گیا تھا، اپنی حدود سے باہر نکل جانے والی لڑکیوں کو پھر سزائیں تو ملتی ہیں، تو وہ کیوں اتنا واویلا مچا رہی تھی۔

اللہ نے تو انہیں بھی صبر کا کہا ہیں جن کے ساتھ زبردستی زنا کیا جاتا ہے جبکہ اس نے تو خود جانتے بوجھتے ایک غیر مرد سے راہِ رسم بڑھائے تھے۔ ٹھیک ہے محبت کرنا گناہ نہیں ہیں، مگر محبت کے کچھ تقاضے ہیں۔

اگر کسی سے محبت ہو بھی تو اس کو نکاح کی دعوت دو، اور اگر مرد اس بات کے لیے راضی ہو تو پھر تو بلکل بھی دیر نہ کی جائے۔ کیونکہ جب یہ ناپاک رشتے طول پکڑتے ہیں تو تباہی مچاتے ہیں۔

اگر مرد اس بات کے لیے ابھی راضی نہیں، وہ ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا کچھ وقت مانگتا ہے تو اسے صاف کہہ دو کہ جب وقت آیا تو تب آ جانا میرے والدین سے اجازت لینے، کیونکہ جنھوں نے محرم بننا ہوتا ہے نا وہ وقت نہیں مانگا کرتے، اور جو وقت گزار رہے ہوتے ہے نا وہ صرف وقت کو آگے بڑھاتے ہے، اور مجبوریاں بتاتا ہے، جانتے ہو مرد کبھی مجبور نہیں ہوتا، وہ اگر احتجاج کر کے چار شادیاں کر سکتا ہے، تو وہ اپنی پسند کی شادی بھی

کر سکتا ہے، اگر وہ محبت کے لیے قدم بڑھا سکتا ہے، قسمیں کھا سکتا ہے تو وہ شادی بھی کر سکتا ہے، اکثر وقت گزارنے کے بعد جان چھڑانے کے لیے کہہ دیتے ہے گھر والے نہیں مانے، در حقیقت وہ خود نہیں مانے ہوتے، ان کی حوس پرستی کی تکمیل ہو جاتی ہے تو وہ کہہ دیتے ہے کہ نہیں مانتے گھر والے، ماں باپ ظلم نہیں ہوتے، چلو وہ نہیں مانے کچھ دن ضد ہو گی پھر وہ مان بھی جائے گے، پر اگر کوئی مرد نکاح جیسے پاک رشتے کے لئے راضی نہیں تو عورت کو کوئی حق نہیں، کہ وہ ایک غیر مرد سے رشتہ رکھے، اور بعد میں تباہی کا رونا روئے، وہ اپنی بربادی کی خود زمہ دار ہوتی ہے۔

جو لڑکیاں غیر مردوں کو نامحرموں کو اپنا آپ پیش کرتی ہیں، وہ ذلیل و خوار ہی تو ہوتی ہیں۔

اس رات وہ پچھتائی تھی اپنے ان سارے اعمال پر جو اس نے زئی کی محبت میں مبتلا ہو کر کئے تھے، اس نے تو زرا صبر نہیں کیا تھا،

وہ تو روئی تھی، چیخی تھی، بین کئے تھے اس نے، اپنے جسم کے حصوں کو اذیت پہنچائی تھی۔

سب سے بڑی بات اس نے خدا کو ناراض کیا تھا، اس کا کہا نہیں مانا۔ خدا نے کہا مرد کی نگاہوں میں مت جھانکنا، وہ ایک غیر مرد کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ خدا نے کہا تمہارا جوڑ

میں خود بناؤں گا، اس نے سنا، اور خود ہی اپنے لئے چن لیا۔ جو خدا کے کاموں میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، پھر خدا بھی انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے کہ اچھا..؟ مجھ پر بھروسہ نہیں ہے؟ ٹھیک ہے ڈھونڈو اور جب تھک جاؤ تو لوٹ آنا۔

اور پھر وہی ہوتا ہے، ہم تھک جاتے ہیں، اپنی چاہت کے پیچھے بھاگ بھاگ کر، پھر ہم اسی کی طرف لوٹ کر آتے ہیں۔

خوش قسمت ہوتے ہیں وہ چند لوگ جو وقت پر لوٹ آتے ہیں، کچھ بد قسمت لوگوں کو جب احساس ہوتا ہے، بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔

اشنال بھی شاید بد قسمت لوگوں میں سے تھی۔

اس نے بھی گناہ کیا تھا، اللہ کے کاموں میں دخل کر کے، اللہ کو ناراض کر کے، آج وہ جس محبت کے لیے ترس رہی تھی، وہ اللہ کی نافرمانی کر کے اس نے کی تھی، کہیں نہ کہیں اس نے فہد کے سچے پیار کو ٹھکرا کر اس کے دل کو توڑ کر بھی گناہ کیا تھا، اور اللہ کے بندے کا دل توڑ کر کیسے انسان سکون میں رہ سکتا ہے، کبھی نا کبھی مکافات عمل دنیا میں ہی ہو جاتا ہے۔

آج ب اس کا اپنا دل ٹوٹا تو اس کو احساس ہوا تھا، آج اسے اپنے سارے کئے گناہ یاد آرہے تھے، اس کے آنسو اس کی ندامت کو واضح کر رہے تھے۔

آج کی رات اس کے احتساب کی رات تھی، آج اس نے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرنی تھی۔

تہجد کا وقت تھا، چہرے سے آنسوؤں کو صاف کیا اور وضو کر کے جائے نماز بچھائی، آج اس کو جائے نماز بچھاتے ہوئے بھی شرمندگی ہو رہی تھی، وہ جب بھی رب کے آگے جھکی اپنے مطلب کی خاطر جھکی۔

تہجد کی نیت باندھی تو ندامت کے آنسو بہتے ہوئے جائے نماز پر گرنے لگے، اسے اپنے وہ سارے گناہ یاد آرہے تھے، جو وہ ایک غیر مرد کی محبت میں مبتلا ہو کر کرتی ائی تھی،

جو میل ہے تیرے دل میں

وہ صاف کر دے گا!!....

تو مانگ تو صحیح دل سے

وہ معاف کر دے گا!!.....

مولا میری توبہ

مولا میری توبہ!!!......

سجدے میں جا کر اس کے آنسوؤں میں اور روانی آ گئی تھی، اس کے آنسو اب سسکیوں میں بدل گئے تھے۔

وہ روتے روتے صرف اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہی تھی، وہ گناہ جو اس کو ایک اچھی لڑکی سے بری لڑکی میں تبدیل کر گے تھے، اس نے محبت تو کی تھی مگر حدود کو توڑ کر..

تہجد کی تمام رکات اسی طرح اس نے روتے ہوئے ادا کی۔

دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو اس کے لبوں نے بے ساختہ یہ ہی الفاظ ادا کیئے........اللہ پاک معاف کر دے، میرے مالک میں گناہگار ہوگی......میں اتنی غافل ہو گئی تھی...میں بھول ہی گئی کہ میں تو تیری نافرمانی کر رہی ہوں...

میں جس راستے پر چل رہی ہو وہ صرف اور صرف گھری کھائی میں جاتا ہے...، میں نے تجھ کو اتنا ناراض کر دیا میرے مالک معاف کر دے.......

اک عرض کروں میں، سن میرے خدا

میں تو کچھ بھی نہیں ہوں، کہیں تیرے سوا!..

دل سے ہوئی ہے، جو بھی خطائیں

کر معاف مجھ کو یہی التجا ہے!!!.....

پل، پل ہر دم.....اک تو ہم دم

بس دل یہ ہی پکارے!!!!.......

مولا میری توبہ..... مولا میری توبہ!!.....

آنسوؤں کی کڑیاں اس کے چہرے کو بھگوتے ہوئے اس کی کی ہتھیلی کو بھر رہے تھے، مگر اس اج اپنے گناہوں کی معافی مانگنی تھی۔

اللہ پاک تو کہتا ہے نا کہ ایک بار میرے در پر جھک کر دیکھوں، اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر دیکھوں میں معاف کر دو گا۔

آج تیری یہ بندی نادم ہے اپنے کیئے پہ، اپنے گناہوں پہ، معاف کر دے مجھے میرے مولا بخش دے...

میں نے خود کو خود ہی اس عذاب میں جھونکا ہے، میں نے خود یہ راستہ چنا ہے آج میں خود اپنی تباہی کی زمہ دار ہوں، میں نے گناہ کیے ہیں، غیر محرم سے محبت کی ہے،

تیرے بنائے قانون کو توڑا تیری نافرمانی کی، تو نے مجھ بار بار ٹھکر لگوائی مگر میں آندھی ہو گئی تھی، تجھے ناراض کرنے میں میں نے کوئی کسر نا چھوڑی، اج اگر تو معاف نہیں کرے گا تو مولا میں کس کے در پر جاؤ گی... تو واحد ہے معاف کرنے والا...

میری سانس سانس تیری خدائی

کیوں ملی تھی مجھ کو تیری جدائی!!..

بگڑی میری کو مولا زرا سلجھا دے

یہ جو آگ ہے میں نے خود لگائی!!..

نہیں مجھ سے پھر یہ گئی بجھائی

اپنے کرم سے مولا رحم برسا دے!!..

اللہ پاک میں نے تیرے بندے کا دل توڑا تھا، میں نے غرور کیا تھا، میں نے اسے دوتکار دیا تھا۔

میں یہ بھول گئی تھی.... کہ تو اپنے بندے کے دل دکھانے والے کو سزا ضرور دیتا ہے۔

میں نے اس کو ٹھکرایا تب احساس نہ ہوا، آج جب مجھے زئی نے توڑا، مجھے دھوکا ملا، تو احساس ہوا، درد ہوا کہ اس شخص پر کیا گزری ہوگی جس کو میں نے توڑا تھا، جس کو میں نے ٹھکرایا تھا، جس کی محبت کو میں نے بکاری سمجھا تھا..... وہ تو میری زندگی سے خاموشی سے چلا گیا، اس نے تو صبر کر لیا.... مگر اللہ پاک اس کا صبر، اس کی آہ مجھے لگ گئی، مجھے میرے کیئے کا صلہ مل گیا....

کسی کو بکاری سمجھتے سمجھتے، کسی کی سچی محبت کو ٹھکرا کر آج میں کسی کی محبت کے لیئے خود بکاری بن گئی.... آج میں بھی تباہ ہو گئی ہو.... مجھے معاف کر دے نا میرے مولا۔

اللہ پاک میں تو اسے بھول گئی تھی..... اس کے ساتھ کی گئی زیادتی بھول گئی تھی...... زئی کی محبت میں اتنا ڈوب گئی کہ میں نے اپنی الگ دنیا بنا لی۔ میں ہواؤں میں اڑنے لگی تھی...... تجھ سے اس قدر دور ہو گئی کہ تو مجھے بلاتا رہا اور میں نے اٹھ کر سجدہ نا کیا.... میں اپنی بربادی کے گلے کرتی رہی، پر اپنے گناہوں کو نا دیکھا... میں کہتی رہی کہ میں نے کیا کیا، کیوں ہوا میرے ساتھ یہ.... میں بھول گئی تھی کہ میں نے خود یہ راستہ چنا تھا، میں نے غیر مرد سے رشتہ جوڑا تھا یہ قصور تھا میرا یہ گناہ تھا میرا...

کبھی دل جو توڑے تھے میں نے

بڑی بھول مجھ سے ہوئی ہے

وہ جو چوٹ میں نے لگائی

میرے دل پہ بھی آ لگی ہے

میں نہیں جانتی میں کس طرح اپنے گناہوں کی معافی مانگوں..... میرے پاس لفظ نہیں ہے مولا ..... تو تو رحیم ہے بن بولے سمجھ جاتا ہے.... تیری رحمت کا دریا چھلکیاں مار رہا ہے، اک قطرہ مجھے بھی دے مولا..... اک قطرہ اس گناہگار کو بھی عنایت کر دیں۔

میرے پاس لفظ نہیں ہے

مانگوں میں کیسے اپنی دعا!!....

دل سے ہوئی ہے، جو بھی خطائیں

کر معاف مجھ کو زیہ ہی التجا ہے!!!...

پل، پل، ہر دم، اک تو ہم دم

بس دل یہی پکاریں!!!!....

مولا میری توبہ...... مولا میری توبہ!!....

آج اس کے گناہ جیسے جیسے دھل رہے تھے، ویسے ویسے وہ اللہ کے آگے جھکتی جا رہی تھی.....

آج اس وقت کا اندازہ ہی نہیں رہا تھا۔ وہ سمجھ رہی تھی اگر آج اسے معاف نا کیا گیا تو کبھی اس کو واپس موقع نہ ملے گا، آنکھیں رونے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھی....... غیر کی محبت کے لئے بھی تو روئی تھی، پر اج وہ اللہ کے آگے معافی کے لئے رو رہی تھی اسے پروا نہیں تھی......

آج وہ رو کے سسک کر فریاد کر رہی تھی اپنے رب سے....

اللہ پاک ہم انسان بھی نا کیسے تجھ سے غافل ہو جاتے ہیں ناں...... کسی انسان کی محبت میں اتنا ڈوب جاتے ہیں کہ تجھے بھول جاتے ہیں کہ تجھے بھول جاتے ہیں، تو ہمیں کیسے کیسے یاد کرواتا ہے اپنی..... ہم پھر بھی غافل رہتے ہے۔

اللہ پاک میں نے ایک غیر کو چاہ کر نا قابلے معافی گناہ کیا ہے ،مجھے لگا وہ میرے لیے سچا ہے ،مجھے کبھی کوئی دور نہیں کر سکتا اس سے.....

میں اس سچی اور مخلص محبت کرتی رہی.... میں اس کی محرم بنا چاہتی تھی، مگر وہ میرے لئے مخلص تھا ہی نہیں، اس کی خطائیں کیا گنو میں مولا.... میری اپنی ہی خطائیں ہیں....

تو نے جو کیا اپنے اپنے بندے کے لیے اچھا کیا۔ مگر یہ انسان کبھی بھی نا سمجھ سکا.... ہمیشہ ناشکرا رہا.... جب جب گناہ کیئے یہ ہی کہا میرے ساتھ ہی کیوں ہوا یہ؟.... کبھی اپنے گناہوں کو نا دیکھا....

میں نے خود کو اذیت دے کر تجھے اور دکھ دیا.... تیری ناشکری بن گئی.... میں آج اپنے ہر گناہ کی معافی مانگتی ہوں مجھے معاف کر دے نا....

اللہ پاک کیا میرے گناہ تیری رحمت سے زیادہ ہے..؟ بلکل بھی نہیں۔ میرے سارے گناہ ایک طرف، تیری رحمت کا ایک قطرہ ایک طرف، معاف کر دے ناں میرے رب...

میرے دل سے اس کی محبت کو نکال دے۔ میرے اس سلگتے وجود کو راحت دے....

میں دن رات تڑپتی ہوں میرے اللہ...مجھے سکون نہیں آتا کہیں بھی.... میرا دل اکثر درد

سے پھٹتا ہے.... میری ااس اذیت کو ختم کر دے۔

میں ہار گئی مولا... میں ہار گئی ہوں۔ واقع میں تیری چاہت جیت گئی، میں تھک گئی بھاگ بھاگ

کر اپنی چاہت کے پیچھے، میرا سکون تک چھین گیا مجھ سے...

"مجھے سکون دے دے.... سکون دے دے۔" وہ سسکیاں لیتے ہوئے بولی تھی....

تو نے مجھے شاہ جیسا ہمسفر دیا، میں اس کے قابل بھی نا تھی میرے مولا۔

میں اسے کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی، میں کسی کو اب تکیف نہیں دینا چاہتی، میں دل میں کسی

اور کو رکھ کر اس سے شادی نہیں کر سکتی تھی۔ میں اس کے ساتھ نا انصافی نہیں کرنا چاہتی تو

مجھ پر رحم فرما دے مولا۔

آنسوؤں تھے کہ بہتے ہی جا رہے تھے آج آنکھیں بھی اپنے قصوروار ہونے پر رو رہی تھی

قرض ادا کر رہی تھی....

میں تو اپنے لائق نہیں تھا،

جو ملا ہے تو نے دیا ہے !!!...

جو کرے تو سب سے اچھا

جو برا ہے میں نے کیا ہے!!!...

اب کوئی درد نہیں ہے

دل کا سکوں ہے تو اسے خدا!!!...

دل سے ہوئی ہے، جو بھی خطائیں

کر معاف مجھ کو یہ ہی التجا ہے!!!...

پل پل، ہر دم، اک تو ہم دم

بس دل یہ ہی پکارے!!!...

مولا میری توبہ........ مولا میری توبہ!!!...

آج اس نے دل سے دعا کی تھی کہ وہ زئی کو بھول جائے۔

زئی کی سوچیں اس سے دور ہو جائیں۔

خدا مان تو جاتا ہے.... مگر وقت لگتا ہے۔

اس نے اپنے آنسو صاف کئے اور جائے نماز طے کر کے رکھی۔ اور وہی بیڈ کے ساتھ زمین پر ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔

کسی نے جان بوجھ کر وش نہیں کیا،

کسی سے اپنی سے اپنی برتھ ڈے کا کیک کٹ نہیں رہا۔

بارہ اگست۔ آج اس کا برتھ ڈے تھا، چار سال گزر چکے تھے، محبت کرنے والوں کو انتظار لاحاصل رہے گا، پھر بھی وہ انتظار کی شمع بجھنے نہیں دیتے۔

صبح سے کئی بار فون چیک کر چکی تھی کہ شاید کسی نے اسے بھولے بسرے یاد کر ہی لیا ہو، شاید کوئی اپنے کہے لفظوں کی لاج رکھ ہی لے، مگر ہر دفعہ مایوسی اسے ملنے آتی۔

اس نے آنکھوں سے ہاتھ ہٹائے تو اس کی نظر ٹیبل پر رکھے گفٹ پیک پر پڑی.....

یہ گفٹ اسے شاہ کی طرف سے آج صبح ملا تھا، جسے اس نے کھولنے کی زحمت بھی نہیں کی.....

ہمیں جن کی چاہ ہوتی ہے وہ ہمیں آنکھیں سینکنے کو بھی نہیں ملتے، اور جن کی خواہش ہی نہیں ہوتی وہ ہر موڑ پر ٹکراتے ہیں۔

وہ چلتی ہوئی ٹیبل تک آئی، اور چئیر پر بیٹھ کر گفٹ پیک سے ریپر اتارنے لگی۔

پنک کلر گلیٹر شیٹ کو اس نے کھولا تو اندر ڈیری ملک چاکلیٹ رکھی تھی اور گلیٹر پیپر کی اندرونی سطح پر خوبصورت ہینڈ رائیٹنگ میں ایک عبارت لکھی تھی،

"اللہ کو کوشش کرنے والے پسند ہیں۔"

پھر نیچے "ہیپی برتھ ڈے جان شاہ "لکھا تھا۔

اوران چیزوں کے نیچے شاید کوئی کتاب تھی، جس کا ریپر اس نے اتارا تو کتاب قرآن پاک تھی.....

شاہ نے اسے ترجمہ و تفسیر والا قرآن پاک گفٹ کیا تھا....

"اتنا خوبصورت، اس قدر قیمتی تحفہ۔ "اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئی تھیں.....

شاید نہیں یقیناً کسی مایوس شخص کے لیے قرآن پاک سے خوبصورت اور بہترین تحفہ کوئی نہیں ہو سکتا تھا...

اس نے قرآن پاک کو بوسہ دیا....

شاید میں تمہارے لائق نہیں ہوں سید سکندر شاہ، اس نے اقرار کیا تھا....

میں ایک بری لڑکی ہوں...

مگر وہ بھول گئی تھی یہ کتاب پتھروں کو پگھلا دینے والی تھی، گناہوں کو مٹا دینے والی تھی، اسے پڑھنے کے ساتھ اسے سمجھنے کی ضرورت تھی....

وہ اپنی سخت ڈیوٹی میں بھی اشنال کے لئے وقت نکال لیتا تھا، ہر رات وہ اسے کچھ ٹیکسٹ کرتا، جس کا وہ جواب دینا تو دور سین کرنا بھی پسند نہیں کرتی۔

شاید وہ خود سے مانوس کرنا چاہ رہا تھا، اسلئے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس سے اکتائی ہوئی ہے، شاہ اسے اکیلا نا چھوڑتا۔

شاہ کے میسجز کے جواب اشنال کی خاموشی ہنوز برقرار تھی، جسے وہ توڑنا چاہتا تھا۔

پھر وہ آہستہ آہستہ اسکے میسجز سین کرنے لگی تھی، یہ بات شاہ کے لیے غنیمت تھی۔

عورت بھی عجیب ہے جب کسی سے ٹوٹ کر محبت کرتی ہے تو اسی کی ہو جاتی ہے، اس کے علاوہ کسی اور کا ہو پانا اس کے لیے مشکل کیا نا ممکن ہوتا ہے، بدلے میں وہ شخص دھوکا ہی کیوں نہ دے دے مگر پھر بھی اسی کی چاہ کرتی ہے، اس کے بعد آنے والی کسی کی انتہا کی محبت کی بھی پرواہ نہیں کرتی۔

اشنال بھی یہ ہی کر رہی تھی اپنی محبت کی خود غرضی میں وہ شاہ کا امتحان لے رہی تھی، اس کی محبت کی پرواہ نہیں کر رہی تھی، مگر کب تک اس نے سوچ لیا تھا زئی کو زندگی سے نکالنا ہے، بھولنا ہے اسے، وہ یہ بھی جانتی تھی کہ ایسا کرنے میں لگے گا۔

وہ وقت ہی تو چاہتی تھی آگے بڑھنے کے لیے، وہ نہیں چاہتی تھی کہ دل میں زئی کو رکھ کر کسی اور کی نہیں ہو سکتی تھی، مگر گھر والوں نے اس کی ایک نہ سنی،

اور شاہ کے ساتھ اس کو جوڑ دیا۔

وہ اسے آہستہ آہستہ ڈپریشن سے نکالنے لگا تھا.....وہ خود بھی کوشش کرنے لگی تھی کہ وہ اس رشتے کو قبول کرلے.....

مگراس کے لیے تھوڑا مشکل تھا۔

اشنال کا فون مسلسل بج رہا تھا، وہ جانتی تھی کس کی کال ہے، مگر وہ فلحال کسی سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھی۔ صبح سے عجیب بے کلی سی چھائی ہوئی تھی اس کے وجود پر۔

اس نے انباکس کھولا۔ اشنال کال ریسیو کریں، کا میسج پڑا تھا۔

وہ شاید تھک گئی تھی، یا پھر ہار گئی تھی کہ آج وہ ٹیکسٹ ملنے پر خاموش نہیں رہ سکی، اور جواباً لکھ بھیجا۔

"میری طبیعت نہیں ٹھیک ہے، پھر بات کرونگی۔"

"اشنے کال اٹھاؤ۔" پھر اصرار ہوا۔

وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ اسکی بات مان کر اسے کیسا محسوس ہونا تھا.....

جس کا نمبر سیل پر چمکتا دیکھ کر دل پر تپتی ریت بچھ جاتی تھی، آج اس کا نمبر اس نے شاہ کے نام سے سیو کرلیا تھا.....

اب کی بار بیل بجنے پر کال ریسیو کرلی گئی.....

"سر میں درد ہے؟" شاہ نے پوچھا۔

"ہممممم۔"

"میڈیسن لی"؟

"جی"۔

آنکھیں بند کرو اشنے۔"شاہ نے ریکوئسٹ کی۔

اسے گھبراہٹ ہونے لگی.....

"میں بعد میں کال کرو"...

"اشنے آنکھیں بند کرو۔"شاہ نے حکم دیا۔

اشنال نے ہینڈز فری لگا کر آنکھیں بند کرلیں اور سر تکیے پر رکھ دیا....

کچھ دیر دونوں طرف خاموشی چھائی رہی۔پھر اسے ایسی آواز سنائی دی جس سے اس کا دل ایک لمحہ کے لئے لرزا۔

الرحمٰن علم القرآن۔

شاہ اپنی خوبصورت آواز میں اسے سورت رحمٰن کی تلاوت سانے لگا۔

بلاشبہ وہ ایک بہترین قاری تھا، اسکی آواز بہت خوبصورت تھی، زئی کی آواز کو بیٹ کرتے ہوئے...

اس کی آنکھوں سے آنسوں بہنے لگے۔

"فبای الاء ربکما تکذبان۔

پھر وہ ہچکیوں سے رونے لگی۔

یہ مرد کی کونسی صورت تھی، یہ اللہ کا کونسا تحفہ تھا، کیا یہ اللہ کے راضی ہونے کی نوید تھی، کہ وہ اسے اس چیز سے نوازنے جا رہا تھا، جس کے وہ لائق بھی نہیں تھی؟

ایک آواز اس نامحرم کی تھی جو دل کا محرم تھا، جسے سن کر اکثر نازیبا گفتگو کانوں سے دھوئیں نکال دیتی...

ایک آواز اس محرم کی تھی، جسے سن کر خوف سے آنسو جاری ہوئے تھے...

اب وہ آواز سے رونے لگی...

شاہ اسے رولانا ہی چاہتا تھا، رونے سے دلوں کے بوجھ کم ہو جاتے ہیں، اور جو آنسو تلاوت قرآن کریم سن کر نکلیں وہ دلوں میں میل کو کھرچ لیتے ہیں۔

شاہ یہی چاہتا تھا کہ اشنال کے دل کے سارے میل دھل جائیں۔

"اور ہماری آیتیں ان کے سامنے جب پڑھی جاتی ہیں تو ان کی آنکھیں روتی ہیں، ان کے دل روتے ہیں۔"

شاہ نے تلاوت کی ختم کی اور چپ چاپ اس کی سسکیاں سننے لگا، وہ روتی رہی، روتی رہی، وہ رونا سنتا رہا....

کتنی اذیت میں تھی وہ پہلی بار اس نے جانا تھا....

"جان شاہ۔ "اللہ ہے ناں ہمارے ساتھ۔"

وہ آواز پھر دلاسہ بن کر آئی۔

وہ ناراض ہے مجھ سے۔"

وہ محسوس کر سکتا تھا کہ رونے سے اس کی آواز اور بھی خوبصورت ہو گئی تھی۔

اسے کھو مان جائے، وہ مان جاتا ہے اشنے، بس وہ چاہتا ہے کہ اس کے آگے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرو، تھوڑا سا رو لو۔"

میں بہت بری ہوں، بہت خراب، وہ روٹھا ہے مجھ سے کب سے، شاید اس رات سے جس رات میں جاگتے ہوئے بھی بے حسی کا ثبوت دیتے ہوئے اس سے رجوع نہیں کیا۔ اس سے بے پرواہ رہی۔ آج وہ بھی مجھ سے ناراض ہے، روٹھ گیا ہے۔

میں روز معافی مانگتی ہوں مگر وہ ابھی بھی مجھ سے ناراض ہے۔

جب وہ مجھے ساری رات بلاتا رہا، میں روتی رہی مگر اٹھ کر اس تک نہیں گئی، میں بے حس بن گئی تھی شاہ۔"

اشنے وہ تو غفور ہے، رحیم ہے، اسکا کہنا ہے،

اگر تم روئے زمین کو اپنے گناہوں سے بھر کر بھی مجھ سے معافی مانگو گے، تو میں تمہیں معاف کر دونگا۔

ہم انسانوں کو منانے کیلیئے سالوں انکے در کی خاک چھانتے ہیں، رب کو منانے کیلیئے کچھ لمحے چاہیے ہوتے ہیں، وہ لمحوں میں مان جاتا ہے اشنے۔

اللہ پر گمان نہیں یقین رکھو........ سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ اس کے آنسو اپنی آواز سے چن رہا تھا۔

محبت، چاہت، اور خلوص کا یہ سب سے خوبصورت احساس تھا...

اس رات دونوں نے کال کٹ نہیں کی، وہ روتی رہی کافی دیر، اور وہ سنتا رہا کافی دیر.....

دنیا میں ہمارا جیسے شخص سے واسطہ پڑتا ہے، اسکے بعد ہم باقی ساری دنیا کو اسی کی سامنے رکھ کر دیکھتے ہیں، پھر ہمارے لئے ساری دنیا اس ایک شخص جیسی ہو جاتی ہے، پھر ہم ہر شخص کو اسی جیسا سمجھنے لگتے ہیں، مگر ہر کوئی ایک جیسا نہیں ہوتا، نا ہی ہمیں ہر ایک تو اس ایک جیسا سمجھ لینا چاہیے.....

کچھ مرد شاہ جیسے بھی ہوتے ہیں۔ دونوں ہی مرد تھے، دونوں کی پسند بھی ایک تھی، دونوں ہی بلا کے حسین تھے، دونوں ہی کی آواز خوبصورت تھی،

اگر کچھ جدا تھا دونوں میں تو وہ بس گفتگو تھی، کردار تھا، خلوص تھا، سچائی تھی، پاکیزگی تھی۔
شاہ محرم تھا اسکا مگر اس سے کوئی ایسا مطالبہ نا کرتا جیسا زئی اس سے کرتا تھا، اور پورا نہ ہونے پر دل سے اتار پھینکتا تھا۔
واقعی دنیا میں شاہ جیسے مرد بھی رہتے ہیں، ہاں بس ان کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے.....

اشنے چائے پیو گی؟"
شڑپ شڑپ..... سے وہ محسوس کر سکتی تھی کہ وہ چائے دل سے پی رہا ہے، یا تو وہ جان کر ایسا کرتا تھا، یا شاید وہ چائے پیتا ہی ایسے تھا کہ ہر سپ سنائی دیتا....
"میں چائے نہیں پیتی...." سادے لفظوں میں گم صم سی آواز گونجی۔
"چائے بنانا تو آتی ہے نا؟"
وہ خاموش رہی۔
میں چاہتا ہوں میری بیوی ایسی ہو جسے میں آدھی رات کو جگا کر بھی کہوں کہ چائے بنا لاؤ، تو وہ انکار نا کرے، سخت سردی میں بھی وہ آنکھیں رگڑتی اٹھے اور کچن میں جا کر چائے بنا لائے۔"

وہ پھر خاموش رہی، شاہ اس کے اندر چھائی اداسی محسوس کر رہا تھا، جبھی اس کا دل بہلانے کو سارے دن کی سخت ٹریننگ کے بعد تھکن محسوس کرتے ہوئے بھی لائن پر تھا۔ شاہ کیلئے یہ غنیمت تھا کہ وہ اسے سن رہی ہے، اس نے پھر کوشش کی....

"کیا اشنے میرے لیے آدھی رات کو سخت سردی میں چائے بنا سکتی ہیں؟"

"نہیں!" سرد لہجے میں سرد سے انکار پر وہ ہلکا سا مسکرایا....

"میرے کچن میں چھپکلیاں نہیں ہیں، قسمے، ہاہاہا".....

وہ ہنسا مگر اشنال کی اگلی بات پر اسکی ہنسی کو بریک لگ گئے....

"نفرت ہے مجھے تمہاری آواز سے، زہر لگتی ہے مجھے تمہاری ہنسی۔ تمہیں ہنستا دیکھ کر دل چاہتا ہے تمہارا منہ نوچ لوں۔

کیسے ہنس لیتے ہو تم اتنا، دوسروں کو اتنا رلانے والے خود کیسے بے فکری سے ہنس لیتے ہیں؟

تمہیں ڈر نہیں لگتا اپنے ہنسنے سے؟ تم نے میری ہنسی چھین لی ہے زئی۔"

میری زندگی کو تباہ کر دیا۔ میرے وجود کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے تم کیسے سکون میں ہو۔

تمہیں خدا کا ذرہ خوف نہیں ہیں۔

وہ لاشعوری طور پر زئی سے مخاطب تھی، اور وہ سمجھ چکا تھا۔

شاہ نے اسے روکا نہیں، بولنے دیا۔

وہ کئی سالوں کا کرب اپنے دل میں دبائے گھٹ گھٹ کر مر رہی تھی، وہ چاہتا تھا کہ اشنے اپنا سارا غبار نکالے، وہ چیخے اور اپنی ساری اذیت نکال دے۔ اس نے اذیت کو دل میں دفن کر رکھا تھا، جس سے اس کا وجود اندر سے مر گیا تھا۔

شاہ چاہتا تھا کہ وہ زندہ ہو جائے، کافی دفعہ وہ حد کر دیتی، اسے لگتا وہ ہمت ہار جائے گا، مگر پھر ایک نیا خواب اسے نئے سرے سے راستہ دکھا دیتا....

اب وہ رو رہی تھی، ہچکیوں سے، وہ اسے روز ننھے بچوں کی طرح سسکتا سنتا رہتا، اس کا بس نہیں چلتا وہ زبی کا پتا ڈھونڈ کر اس کی کھال ادھیڑ ڈالتا۔

"اشنے." شاہ نے اسے پکارا۔

"پلیز لیو می الون۔" روتے ہوئے ہی اس نے کال کٹ کر دی...

"میں تمہیں اکیلا ہی تو نہیں چھوڑ سکتا، جان شاہ۔"

ہتھیلی کا مکا بنا کر اس نے دیوار پر مارا، اور سر کو دونوں ہاتھوں میں تھام کر بیٹھ گیا.......

اسے کسی سے محبت تھی، اور وہ میں نہیں تھا۔

یہ بات مجھ سے زیادہ اسے رلاتی تھی.....

وہ جانتی تھی وہ غلط کر رہی ہے مگر وہ زئی کے آگے خود کو بے بس سا محسوس کرتی یا شاید اس نے خود کو بے بس بنا دیا تھا۔

وہ آج پھر تہجد میں روئی تھی، اس نے آج پھر اللہ سے معافی مانگی تھی، التجاء کی تھی کہ وہ اس سے راضی ہو جائیں۔

ہم ہمیشہ مشکل میں اپنے آپ کو خود ڈالتے ہیں، مگر پھر اس مشکل سے خود نکل نہیں پاتے، کسی طرح بھی نہیں، چاہے بھی تو نہیں۔

کیونکہ ہم صرف چاہ رہے ہوتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ ہم چاہیں اور ہو جائے، ایسا تھوڑا ہی ہوتا ہے، کچھ ہونے کیلیئے کچھ کرنا پڑتا ہے...

یہاں ہم کوشش کرتے ہیں دل سے، وہاں پھر وہ اللہ ہی ہوتا ہے، جو ہمیں اس مشکل سے نکال دیتا ہے....

پہلے وہ خود نکلنا نہیں چاہتی تھی، لیکن اب وہ خود ہی نکلنا چاہ رہی تھی مگر نکل نہیں پا رہی تھی.....

بس اسے رب کو منانے میں تھوڑی سی کوشش اور کرنی تھی، اور اس نے مان جانا تھا.....

کیونکہ وہ رب ہے وہ مان جاتا ہے....

اور اللہ پر گمان نہیں یقین رکھو.....

پہلا دن گزرا، دوسرا، تیسرا، اور کرتے کرتے چھ دن گزر گئے، شاہ کا کوئی ٹیکسٹ نہیں آیا۔

وہ شاید ناراض ہوگیا تھا،

اسے ہونا بھی چاہیے تھا.....

اشنال اس کا لایا ہوا قرآن تفسیر سے پڑھنے لگی، بہت سی باتیں جو ہماری نظروں سے گزرتی ہیں جنھیں ہم اگنور کر دیتے ہیں، انہیں اب وہ سمجھنے لگی تھی.....

شاید وہ زندگی کو سیکھنے لگی، اس نے موت مانگ کر دیکھا تھا، ایک عرصہ وہ مرنے جینے کی کیفیت میں رہی مگر مکمل مر نہیں پائی۔

اس کے ساتھ بہت سے لوگ اسے دیکھ دیکھ کر مرتے رہے اور وہ اپنے ساتھ انہیں بھی اذیت دیتی رہی....

مگر اب اسے جینا تھا ان سب کے لیے جو اسے جیتا دیکھنا چاہتے تھے۔

وہ بہت رولی تھی مگر اب ہنسنا چاہتی تھی، اپنی ہنسی..

زئی کو بھلانا مشکل تھا، مگر ناممکن نہیں، کوشش کی جا سکتی تھی، اس نے کی تھی، وہ کر رہی تھی....

لیکن کوئی جان نہیں سکتا تھا وہ کتنا مر رہی تھی، اپنے اندر موجود زئی کو مار دینا آسان نہیں تھا....

وہ زئی کی سوچوں سے چھٹکارا پانے کیلیئے شاہ کی سوچوں میں خود کو گم کرنے لگتی.....

یہ بھی تو بے بسی ہے نا، کسی کو محبت کو دفن کر کے خود کو کسی اور کی محبت میں زندہ رکھنا....

وہ گیسٹ روم میں جا کر شاہ کی خوشبو کو ڈھونڈتی، مگر وہ وہاں ہوتی تو ملتی، جب ہم منہ موڑ لیتے ہیں، تو خوشبوئیں بھی روٹھ جاتی ہیں...

اس سے کچھ اچھا ہونے کی کوشش میں سب کچھ خراب ہو رہا تھا۔

وہ پھر رونے لگی تھی......وہ رو ہی سکتی تھی....

"Iwantsomeonetoseethe Darkpartsofmymind,the messy,thedestructive,andstillchoosetostay."

مسلسل چھ دن سے جاری شدید سر درد نے اسے نڈھال کر رکھا تھا، کسی طور آرام نہیں آ رہا تھا۔ ابھی وہ بستر سے اتری ہی تھی کہ اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھایا اور چکرا کر فرش پر گر پڑی.....

مائیگرین شدت اختیار کر گیا تھا....

پچھلے چھ گھنٹوں سے وہ ہاسپٹل روم میں بے ہوش پڑی تھی، آہستہ آہستہ اسے ہوش آنے لگا تھا، اس نے آہ بھری تو سانس کے ساتھ کوئی مانوس سی خوشبو اس کے حلق تک پہنچی......

یہ وہی خوشبو تھی جس کی مہک اس کے حلق تک لکھ دی گئی تھی، جسے اس نے اپنے آس پاس بہت ڈھونڈا مگر ملی نہیں... اب وہ خوشبو اسے زندگی کی نوید سنا رہی تھی.......

ابھی مجھ میں کہیں، باقی تھوڑی سی ہے زندگی

جگی دھڑکن نئی..... جانا زندہ ہوں میں تو ابھی

اس نے بے اختیار پکارا۔

"شاہ۔"

شاہ جو اس کی حالت دیکھ کر نڈھال سا کھڑا تھا، اپنے نام کی پکار پر بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا، اور اس کے قریب بیٹھ گیا

شاہ نے اشنے کے منہ سے اپنا نام سنا تو اس کی بے جان سی جان میں جان آئی تھی........

کچھ ایسی لگن س لمحے میں ہیں

یہ لمحہ کہاں تھا میرا!!!...

اب ہے سامنے، اسے چھولوں زرا

مرجاؤں یا جی لوں زرا!!!....

خوشیاں چوم لوں، یا رو لو زرا

مرجاؤں یا جی لوں زرا!!!.....

ابھی مجھ میں کہیں باقی

تھوڑی سی ہے زندگی!!!!......

وہ بند آنکھوں سے اسے اپنے پاس محسوس کر سکتی تھی...

اس نے پھر پکارا تھا....

"شاہ۔"

"جی جان شاہ۔"

اور محبتوں میں لاڈ اٹھانا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی.....

"میں، میری آنکھیں نہیں کھل رہیں شاہ۔"

درد نے اس کی آنکھوں پر اٹیک کیا تھا، کہ وہ روشنی سے گھبرانے لگی تھیں۔

شاہ تھوڑا اداس ہوا تھا، مگر اسے اٹھنے کی ہمت بنا تھا۔

سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

شاہ نے اس کا ہاتھ تھام کر گالوں سے مس کیا..

اس لمس کو پاتے ہی اس کے آنسو کناروں کی صورت اتر آئے تھے۔

دوسری بار اسکا لمس محسوس کر رہی تھی، پہلی بار اسے اس لمس پر وحشت ہوئی تھی، اب کی

بار اس لمس پر اسے سکون ملا تھا۔

بلاشبہ شاہ کا لمس اس کیلیئے زندگی جیسا تھا....

دھوپ میں جلتے ہوئے تن کو

چھایا پیڑ کی مل گئی!!!.....

روٹھے بچے کی ہنسی جیسے

پھسلانے سے پھر کھل گئی!!!.....

کچھ ایسا ہی اب محسوس دل کو ہو رہا

برسوں کے پرانے زخم پہ مرحم لگا سا ہے!!!..

آج آس سکون کو پا کر وہ رو دی تھی جیسے زندگی پھر سے ملی ہو......

شاہ نے ان آنسوؤں کو تکیے پر گرنے سے پہلے ہی اپنی پوروں پر چن لیا تھا.....

کچھ ایسا رحم اس لمحے میں ہیں

یہ لمحہ کہاں تھا میرا!!!!.....

اب ہے سامنے، اسے چھو لوں زرا

مر جاؤں یا جی لوں زرا!!!!....خوشیاں چوم لوں، یا رو لوں زرا

مر جاؤں یا جی لوں زرا!!!!...

"اشنے۔"

وہ بولا تو اس کی آواز میں یوں لگا جیسے تیز ہوا سے سچی محبت کے بجھے دئیے جل اٹھے ہوں.....

اشنال نے پھر آنکھیں کھول کر اسے دیکھنا چاہا، مگر روشنی نے راستہ روک لیا......

تم جانتی ہو اشنے؟ رات مجھے لگا کسی نے میری سانس روک لی ہوں،

مجھے لگا تھا شاہ مر گیا ہو جیسے،

کیوں کیا تم نے ایسا؟"

اس کی آواز میں دکھ تھا، گلہ تھا، ناراضگی تھی....

سارے مرد ایک سے نہیں ہوتے یہ اسے شاہ نے سکھایا تھا...

پھر شاہ نے اسکی تھوڑی کو سختی سے پکڑا اور سخت لہجے میں کہنے لگا....

بہت ہو گیا، تم ایسے نہیں سدھرنے والی، اور اب میں بھی تمہیں کوئی مہلت نہیں دینے والا۔

مجھے انتہائی فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا ہے تم نے۔ "

تھوڑی چھوڑ کر.....

وہ اس پر جھکا اور اپنے لب اس کے ماتھے پر ثبت کر دئیے......

اور پھر وہ اس کمرے سے نہیں ہاسپٹل سے بھی چلا گیا تھا....

ڈور سے ٹوٹی پتنگ جیسی

تھی یہ زندگانی میری !!!...

آج ہو کل ہو میرا نا ہو

ہر دن تھی کہانی میری !!!!..

اک بندھن نیا سا پیچھے سے

اب مجھ کو بلائے !!!!........

آنے والے کل کی کیوں

فکر مجھ کو ستا جائے !!!....

اک ایسی چبھن اس لمحے میں ہیں

یہ لمحہ کہاں تھا میرا!!!.....

اب ہے سامنے اسے چھو لوں زرا

مر جاؤں یا جی لوں زرا!!!.....

خوشیاں چوم لوں یا رو لو زرا

مر جاؤں یا جی لوں زرا!!!.....

اشنے اپنی بے بسی پر رو دی تھی، جب وہ پاس تھا تو وہ اسے دیکھنا نہیں چاہتی تھی، اب دیکھنا چاہتی تھی تو آنکھیں کھلنے سے انکاری ہو گئیں تھیں........

روتے روتے وہ مسکرا دی۔

کہ اس کے ماتھے پہ سلگتا وہ لمس اسے یقین دلا گیا تھا کہ......

وہ جو روٹھ کر جو گیا ابھی،

ہاں وہی میرا ہے، صرف میرا......

اور بے شک، اللہ کی چاہت پر راضی ہو لینے میں سکون ہی سکون تھا........

ہاسپٹل سے وہ کل ڈسچارج ہوئی تھی، اور آج پہلی بار اشنے نے اسے کال کی تھی....

پہلے تھوڑی جھجھک ہوئی۔ پھر یہ سوچ کر کے حق رکھتی ہوں اب میں اسے کال ملائی.....

"شاہ۔"

"جی جان شاہ۔" آج کیسے یاد آگئی، لگتا ہے سورج مغرب سے نکلا ہے۔

"شاہ".....

اگر آپ ایسے تنگ کریں گے تو میں بند کر دوں گی کال۔

اچھا اچھا سوری......

اچھا بات سنے۔؟

جی حکم کریں...؟

شاہ، امی سے کہیں آپ مجھے کہیں لے کر جانا چاہتے ہیں۔"

وہ حیران ہوا۔

"کیوں بھئی، کہیں جانا ہے آپ نے؟"

"جی جانا ہے۔"

"کہا جانا ہے؟"

پہلے آپ امی سے پریشن لیں، پھر بتاؤں گی۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔"

پھر وہ اور شاہ امی سے پرمیشن لے کر گھر سے نکلے، شاہ کی مرسیڈیز جب اشنال کے ایریا سے نکلی تو شاہ نے خانوشی کو توڑا۔

"جی تو بتائیے کہاں جانا ہے؟"

"قبرستان"!

"وہ چونکا۔

"جی قبرستان؟"

اشنال نے پھر دہرایا....

فرسٹ ڈیٹ ایٹ قبرستان، واؤ، انٹرسٹنگ پہلی بار سنا ہے۔"

وہ گھوری۔

ہم ڈیٹ پر نہیں جارہے۔"

اللہ خیر ابھی تو میری شادی بھی ٹھیک سے نہیں ہوئی۔"

وہ پھر سے شرارت کرگیا۔

"شاہ۔"

"جی جان شاہ۔"

"آپ تھوڑی دیر خاموشی سے گاڑی چلائیں، قبرستان چل کر بتاتی ہوں کہ کیا کرنا ہے۔"

"اوکے، جو حکم جان شاہ۔"

پھر قبرستان پہنچ کر انہوں نے گاڑی کچے میں پارک کی، اشنال اتر کر بہت ساری بنی ہوئی قبروں کی طرف جانے لگی، شاہ بھی اسکے پیچھے ہولیا۔

ایک جگہ رک کر وہ شاہ سے۔ مخاطب ہوئی۔

"آپ وہ لے آئے تھے شاہ، جو میں نے منگوایا تھا؟"

"لے آیا ہوں، مگر.....؟

ایک بیلچہ مل جائے گا؟" وہ اس کی بات کاٹ کر بولی۔

"شاہ ایک لمحے کو ساکت ہوگیا۔ اس کی سانس رک گئی تھی۔

شاہ کو لگا یقیناً وہ پاگل ہوچکی ہے۔

کیا.....کیا کرنا ہے بیلچہ۔

اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

کیونکہ وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ اشنے کر کیا رہی ہے۔

آپ پہلے بیلچہ لے کر آئے......شاہ اسے رک کر دیکھنے لگا۔

"شاہ۔" آپ سے ہوں بیلچہ لے کر آئے۔

کیا کرنا کیا چاہ رہی ہو؟"

وہ عبایا میں تھی اور شاہ نقاب سے اسکی آنکھیں دیکھ سکتا تھا، وہ جھکی ہوئی تھی.....

"پاگل آنکھوں والی لڑکی کو دفن کرنا ہے۔"

شاہ دو قدم پیچھے ہوا تھا اور لب بھینچ لئے تھے.....

آپ نے سنا ہوگا ناں شاہ، جنہیں بے دردی سے قتل کر کے لاوارثوں کی طرح پھینک دیا جاتا ہے۔

ان روحوں کے جنازے نہیں پڑھے جاتے وہ زمین پر بھٹکتی رہتی ہیں، پھر وہ اپنے ساتھ دوسروں کے لیے بھی پریشانی کا باعث بن جاتی ہیں۔

نہ خود ان کو سکون ملتا ہے اور وہ دوسروں کو لینے دیتے ہیں۔

مجھے پاگل آنکھوں والی لڑکی کی تدفین کرنی ہے، تاکہ اس کے ساتھ سب سکون میں آسکیں۔"

شاہ آنکھیں سختی سے بند کر کے سانس کھینچا، اور پاس سے جاتے گورکن کو آواز دے کر بیلچہ منگوالیا....

اشنال نے بیلچہ اس کے ہاتھ سے لے کر خود کھدائی شروع کر دی۔

خواب میرے تھے، چاہتیں میری تھی، خواہشیں میری تھی، بے پنا محبت میری تھی، قبر بھی مجھے کھودنے دیں۔"

اشنے پلیز ایسا مت کرو، "تم نہیں جانتی پاگل آنکھوں والی لڑکی" میرے لیئے کیا تھی۔

ایسا مت کرو، مجھ سے یہ برداشت نہیں ہو رہا، پلیز مت کرو۔

شاہ کے دل میں ایک درد سا ہوا تھا یہ سب دیکھ کر۔

ایسے لگا جیسے کسی نے اس کے دل پر پیر رکھ دیا ہو.....

آپ کی "پاگل آنکھوں والی لڑکی" آپ کے سامنے کھڑی ہے، میں تو زئی کی "پاگل آنکھوں والی لڑکی" کو دفنا رہی ہوں۔"

کچھ دیر کمر پر ہاتھ رکھے اسے گھورتا رہا، پھر تھوڑا سا پیچھے ہٹ کر گاؤں سے پشت لگا کر کھڑا ہو گیا....وہ بے بس اسے قبر کھودتے دیکھے گیا۔

جب ایک سا سوراخ ہو گیا تو اشنال نے اپنے بیگ میں سے کاغذوں کا ایک ڈھیر نکالا، اور شاہ سے بولی۔

یہ وہ کاغذ ہیں شاہ، جن پر پاگل آنکھوں والی لڑکی نے کچھ کراچی کے اور کچھ ایبٹ آباد کے کئی ایک سال تک میں ایک ہی نام لکھا تھا، زئی۔"

وہ ساتھ ساتھ کاغذوں کو پھاڑتی اور قبر میں بھرتی جا رہی تھی۔

جانتے ہو شاہ۔"

ہم مشرقی لڑکیوں کی زندگی ایک چار دیواری تک محدود ہوتی ہے۔ جہاں ماں باپ بہن بھائیوں کی محبت ہوتی ہے، اور وہ اپنی چھوٹی سی دنیا میں خوش ہوتی ہیں، مگر کہیں نا کہیں ایک اور محبت بھی ان کے دل میں پلتی ہے، اور وہ محبت کسی کے چاہے جانے کی ہوتی ہے۔

کسی کی محرم بن کر اس پر دل سے یقین کر کے، اسے اپنا مان سمجھ کر، اس پر دل سے یقین کر کے، اسے اپنا مان سمجھ کر اس پر ساری محبت، ساری زندگی لٹانے کی ہوتی ہے، یہ چھوٹے چھوٹے سپنے اس چار دیواری تک محدود رہتے ہیں۔

اس چار دیواری میں رہنے والی لڑکیوں کی دنیا بہت پاک، صاف، اور سچی ہوتی ہے، اور جب کوئی اس چار دیواری کی دنیا میں باہر کا شخص آکر، خوبصورت خوبصورت لفظوں کے جال بنتا ہے، تو وہ لڑکی ان لفظوں کو سچ سمجھ کر اس کی محبت کے جال میں پھنس جاتی ہے۔ وہ شخص اس کو جھوٹی آس امید دلاتا ہے، اور وہ اندھی ہو کر یقین کرنے لگتی ہے....... اور اس کے لفظوں کو سچ سمجھ کر اس کی محبت کے جال میں پھنس جاتی ہے۔ اس کے ساتھ کچھ وقت گزار کر وہ دنیا بھر کے خوبصورت سپنے سجانے لگتی ہیں۔

اپنے آنے والی زندگی کے خوابوں کو اس کے ساتھ جوڑ لیتی ہیں، وہ سمجھ لیتی ہے کہ یہ ہی میرے لیئے سب کچھ ہے، میری زندگی کا ساتھی، میرا ہمسفر،.....
اس کی آنکھوں پر مکمل پٹی بند جاتی ہیں، وہ سچی ہوتے ہوئے بھی اچھی ہوتے بھی ایک بری اور جھوٹی لڑکی بن جاتی ہے، کیونکہ وہ اپنی جرم دار خود ہوتی ہے۔
اپنی دنیا سے وہ خود قدم باہر نکالتی ہے، وہ اپنی محبت کے سمندر میں اس قدر ڈوب جاتی ہیں کہ وہ سمجھ ہی نہیں پاتی کہ مقابل شخص اس کے ساتھ کھیل رہا ہے، اس کے جذبات کو صرف ایک کھلونا سمجھ کر توڑنے والا ہے.....
شاہ اکثر اوقات وہ ان کی سچائی جان بھی جاتی ہیں نا تو وہ انجان بن جاتی ہے، جانتے ہو کیوں؟
کیونکہ وہ اس قدر محبت میں ڈوب جاتی ہے کہ اس کے لیے اس فریبی شخص کے بنا جینا مشکل ہو جاتا ہے، وہ نا چاہتے ہوئے بھی اس کی طرف کھنچی چلی جاتی ہے، کیونکہ جس کو کسی کے لفظوں کی عادت ہو جائے، یا کانوں کو سماعتوں کی عادت ہو جائے تو ان کے لیئے اس کے بغیر رہ پانا مشکل ہو جاتا ہے.وہ نہیں رہ پاتی اس کے بنا... دو پل بھی وہ دور ہو تو ان کی جان پر بن جاتی ہے......وہ رہ ہی نہیں پاتی اس کے بنا، اس قدر پاگل ہو جاتی ہے، بھک

جاتی ہیں کہ اس کی سچائی جان کر بھی اسے موقع دیتی ہے.... مگر در حقیقت وہ خود کو ایک ٹھوکر کے لیئے راہ میں رکھ دیتی ہے۔

جب وہ شخص یہ جان لیتا ہے کہ اب یہ میرے نہیں رہ سکتی، تو وہ خوش ہوتا ہے جیسے شکاری جال میں پھنسے ہوئے شکار کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی تمام تر ہوس پرست خواہش کو مکمل ہوتے دیکھتا ہے۔ اور وہ اپنی ہر بات منوالیتا ہے۔

شاہ کچھ لڑکیاں اپنی اندھی محبت میں اس قدر بہک جاتی ہیں کہ اپنی عزت تک کی بازی لگا دیتی ہے، اس محبت نام کے دھوکے فریب میں۔

یہ محبت تو نہیں بس محبت کا ماسک پہن کر ہوا کی بیٹی کی عزت کو تار تار کیا جاتا ہے، اس کے سپنوں کے ساتھ کھیلا جاتا ہے، اس کو زندہ لاش بنایا جاتا ہے، اور پھر اس لاش جو لاوارث چھوڑ دیا جاتا ہے۔

شاہ اس چھوٹی سی دنیا میں رہنے والی لڑکیوں کی زندگی تو اس محبت سے شروع ہو کر محبت پر ختم ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی تمام تر خواہشات اس شخص کے ساتھ جوڑ دیتی ہے۔

مگر بدلے میں اسے کیا ملتا ہے.....؟

دھوکا،

فریب،

وجود کے ٹکڑے،

خواہشات کی کرچیاں،

عزت نفس کا جنازہ۔

وہ کاغذوں کے ٹکڑے کرنے کے ساتھ ایک نظر ان کو دیکھ بھی رہی تھی۔

ان میں کچھ کاغذوں پر لکھا تھا.....

"زئی کین آئی کال یو مائن.؟"

کچھ پر لکھا تھا۔

"Eshnaal,iamAllyours.

کچھ پر "اشنال زئی "لکھا تھا....

ان میں سے کچھ کاغذوں پر یہ بھی لکھا تھا کہ ایشے تم میری زندگی ہو۔

کچھ پر لکھا تھا.....

"Allnight,i'vewaitedforyou,Eshy!"

کچھ پر لکھا تھا....

تم جیسی لڑکیاں میری زندگی میں اگزسٹ ہی نہیں کرتیں"...

کچھ پر لکھا تھا......

"تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا میں دفع ہو جاؤ۔ "

شاہ اس کے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا اور اس کے ادا کئے گئے الفاظوں کو سن رہا تھا۔

"شاہ" جب وہ محبت میں انتہا کرنے والی لڑکی اس شخص کی خواہشات پر پوری نہیں اترتی۔ نا اس کی بے جا خواہشات کو پورا کر سکتی ہے تو وہ اس کو لمحے میں زمین پر لا پٹختا ہے۔ وہ جو اس کی عزت کی دہائیاں دیتا ہے وہ اس کے کردار پر انگلی اٹھانے لگتا ہے، اس کو بد کردار کہنے لگتا ہے، حالانکہ وہ ایسی نہیں ہوتی وہ تو اس کی محبت میں اندھی ہو کر اس پر یقین کر لیتی ہے جو س کے یقین کی دھجیاں اڑا دیتا ہے....

اور جب وہ ہی لڑکی اس کی بات مان لیتی ہے تو اس کو آسمان پر بیٹھا دیتا ہے... اسی طرح وہ سالوں، کتنے مہینوں کسی کے جذبات کے ساتھ فریب کرتے ہیں، وقت گزارتے ہیں، اس کو اس اس قدر حسین خواب دیکھاتے ہیں کہ وہ کسی اور دنیا میں جینے لگتی ہیں۔ وہ اس شخص کے سوا کسی کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔

مگر شاہ جب ان کا دل ٹوٹتا ہے نا تو ان کا مان، ان کا یقین کرچیاں کرچیاں ہو جاتا ہے..... وہ جیتے جی مر جاتی ہیں۔

سپنے جب ٹوٹتے ہے ناشاہ تو انسان کے اندر وجود کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ جیسے کسی نے شیشے کو توڑ کر چکنا چور کر دیا ہو، نا وہ جوڑنے کے قابل رہے اور نا رکھنے کے۔

کیسے کوئی کیسی کے ساتھ اتنے سال گزارنے کے بعد اس کو چھوڑ کر کسی اور کے ساتھ زندگی گزارنے کا سوچ سکتا ہے۔ وہ شخص جس کے سپنے جس کا وجود جس کی ہر سانس اس کے پیار کے ساتھ زندگی گزارنے کی مالا جپتا ہو۔ بہت مشکل اور ازیت بھرا وقت ہوتا ہے، وہ تو اپنے وقت کو گزار کر چلا جاتا ہے، اپنے لمحے خوبصورت بنا لیتا ہے، مگر اس کا کیا شاہ....... جس کو وہ پل پل مرتا چھوڑ جاتا ہے.... آخر قصور کیا ہوتا ہے اس کا کے وہ اس کی محبت کو سچ مان لیتی ہے اس کے ساتھ جینے کا سوچنے لگتی ہے۔ ہاں اس کا ایک قصور ہوتا ہے کہ وہ اپنی حدود کو پار کرتی ہیں، وہ اپنی دنیا سے باہر قدم نکالتی ہے... اور اس دنیا میں کچھ

بھیڑئیے جو مرد کا خول چڑھا کے بیٹھے ہیں اسے لوٹ لیتے ہیں.....

وہ اذیت میں جینے والے صرف موت کی ہی تمنا کرتے ہیں کیونکہ ان کی ساری خوشیاں ختم ہو جاتی ہیں ان کے لیے... راتوں کو روتے ہیں..... سسکتے ہیں..... خود کو اذیت دیتے ہیں....

اکثر لوگ اس اذیت میں اس قدر ہار جاتے ہیں کہ وہ خودکشی کر لیتے ہے۔ اور کچھ جو موت کی تمنا کرتے رہتے ہیں انھیں موت تو نہیں آتی... مگر وہ زندہ لاش بن جاتے ہیں۔ اور کتنی ہی ایسی لاشیں لال جوڑوں میں رخصت ہوتی ہیں۔

کتنے ہی ارمان روز مرتے ہیں،

کتنے ہی لوگ گھسیٹتے ہے کہ وہ اس دنیا کے ساتھ آگے بڑھ جائے۔

بہت سے لوگ تو بظاہر خوش ہوتے ہیں، لوگوں کے سامنے ہنستے کھیلتے ہیں مگر اندر سے وہ مر چکے ہوتے ہیں۔

ایسی ہی وہ لڑکیاں ہوتی ہے جو اس چار دیواری کی دنیا میں اپنی حدود سے باہر نکل کر غیر پر بھروسہ کر کے تباہ ہو جاتی۔ پھر وہ سسک سسک، کر تڑپ تڑپ کر جیتی ہے۔

اور ان کے ساتھ فریب کرنے والا اپنی زندگی میں آگے بڑھ جاتا ہے، اسے یاد ہی نہیں رہتا کہ اس نے کسی کی زندگی تباہ کی ہے، کسی کے ارمانوں کا قتل کیا ہے۔ کسی کے دل کو توڑا ہے۔ انھیں مردہ بنا کر لاوارثوں کی طرح چھوڑ دیا ہے۔

اور ان ہاری ہوئی، تباہ ہوئی لڑکیوں کو لاوارثوں کی طرح جینا پڑتا ہے کیونکہ وہ اپنی تباہی کے خود ذمہ دار ہوتی ہیں۔ اپنی حدود سے نکلنے کا انجام ملتا ہے۔

اپنے ماں باپ کو دھوکا دینے کا انجام ملتا ہے۔
اور سب سے بڑھ کر اللہ کو ناراض کرنے کا گناہ جو وہ کرتی ہے اس کا بدلہ انھیں ملتا ہے،
کیونکہ اللہ اپنی نافرمانی کرنے والے کو معاف نہیں کرتا سزا ضرور دیتا ہے۔
اور شاید میں بھی ان میں سے ایک تھی۔
میں نے بھی محبت کی تھی، محبت کرنا گناہ نہیں، محبت میں حدو کو توڑ کر آگے نکل جانا گناہ ہے۔
اور میں ان حدو کو توڑ کر بہت آگے نکل گئ تھی، جس کی مجھے سزا ملی۔

اب وہ زمین پر بیٹھی ایک ایک کر کے کاغذوں کے ٹکڑے پھاڑ پھاڑ کر اس کھودے گئے گڑھے میں پھینک رہی تھی۔
جب سارے کاغذ اس نے گڑھے میں رکھ دیئے تھے، پھر اس نے پرس میں سے ٹشو پیپر نکالا، اسے کھولنے لگی، اس میں سرخ رنگ کی چوڑیوں کی کرچیاں تھیں جو اس نے گھڑے میں پھینکیں....
وہ کچھ لمحے خاموشی سے ان کو تکتی رہی... پھر بولی۔
میں نے اس سے پوچھا، زئی سرخ رنگ ہی کیوں؟ اس نے کہا.....

سرخ رنگ محبت کی علامت ہے۔

اس نے غلط کہا تھا شاہ۔

سرخ رنگ تو اس خون کی پیشنگوئی تھی، جو میری آنکھوں سے بہتا تھا۔"

پھر اس نے دوسرے ٹشو پیپر کو کھولا اور اس میں رکھی مٹی گڑھے میں گرانے لگی....

یہ وہ مٹی ہے شاہ جسے اس کے پیروں نے چھوا تھا، اس مٹی کو سمبھالتے سمبھالتے میں آپ مٹی ہوگئی ہوں.....

وہ اٹھ کھڑی ہوئی......اور بیلچہ لے کر آس پاس کی مٹی کاغذوں پر ڈالنے لگی۔

ہر بیلچہ کے ساتھ مٹی جب کاغذوں پر پڑتی تو کچھ آواز پیدا ہوتی۔

وہ بولی،

"آپ نے کبھی کاغذوں کو روتے دیکھا ہے؟

پتا ہے شاہ یہ کاغذ رو رہے ہیں، انہیں عادت ہوگئی تھی، اشنال کے آنسوؤں کی۔

مگر شاہ یہ کاغذ بھی زئی کی طرح خود بھی غرض ہیں۔ یہ محبت پر نہیں رو رہے، یہ اسلئے رو رہے ہیں کہ اب کبھی پاگل آنکھوں والی لڑکی ان پر اپنی اذیت تحریر کرکے روئے گی نہیں۔

انہیں شاید معلوم ہوچکا ہے کہ اشنال زئی، اشنال سید بن چکی ہے۔"

اسے حق تھا وہ اسے روک سکتا تھا، مگر اس نے نہیں روکا، وہ اسے ہر وہ کام کرنے دینا چاہتا تھا جسے کرنے کے بعد وہ سکون محسوس کرے.....

اب مٹی کے ساتھ اشنال کے آنسو بھی قبر کی مٹی میں جذب ہو رہے تھے۔

اشنے تم نے رونا ہے تو میں جا رہا ہوں۔"

بالآخر اسکا ضبط جواب دے گیا....

وہ پیچھے پلٹی، اور بے یقینی سے اسے دیکھا۔

نیلی جینز پر، پنک ڈارک بلیو شرٹ، فولڈڈ کف، کلائی پر چمکتی سلور گھڑی، فوجی کٹ، ہئیر اسٹائل، اسٹائلش سی بئیرڈ، دھوپ کی تمازت سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ خفگی سے اسے دیکھتا روٹھا روٹھا سا وہ پہلی بار اسے پیارا لگا تھا.....

وہ کیپٹن شاہ کو پہلی بار غور سے دیکھ رہی تھی، وہ اسکا دیکھنا محسوس کر رہا تھا.....

پھر وہ لہجے میں چیلنج کر کے بولی....

چلے جائیں گے مجھے چھوڑ کر؟"

کتنی مشکل میں پڑھ گیا تھا وہ....

اب وہ منہ موڑ کر گاڑی کے چھت پر دونوں بازو رکھے کھڑا ہو گیا۔

شاید شاہ کی ناراضگی کا اظہار تھا، وہ مسکرائی....

اچھی طرح سے قبر بنا کر اس نے شاہ سے منگوائی تختی اٹھائی، جو کہ سیاہ رنگ کی تھی اور سفید رنگ سے "پاگل آنکھوں والی لڑکی" لکھا ہوا تھا....

اور اسے قبر کے سر کی جانب مٹی میں دبانے لگی۔ پھر اس نے آخری کام مرجھایا ہوا گلاب مٹی میں لگا دیا، اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

آنسوؤں سے تر آنکھوں، اور چہرے کے ساتھ کانپتی ہوئی آواز میں بولی۔

جاؤ زئی، میں نے تمہیں آزاد کیا، ساری قسموں سے، سارے وعدوں سے، اپنے ہر آنسو سے، اپنی ہر اذیت سے رہا کیا۔

اپنی ذہنی بربادی بھی بخش دی تم کو۔ اپنے وجود کے ہوئے ٹکڑوں پر کیا ہوا ماتم بھی تم کو بخش دیا۔ جاؤ میں نے تم کو خدا کی رضا کے لیے معاف کیا۔ "

اب روتے روتے اس کا وجود لرزنے لگا تھا.....

شاہ آگے بڑھا اور اسے خود سے لگا لیا....

کافی دیر وہ اس کے ساتھ لگی ہچکیاں لیتی رہی،

شاہ کی شرٹ اس کے آنسوؤں سے بھیگتی رہی۔

مگر آج اسے یہ سب کر کے سکون ملا تھا، اس کے دل کا بوجھ اترا تھا۔

آج اللہ پاک نے ایک اذیت سے پوری طرح آزاد کیا تھا، اور شاہ جیسے محرم کا ساتھ دیا تھا۔ یہ سب محسوس کر کے اسے سکون ملا تھا۔

پھر اشنال نے ایک الوداعی نظر پاگل آنکھوں والی لڑکی کی قبر پر ڈالی اور شاہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھام کر اس کے ساتھ گاڑی کی طرف بڑھ گئی.....

پھر اس کی تدفین کرنے کو

ٹوٹے ہوئے خوابوں کے قافلے آئے !!!...

آج گھر میں کافی چہل پہل تھی، شاہ کے گھر والے رخصتی کا دن مقرر کرنے آرہے تھے، آپی اور عشیہ کے بچوں نے اس سنسان حویلی کو چڑیا گھر بنا رکھا تھا...

شاید آج صبح وہ منہ بھی نہیں دھو پائی تھی....

اور صبح سے بھانجیوں میں پھنسی ہوئی تھی....

ابھی ابھی آپی کے آخر سپوت کو شوز پہنانے کے بعد وہ سوچنے لگی تھی کہ شادی شدہ بہنیں میکے آکر نہایت ہی کوئی کام چور ہو جاتی ہیں۔

ان کے بچوں کو نہلاؤ، تیار شیار کراؤ، کھانے کھلاؤ، انکو انٹرٹین کرو، ان کو سلاؤ بھی۔

میرے بعد تو اور کوئی بہن بھی نہیں ہے جو میرے بچوں کے پیمپر چینج کرے گی، اس نے دہائی دی....

پہلے تو اسے اپنی سوچ پر خوب ہنسی آئی، پھر شرما کر ہاتھ آنکھوں پر رکھ دئیے....

محبت مرتی نہیں ہے مگر اس نے محبت کو محبت سے بدل دیا تھا۔

ادھر شاہ کا حال بھی برا تھا، شاہ ولا میں سب اسکی شادی کی تیاریوں میں لگے تھے، دادو کی کالز پہ کالز آرہی تھی، جبکہ وہ خود رات دن کی تھکا دینے والی آپریشنل ٹریننگ میں پھنسا تھا.....

ابھی اسے اپنے اور اشنے کے ڈریسز بھی خود سلیکٹ کر کے آرڈر دے دیا تھا، وہ اشنے کیلیئے بھی سب خود ہی پسند کرنا چاہتا تھا۔

دہائیاں اپنی جگہ مگر بہر حال وہ ایک فوجی تھا، ہر سچویشن پر قابو پالینے والا....

ہم اپنا ایک ہنی مون سوئٹزرلینڈ میں منائیں گے۔"

رات نو بجے وہ دونوں کال پر تھے.....

شاہ، جیسے یہاں مری میں بندر ہوتے ہیں، کیا سوئٹزرلینڈ میں بھی بندر ہوتے ہو نگے؟"

اشنے نے اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا....

اگر پہلے نا بھی ہوں تواب سوئیٹزرلینڈ والے باندری دیکھ لیں گے۔"

ہیں؟'وہ کیسے؟"اشنے ایکسائیٹڈ ہوتے ہوئے۔

"میں اپنے ساتھ ایک باندری کو لے کر جا رہا ہوں نا۔" وہ ہنسا تھا.....

"شاہ!"وہ چیخی تھی کہ وہ جانتی تھی باندری کسے کہا گیا تھا....

"جی باندری۔ اوہ سوری جی، جان شاہ۔"

"بہت خراب ہیں آپ۔ مجھ سے بات مت کریں۔"

وہ ہنسا اور ہنستا چلا گیا۔

اشنال نے کال کٹ کردی....

اسکا فون پھر رنگ کرنے لگا، کچھ دیر روٹھنے کی ایکٹنگ کے بعد خود ہی اٹھا لیا۔

"جان شاہ"آپ سے بات نہیں کرنا چاہتیں۔"اس نے روٹھے لہجے میں کہا"...

"اچھا ٹھیک ہے اشنال سید سے بات کروادیں۔"

وہ آگر اشنال سید تھی تو اسے بھی کیپٹن شاہ کہتے تھے۔

تمہاری تصویریں دیکھ رہا ہوں، ابھی ابھی ملیں ہے۔

ہائے اوے صدقے جاواں..... نوزرنگ۔"

وہ بھابھی کی طرف سے واٹس ایپ کی گئی پکچر زدیکھنے لگا....

"سچ سچ بتاؤ، میرے لئے پہنی ہے نا؟"

"بلکل نہیں۔ آپ کیلیئے نہیں، آپ کی وجہ سے۔" اس نے تصیح کی،

"ایک ای مطلب ہویا ناں۔"

"نہیں جی۔"

"تے فر کی مطلب ہے گا؟"

وہ پنجابی میں بولتا ہوا اچھا لگ رہا تھا.....

"اممممممم.......اس سے پہلے کہ آپ کا دل کسی نوزرنگ والی پر آجائے، میں ہی نوزرنگ پہن لیتی ہوں".....

"ہاہاہاہاہا......دل تو آچکا باندری پر....."ایک زوردار قہقہہ ریسور میں ابھرا۔ اشنال نے کان فون سے ہٹایا

"میرا اسپیکر پھٹ جائے گا شاہ۔"

وہ ہنسا۔

"سوٹ نہیں کر رہی؟" اس نے پوچھا۔

"کر رہی ہے اور اتنی کر رہی ہے کہ باندری تو نہیں بس باندری کی چھوٹی بہن لگ رہی ہو"....

اس نے پھر اسے غصہ دلایا۔

"شاہ"!

"جی میری شیرنی...؟"

"آپ کو کسی نے بتایا ہے ہنستے ہوئے آپ خرگوش لگتے ہیں لمبے لمبے دانتوں والا؟"

ہاہاہاہا...... چلو خرگوش تو پھر بھی اچھا ہوتا ہے، گاجر کھاتا ہے، باندریاں تو اپنی جوئیں نکال کر خود ہی کھا جاتی ہیں۔"

آآآآخ تھوووووو........"اسے سچ میں الٹی آ گئی۔

شااااااہ"......

جی جان شاااااہ؟"

"میں آپکا جون پی آجاؤں گی۔"

"باندریاں خون بھی پیتی ہیں ہااااو"....

"بہت خراب ہیں آپ شاہ۔ میرا سر درد کر رہا ہے میں سونے لگی ہوں۔"

سولو، سولو، شاہ ولا پہنچو پھر دیکھتا تمہیں شیرنی۔"

مجھے تڑیاں نا دیو کریں۔ "

"ہاں تو کیا کرو گی؟"

"میں میں زہر کھا لو نگی۔ "

"خیر اے، باندریاں زہر سے نہیں مرتیں، جوئیں بھی تو زہر جیسی ہوتی ناں۔ "

"شااااااہ"!

انسان بن جائے، اچھا۔

تو ابھی کیا ہوں، جان شاہ!

ابھی آپ خرگوش.........ہاہاہاہاہا

وہ بھی کہا پیچھے رہنے والی تھی۔ "

اچھا شاہ سنیے!

"جی جان شاہ۔ "

"میں ایک تصویر بھیج رہی ہوں، میری بری میں ایک ڈریس ایسا بھی ہو"

)شاہ تصویر دیکھنے کے بعد(

"چپ کر کے بیٹھو، تمہارے سارے ڈریسز میری مرضی کے ہو نگے۔ "

میں خبردار کر رہی ہوں شاہ۔ !میں نہیں پہنوں گی۔

استغفرُاللہ خود اتنی گندی ڈریسنگ کرتے ہو، میرے لئے بھی ویسی ہی کرو گے "

)اشنے روہانسا ہوتے ہوئے(

جیب کس کی خالی ہو گی؟

"شاہ کی"

"تو پھر ڈریسز بھی شاہ کی پسند کے "

شاہ نے آبرو اچکائے۔

"جی نہیں! پہنے گا کون میں یا آپ؟"

)اشنے نے ڈیلے گھمائے(

"جان شاہ"

"پھر مرضی بھی جان شاہ کی چلے گی۔ "

"میری شادی میں ایسا نہیں ہونے والا جان شاہ"

)شاہ نے سکون سے دو ٹوک کہا(

شاہ میں مایوں سے ولیمے تک عید پر جو سیاہ ڈریس بنایا تھا، وہی پہنے رکھوں گی بتا رہی ہوں سن لیں۔ "

اشنے نے دھمکی دی....

سن لیا، چلو میرے والے ولیمے کے بعد پہن لینا۔ "

یہ بندہ مجال ہے کبھی اریٹیٹ ہوا ہو، اشنے نے سوچا،

میں اپنے ساتھ بیگ بھر کر لاؤں گی، اپنی پسند کے ڈریسز کا"

"میں وہ بیگ اسٹور روم میں رکھوا دونگا"

"میں اسٹور سے لے آؤنگی،

"ہیں؟ سچ بتاؤ وہ بیگ اٹھا سکو گی؟

میرا خیال ہے تم نہیں اٹھا سکو گی جان شاہ، اس کام کے لیئے بھی تم مجھے بلاؤ گی، اور تمہیں پتا ہے نا اس بار میں وہ بیگ روم میں لا کر الماری کے اوپر رکھ دونگا۔ "

"شاہ اب تم حد کر رہے ہو۔ "

پھر سیدھی طرح مان جاؤ، جان شاہ، "

نہیں...... کیوں ہو گا تو وہی جو جان شاہ کہے گی۔

ہائے رے رے رے رے......... میری باندری۔ میرا مطلب میری جان۔

شااااااہ........ وہ چلائی تھی۔

"جی کرا جان شاہ۔ "

"آئی ہیٹ یو۔

اور ڈریسز کو تو چھوڑو، اب تم مجھے دوبارہ سے شادی کے لیے مناؤ شاہ، اور اب میں مانوں تو کہنا"

ٹوں ٹوں ٹوں......

کال ڈسکنیکٹڈ........

اور یہاں شاہ کی جان کے لالے پڑے تھے کیونکہ یہ صرف وہی جانتا تھا، اس نے کسطرح جان شاہ کو خود سے شادی کے لیے راضی کیا تھا۔ !!!!

پھر وہ اس کی باتیں سوچ کر مسکرایا تھا۔ وہ جانتا تھا اس کو کوئی بھی اب اشنے سے دور نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اب اس کی محرم نہیں۔

ہاہاہاہا باندری جئی نا ہوے تے۔ "

دونوں اپنے اپنے بستر پر پڑے اپنے اپنے سیل دل پر رکھے ہنس رہے تھے....

اشنال سید نے کسی کو جان شاہ کا مکمل اختیار دے دیا تھا،

اور بیشک اللہ کے بنائے گئے جائز رشتوں میں ہی سکون ہے، اگر ہم دل سے مان لے تو....

آج انکی مایوں کی رات تھی، وہ صبح ہی گھر پہنچا تھا اور اس وقت مہندی کے سارے فنکشنز ہو جانے کے بعد سب سے بچ بچا کر گاڑی نکالے سنسان سڑک کے بیچوں بیچ کھڑا تھا..... اس نے جیب سے سیل فون نکالا اور نمبر ڈائل کیا..... دوسری جانب سے فون اٹھا لیا گیا......

"کیا کر رہی ہو؟"

مہندی لگوا رہی ہوں۔"

مایوں کے سمپل سے جوڑے کے ساتھ دوپٹہ سر پہ اوڑھے بالوں کی ڈھیلی ڈھالی چوٹی بنائے، لٹیں ادھر ادھر بکھریں، آنکھوں میں مسکارا لگائے ہلکی سی لپ اسٹک کے ساتھ گجرے بالیاں کانوں میں پہنے، ماتھے پر گلاب اور موتیوں سے بنا ٹیکا لگائے وہ شدید کوفت کے عالم میں مہندی لگوانے بیٹھی تھی....

"آہاں تو مجھے قتل کرنے کے انتظامات ہو رہے ہیں۔"

"کیا آپ کو اب بھی لگتا ہے کہ آپ قتل نہیں ہو چکے؟"

ہاں میں تو سال پہلے ہی پیپرز سائن کر کے قتل ہو گیا تھا۔

اچھا اب کام کی بات کریں؟ اسنے ہتھیلی پر مہندی سے میرا نام مت لکھوانا۔"

کیوں...؟"

کیونکہ جب مہندی مٹے گی تو میرا نام بھی مٹنے لگے گا، میں نہیں چاہتا کہ میرا نام آپ سے کسی بھی صورت جدا ہو۔ "

وہ دونوں ہی عجیب سر پھرے تھے...

اچھا اب میرے دوسرے ہاتھ پر مہندی لگ رہی ہے، میں آف کرنے لگی ہوں۔ "تھوڑی دیر رک جاؤ ناں !!!...

"بلکل نہیں، میں سردی میں اکڑ رہی ہوں"..

میرے لئے اتنا نہیں کر سکتی؟"

آپ کے لئے ہی مہندی لگا رہی ہوں، ورنہ آپ جانتے ہیں مہندی کتنی بری لگتی ہے مجھے۔ "

اشنے پلیز تھوڑی دیر اور۔ "

تھوڑی سی بھی نہیں، ٹیک کئیر۔ "

ابھی اس کی دوسری ہتھیلی پر مہندی کے نقش بننے ہی لگے تھے کہ سیل روشن ہوا!!!....

زینی چیک کرو کون ہے...." وہ کزن سے مخاطب ہوئی۔

"آپ کے اتاولے شہزادے سے انتظار نہیں ہو رہا۔ "

"کیا لکھا ہے....؟"

لکھا ہے کہ میں تمہیں دیکھنا چاہتا ہوں ابھی۔"

اسے کہوں کل تک انتظار کرے۔"

وہ کہہ رہا ہے کہ میری کتنی بڑی خواہش تھی کہ مہندی کے سوٹ میں تمہیں دیکھوں۔"

"اسے کہو تصویروں پہ گزرا کرے۔"

"وہ کہہ رہا ہے۔" شادی پہلی اور آخری بار ہو رہی ہے، اسلئے میں تمہاری حویلی کے گیٹ پر کھڑا ہوں۔"

ہائے او ربا...." وہ اچھلی اور کھڑکی سے نیچے جھانکا۔

اففف...... اسے کہو چلا جائے یہاں سے، کسی نے دیکھ لیا تو کہیں گے میں نے بلایا تھا۔"

وہ رو دینے کو تھی"....

"کیا ہے یار، تم دونوں کا نکاح ہو چکا ہے، اگر وہ ایسی کوئی خواہش کرتا ہے تو تمہیں مان لینی چاہیے!!...

میں اس کی ایسی کوئی فضول بات نہیں مان سکتی، اسے کہوں جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جائے۔"

وہ ناراض ہو گیا تو....؟"

"تو ہو جائے"....

وہ کہہ رہا ہے سیدھی طرح مان جاؤ ورنہ دیوار پھلانگ کر آ جاؤنگا۔"

"اسے کہو ہم نے ڈوگی کو ٹانگیں توڑنے کا آرڈر دے رکھا ہے۔"

کتنی ظالم ہوا شنے۔"زینی نے اسے گھورا اور میسج ٹائپ کرنے لگی۔

تھوڑی دیر سیل خاموش ہو گیا!!.....

اچانک دروازے پر دستک ہوئی!!..

وہ منہ پھیر کر دوسری طرف کھڑی ہو گئی، دل تھا کہ پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو

بے تاب!!.....

دیکھوں اسے کہو چلا جائے ورنہ میں کل تک زہر کھا لوگی".....

ڈونٹ وری "جان شاہ" کل میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے زہر کھلا دونگا۔"

"دیکھوں خبردار اگر میرے قریب آئے تو۔"

تو کیا کروگی؟" وہ آہستہ آہستہ قریب آنے لگا!!...

میں......میں یہ ساری مہندی تمہارے منہ پر مل دوں گی۔"

وہ منہ پھیرے ہی اسے اپنے ہاتھ دکھانے لگی!!...

پھر...؟" وہ مزید قریب ہوا!!!....

پھر صبح دلہے بنے ہوئے کتنے برے لگوگے۔"

ہاہاہاہاہا..... میں یہاں صرف یہ دیکھنے آیا تھا کہ میری شیرنی مایوں کے دن چپ چاپ شرمائی شرمائی سی کیسی لگتی ہے۔"

"اب دیکھ لیا نا، اب جاؤ یہاں سے۔"

جب تک تم چہرہ نہیں موڑ لیتی میری طرف میں نہیں جانے والا۔"

وہ بھی ضدی تھا اپنے نام کا ایک!!!...

وہ یکدم پلٹی!!...

"بس دیکھ لیا چہرہ، ہو گئی حسرت پوری، اب جائیں یہاں سے۔"

پیلے دوپٹے سے جانکتی لٹیں اسے مزید خوبصورت بنا رہی تھیں...

بلکل ایسا ہی ایکسپکٹ کر رہا تھا میں کہ میری شیرنی دلہن بنے ہوئے بھی غصے میں پھاڑ کھانے والے لہجے میں دھمکیاں دے رہی ہوگی۔

ایک بات کہوں، آج سے پہلے کسی شیرنی کو اتنے خوبصورت روپ میں نہیں دیکھا۔"

آپ.....اپ...... آپ بہت فضول ہیں۔"

یاد رکھنا، گن گن کے بدلے لوگا، بے رحم لڑکی۔"

"کل کی کل دیکھی جائے گی، ابھی جائیں۔"

وہ اس کے مزید قریب ہوا کہ اسے لگا اس کا دل کام کرنا چھوڑ گیا ہو۔ نیلی آنکھوں سے بچنے کیلیئے اشنال نے آنکھیں بند کرلیں۔ اس کی پلکیں ہلکے ہلکے لرزنے رہی تھیں۔

دیکھیں شاہ میں واقعی میں مہندی آپ کے کرتے پر مل دوں گی"...

وہ مزید قریب ہوا تھا اور انگلیوں سے اسکی ٹھوڑی کو چھوا....

پتا ہے جان شاہ، میرا دل آنکھوں سے ہوتا ہوا تمہاری ٹھوڑی پہ اٹک گیا ہے...

یار، پہلے آنکھیں نہیں سونے دیتی تھیں، اب ٹھوڑی جگائے رکھتی ہے۔

آپ........ آپ، پتا نہیں نہیں کیا ہوگیا ہے آپ کو؟ چلیں بس اب جائیں یہاں سے۔"

اس نے اٹک اٹک کر بمشکل بات پوری کی۔

ایسے کیسے چلا جاؤں، مطلب ایسے کیسے؟"شاہ کا دھیما لہجہ اسے نظریں جھکائے رہنے پر مجبور کردیا تھا۔ ویسے بھی وہ نیلی آنکھوں میں جھانکنے کا گناہ نہیں کرسکتی تھی، اسے لگا اس کیلیئے آکسیجن مک گئی ہو جیسے......

وہ جھکا اور اس بار اپنے لب اس کی ٹھوڑی پر رکھ دئیے....

وہ ہر بار کی طرح اس بار بھی اسے سرپرائز کرگیا تھا۔

اور پھر اشنال کے مہندی والے ہاتھوں نے شاہ کا کرتا سختی سے بھینچ لیا، ہتھیلی کے نقش تو خراب ہونے سو ہوئے، شاہ کا سفید کرتا بھی مہندی میں رنگ گیا....

میں نے خواب میں دیکھا، سوچا، ڈھونڈا، چاہا، اور پالیا۔

"اشنے تم نے کیپٹن شاہ کو بے حال کر رکھا ہے، کل لیتا ہوں خبر تمہاری۔ اور اب تو میرا وائٹ کرتا بھی میلا کر دیا تم نے۔" شاہ نے اپنے کرتے کو دیکھا۔

میری مہندی...."اشنے اپنے ہاتھوں کی خراب ہوئی مہندی کو افسوس سے دیکھ رہی تھی اور شاہ اپنے مہندی لگے کرتے کو.....

"شاہ۔"

"جی جان شاہ۔"

"بہت خراب ہیں آپ۔"

"کل بتاؤں گا، پکا"....

جاتے جاتے وہ دو قدم ٹھہرا دونوں ہاتھوں سے اس کے چہرے کے صدقے لے کر ماتھے پر رکھے،

اور اس کا چہرہ آنکھوں میں بھر کر چلا گیا تھا....

اور اسے ایک بار پھر سکتے میں چھوڑ گیا....

وہ محبت کا شکرانہ نہیں دے سکتی تھی...

آنسو پلکوں کی باڑ توڑ کر نکل آئے تھے....

اس نے آنکھیں کھولیں تو زینب کو کھڑے پایا...

شرمانے کیلیئے اس نے دونوں ہاتھ منہ پہ رکھنے چاہے مگران پہ مہندی لگی تھی، وہ منہ بسور کررہ گئی۔ اسے زینی کی ہنسی سنائی دی، سامنے کھڑی زینی اس کی حالت پر ہنس رہی تھی، پہلے اس نے زینی کو گھورا پھر خود بھی ہنسنے لگی.....

رخصتی کا دن آپہنچا....

کوئی اسے بیڈروم کے دروازے تک چھوڑ گیا تھا جس کا مطلب تھا آگے اسے خود جانا تھا۔

ایک ہاتھ سے لہنگا تھامے دوسرے ہاتھ سے ہینڈل گھما کر وہ اندر داخل ہوئی۔

خوشبوؤں کا تیز جھونکا اسکے نتھنوں سے ٹکرایا، اس نے آنکھیں بند کیں، سانس کھینچ کر خوشبوؤں کو محسوس کیا، گیٹ لاک کر کے اس نے روم لائیٹس جلائیں تو اسکی آنکھیں پلکیں جھپکنے کا ہنر بھول گئیں۔

جہازی سائز بیڈ کے چاروں اطراف سفید کرٹنز کو ایک ایک کر کے باندھا گیا تھا، بیڈ کی پشت کو سفید، پنک گلابوں، پنک للی، وائیٹ للی کے پھولوں سے بیچ بنایا گیا تھا، جن کے بیچ جھالروں کی صورت کرسٹل کے شائنی اسٹارز اسے مسکراتے ہوئے ویلکم کررہے تھے۔

بیڈ کے چاروں طرف لٹکتے سفید کرٹنز پر ڈیری ملک چاکلیٹس کو پنز کی مدد سے چپکایا گیا تھا،
کمرے میں تازہ پھولوں کی خوشبو کا ایک طوفان تھا۔

بیڈ کے اوپر تھوڑے تھوڑے فاصلے پر پنک اور وائٹ للی فلاور بنچ رکھے تھے، جن کے
اوپر بھی ڈیری ملک چاکلیٹس رکھی تھیں۔ وہ بیڈروم کم چاکلیٹ لینڈ زیادہ لگ رہا تھا۔

بیڈ کے آگے منسلک لمبے سے کشن پر انگلیش حروف میں لکھا "جان شاہ" لائٹس کی مدد سے
چمکیں مار رہا تھا۔

"ہائے اللہ میں صدقے۔"

وہ اپنے ہاتھ گالوں پر رکھے حیرت سے اپنے اس خوبصورت سے "ویڈنگ سرپرائز" کو
دیکھ رہی تھی۔

کمرے میں فریش فلاورز کی خوشبو نے انی مچائی ہوئی تھی۔

وہ دونوں ہاتھوں سے لہنگا سنبھالے بیڈ کے اوپر چڑھی، اور اپنے چاکلیٹ لینڈ کو ندیدوں کی
طرح تکتی گول گول گھومنے لگی۔

پھر وہ اپنا لہنگا بیڈ پر پھیلا کر بیٹھی، ڈیری ملک اس کے سامنے ہو اور وہ صبر کر جائے،
ناممکن۔ اس نے کرٹن کے ساتھ چپکے ڈیری ملک کی ایک کٹ علحیدہ کی اور اس کا ریپر
اتارنے لگی۔

وہ ڈیری ملک کو اس قدر ندیدوں کی طرح کھاتی تھی کہ کچھ عرصے سے ڈیری ملک بھی اس سے چھپتی پھرتی تھی۔ ریپر اترتے ہی اس کے منہ میں ڈھیروں پانی بھر آیا، جسے اس نے بمشکل حلق سے اتارا اور اب بڑے مزے سے اسکوائر شیپ چاکلیٹ کے بائیٹ لینے لگی۔

شرم؟ نہیں بلکل نہیں۔

اسے ذرا شرم نہیں آئی۔ وہ جانتی تھی وہ عام لڑکی تھوڑی تھی، وہ اشنال سید تھی، چاکلیٹ کی دشمن، بلاشبہ ایک ندیدی دلہن۔

ایک پیکٹ سے اس کا دل کہاں بھرتا تھا، ابھی وہ ہاتھ دوسرے پیکٹ کو اتارنے کیلیئے بڑھانے ہی لگی تھی کہ گھڑی نے ایک بجے کا الارم دیا۔

چاکلیٹ ملنے کی خوشی میں وہ یہ بھول ہی گئی تھی کہ وہ کہاں، کس کے روم میں کس کیلیئے بیٹھی ہے۔

"شاہ!" وہ یاد آتے ہی اشنال نے اپنے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ دئیے۔

"کیا ہی اچھا ہو کہ تم نا آؤ، کیا ہی اچھا ہو کہ میں ساری چاکلیٹس کھا سکوں۔"

اس نے نہایت افسردگی سے ڈیری ملک کو دیکھا۔

بیڈ کے وسط میں دلہن بنی بیٹھی اشنے کا دل جیٹ طیارے کی طرح شور کر رہا تھا، اضطراب میں آدھی سے زیادہ لپ اسٹک وہ ہونٹوں کو دانتوں تلے کتر کتر چکی تھی۔

اسے بس یہی خوف کھائے جا رہا تھا کہ نیلی آنکھیں اس کے سامنے ہوں گی اور وہ کیسے چھپے گی؟

افففففف..........اس نے جھرجھری لی

آہستہ آہستہ اسکا دماغ کام کرنے لگا اور پھر اس نے خود کو داد دی واقعی اشنال سید ایک جینیئس لڑکی تھی۔

یہاں گھڑی نے ڈیڑھ بجایا، وہاں دروازے کا ہینڈل گھوما۔

اشنال کی جان ہوا ہو گئی، دل پتے کی طرح لرزنے لگا مگر اسے دماغ کو کام میں لانا تھا، اسکیم پر عمل پیرا ہونے کا وقت ہوا چاہتا تھا۔

اس نے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر گھٹنوں پر رکھ دیا... اب اس کا چہرہ چھپ گیا تھا۔ کسی حد تک وہ نیلی آنکھوں سے محفوظ تھی۔

اندر داخل ہوتے شاہ کا استقبال بھی خوشبوؤں نے کیا، اس نے پکارا مگر وہ ٹس سے مس نا ہوئی۔

"اشنے۔" وہ پھر بھی نہیں ہلی۔

شاہ نے اس کے کاندھے کو چھوا تو وہ کرنٹ کھا کر اوپر کو ہوئی، اور آنکھیں بند کیئے سر کو مسلتی رہی۔

آر یو اوکے؟" وہ اس سچویشن کیلیئے ہر گز تیار نا تھا، گھبرا گیا۔

میرے سر میں درد ہے۔"

میڈیسن لی...؟

جی لے لی ہے۔" اس نے ابھی بھی نیلی آنکھوں میں نہیں دیکھا تھا۔

شاہ کو سمجھ نہیں آ رہا تھا، وہ کیا کرے، یہ سب اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتا اشنال نے ریکوئسٹ کی۔

"شاہ میں چینج کر آؤں؟"

"چینج؟"

"اس کے سارے سامان نے میرے سر میں درد کر رکھا ہے۔" اس نے اپنی جیولری کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے ایک نظر نیلی آنکھوں میں دیکھا جن میں ارمان ہی ارمان تھے، جن پر ابھی وہ پانی پھیرنے والی تھی، پھر فوراً ہی نظریں جھکا کر بولی۔

"آپ کہتے ہیں تو میں نہیں کرتی چینج۔"

پھر آنکھیں میچے درد کی شدت کو سہنے کے ڈرامے کرنے لگی.....

شاہ نے بے حد پیار سے اپنی معصوم سی دلہن کو دیکھا جسے درد کی شدت میں بھی اس کا کتنا خیال تھا۔ سرخ رنگ کے بھاری کامدار لہنگے پر بالوں کا خوبصورت سا ہئیر اسٹائل بنائے، ماتھے کو کور کی گئی چین والی بندیا، ناک میں گول سی نتھنی، ہر قسم کے زیورات سے لدھی، وہ اس کے خوبصورت سے کمرے میں روشن سا جگنو بنی بیٹھی.....

گوکہ دل نہیں مان رہا تھا، وہ اسے فرصت سے دیکھنا چاہتا تھا، خواب کو حقیقت کے روپ میں روبرو پا کر تادیر اس میں زندہ رہنا چاہتا تھا۔

مگر یہ بھی سچ تھا کہ اسے خود سے زیادہ اس کی فکر تھی.....

"تم چینج کر آؤ۔"

بس یہ سننے کی دیر تھی وہ لہنگا اٹھا کر واش روم میں گھس گئی۔ اس کی واپسی ایک گھنٹے تک جب نہیں ہوئی تو شاہ پریشان ہوگیا اور واش روم کا گیٹ ناک کر کے پوچھا۔

"اشنے آر یو او کے؟"

اندر سے مری مری سی جی جی آواز آئی، کچھ بھی تھا اسے باہر تو نکلنا تھا۔

لہنگا بازو پر رکھے وہ واش روم سے نکلی تو وہ نیلی آنکھیں تیزی سے اسکی طرف بڑھیں، شاہ نے اس کے ہاتھ سے لہنگا لے کر صوفے پر رکھا۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ وہ اس کی نیلی آنکھوں کے ہوتے سو کیسے سکتی تھی؟

وہ تذبذب کے عالم میں بیڈ کے قریب کھڑی رہی جب اسے واش روم کا دروازہ بند ہونے کی آواز آئی۔ اس نے شکر کے کلمے پڑھے، اور بیڈ کنارے لیٹ کر کمبل میں چھپ گئی۔

شاہ واش روم سے نکل کر اب اس کے پاس آرہا تھا۔

پھر وہ اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا اور اس کے سر کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے دبانے لگا۔

"میں کچھ سناتا ہوں تمہیں اس سے ضرور آرام آئے گا"....

پھر وہ اپنی آواز میں سورۃ یسین سنانے لگا۔

ایک بار اس نے سوچا کہ وہ شاہ کے ساتھ غلط کر رہی ہے، مگر وہ پھر ریلکس ہو گئی.....

بلاشبہ اسکی آواز بہت خوبصورت تھی....

اس کی آواز میں قرات سنتے سنتے اس کی آنکھ لگ گئی...

ولیمے کی تقریب کے بعد ہوٹل سے گھر پہنچتے رات کافی گہری ہو گئی تھی۔ وہ دونوں ساتھ ہی روم میں انٹر ہوئے تھے، اشنال مصنوعی ہتھیار سے خود کو آزاد کران ڈریسنگ ٹیبل کی طرف جانے لگی تھی کہ پیچھے سے شاہ کی آواز نے اس کا تراہ نکال دیا۔

"اشنے چھپکلی۔"

ایک زوردار چیخ کے ساتھ اس نے بیڈ پر چھلانگ لگائی۔ اب وہ بیڈ پر چڑھی خوفزدہ آنکھوں سے منہ پر ہاتھ رکھے چھپکلی کو ڈھونڈ رہی تھی۔ شاہ کی ہنسی کا پھوارا قہقہ کی صورت نکلا۔

وہ سلور کلر کے بھاری سیلور کام دار لہنگے میں ولیمے کی برائیڈ بیڈ پر خوفزدہ سی کھڑی تھی۔

"کہاں ہے چھپکلی؟"

اس کا سانس پھول چکا تھا، وہ چھپکلی سے اتنا ہی ڈرتی تھی کہ جتنا شاہ سے.....

"آئینے میں، نظر نہیں آئی"....

بلیو رنگ کے تھری پیس سوٹ میں، ہئیر اسٹائل کئی گھنٹے گزرنے کے باوجود یوں لگتا جیسے ابھی بنایا گیا ہو، ولیمے کا گروم قہقہے لگاتے ہوئے۔

یہ مذاق تھا؟" اشال نے کھڑے کھڑے کمر پر ہاتھ رکھ کر گھوری دی۔

آپ نے سنا میں نے کہا ہو کہ چھپکلی ہے؟ میں نے اشنے چھپکلی کہا تھا"...

شاااااااہ......" اس نے دانت پیسے۔

"جی جان شاہ۔"

شاہ محبت پاش نظروں سے دیکھتے ہوئے، وہ اسے پھاڑ کھانے والے لہجے میں کمر پر ہاتھ رکھے گھوری رہی تھی اور شاہ پیٹ پر ہاتھ رکھ کر ہنستے ہنستے دہرا ہو رہا تھا۔

"بہت خراب ہیں آپ۔ " اشنے نے کلائی پر بندھا گجرا اتار کر شاہ کو دے مارا۔ جو شاہ نے انتہائی آسان سا باونڈری کیچ سمجھ کر کیچ کر لیا۔

پچھلے ایک سال سے کوئی لاکھ کروڑ بار سن چکا ہو کہ بہت خراب ہوں میں لیکن آج میں تمہیں بتاؤں گا کہ واقعی میں کس حد تک خراب ہوں۔ " وہ معنی خیزی میں کہتا ہوا بیڈ کی جانب بڑھا۔ اشنے کی چھٹی حس حرکت میں آئی اور وہ فوراً لہنگا دونوں ہاتھوں میں تھامے بیڈ کے دوسری طرف اتر گئی۔

دیکھیں شاہ اگر آپ نے مجھے تنگ کیا تو"...

"تو۔۔۔؟"

"تو میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ " وہ بیڈ پر بیٹھی دونوں ہاتھوں سے سر کو تھام کر کراہنے لگی۔

"ڈرامے باز لڑکی۔ " وہ بیڈ کے دوسری سائیڈ سے اس تک پہنچا مگر وہ چھلانگ لگا کر دوبارہ بیڈ پر چڑھ گئی۔

"شاہ میں بابا کو آواز دے رہی ہوں، انسان بن جائیں۔ "

اشنے نے اسے ڈرانا چاہا...

"کل بھی میرے ساتھ ڈرامہ کیا تھا نا تم نے ؟کس قدر معصوم ہوں میں تمہارے ڈراموں میں آجاتا ہوں ۔ اور یہ بابا کی تڑیاں دینے کا کوئی فائدہ نہیں ، وہ میرے بابا ہیں ، ایک بار سو گئے تو ڈھول لیکر سر پر کھڑی ہو جاؤ نہیں اٹھنے والے ۔

شاہ کو چکر دے رہی ہو ییسنی"....

"ہااااو آپ نے مجھے ییسنی کہا ۔ "

وہ دونوں گالوں پر ہاتھ رکھے ڈرامائی انداز میں آنکھیں پھاڑنے لگی.....

ذرا ترس نہیں آیا مجھ پر ، ہائے شاہ بیچارہ جان شاہ کے ہاتھوں الو بن گیا......

مگر اب اور نہیں".....

وہ جارحانہ انداز میں آگے بڑھا اور اس کا لمبا دوپٹہ تھام کر اس کی جائے فرار مسدود کر دی ۔

اب وہ مکمل طور پر شاہ کے رحم و کرم پر تھی.....

"شاہ"-

"جی جان شاہ ۔"

"میرے سر میں واقع درد ہے ۔ "اب وہ بیڈ سے اتر کر کارپٹ پر بیٹھ گئی تھی.....

یہ تو طے تھا کہ فرار اب ممکن نا تھی....

"اشنے ۔"

"شاہ آپ بھی میرا یقین نہیں کریں گے نا تو کسی دن سچ مچ مجھے کھو بیٹھیں گے"....

آنکھوں میں آنسو کی ہلکی سی لکیر نے شاہ کے دل کو سہما دیا تھا....

"اشنے چپ۔"

وہ اس کے پاس فرش پر بیٹھا، اور اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیکر اپنے گالوں پر رکھے....

پاگل آنکھوں والی لڑکی کے آنسوؤں کے آگے شاہ پھر ہار گیا.....

اور اگر اس کے بس میں ہوتا تو وہ سید سکندر شاہ کو اشنال سید کے صدقے وار کر پھینک دیتا.....

رات کے کسی پہر جب اس کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو کسی پہاڑ تلے دبا محسوس کیا....

شاہ کیپٹن ہونے کے ساتھ ساتھ باڈی بلڈر بھی تھا، جس کا اندازہ اسے آج ہوا تھا، شاہ کا سر اسکے کاندھے کو ٹچ کر رہا تھا وہ کسی جن کے قبضے میں ہے، نیلی آنکھوں والے جن کے۔

اس جن کا ایک بازو اٹھانا اشنال جیسی نازک تتلی کیلیئے ناممکن تھا۔

وہ.....مسکرائی کیسا جن تھا جس کی قید میں رہ کر بھی یہ نازک تتلی مسکرا رہی تھی۔

اس نے اپنی انگلیوں سے شاہ کے بالوں کو چھیڑا، جنہیں اس نے کبھی بے ترتیب نہیں دیکھا تھا۔

وہ کہہ سکتی تھی بلاشبہ الجھے بالوں کے ساتھ بھی اس کی خوبصورتی کم نہیں ہوئی تھی، وہ واقعی بلا کا حسین تھا۔

اسکی پلکیں بہت لمبی تھیں وہ آج پہلی بار نوٹ کر رہی تھی، اسے کسی مصنوعی لیشز کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ پہلی بار شاہ کو غور سے دیکھ رہی تھی، اور ایسا وہ صرف شاہ کے سوتے میں ہی کر سکتی تھی۔

اس نے سر اٹھا کر شاہ کو دیکھنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے وہ ذرا سا کسمسایا اور اپنا چہرا اس کی نیک بون پر رکھ دیا اس کا سانس کچھ دیر کو بند ہوا مگر پھر اس نے شاہ کے بالوں سے اٹھتی خوشبو کو سانسوں میں محسوس کیا۔ اور گنگنائی....

تو ملا ہے تو احساس ہوا مجھ کو

یہ میری عمر محبت کیلیئے تھوڑی ہے!..

یہ سالارزئی کی حویلی کا منظر تھا جہاں سے ابھی ایک چھوٹی سی ننھی روتی نکلی تھی، گھر کے اندر ایک پانچ سال کا بچہ فٹ بال سے کھیل رہا تھا، اور اس کی ماما اس سے پوچھ رہی تھیں.......

"بیٹا عنایا بیبی کیوں روئی ہیں، کیا کہا ہے آپ نے ان سے ؟"

اور وہ پانچ سال کا بچہ لہجے میں بے پناہ بیزاریت لیئے بولا۔

"ماما میں نے عنایا سے دوستی ختم کردی ہے۔"

"مگر کیوں بیٹا ؟"

"ماما عنایا گندی بچی ہیں، میں نے فریشے سے دوستی کرلی ہے۔" اب وہ فخر سے اپنا خیال بتا رہا تھا۔

گھر میں داخل ہوتے زئی نے اپنے بیٹے کا آخری جملہ سنا اور بیوی کو مسکراہٹ پاس کی۔

اس کی بیوی اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"بیٹا کس کا ہے۔"

وہ سالہ بچہ گردن اکڑائے بولا۔

"سالار زئی کا۔ اورا اپنے بابا کے بازوؤں میں چھپ گیا۔

پورے گھر میں سالار زئی کا قہقہہ گونجا.....

شاید ٹھیک کہتے ہیں کچھ فیصلے زمین پر نہیں ہوپاتے، انہیں آخری دن کیلیئے دکھ دیا جاتا ہے......

یا اولاد کے ذریعے اس کا مکافات عمل ہوتا ہے، اور شاید زئی کا مکافات عمل اس کے بیٹے کے زریعے ہونے والا تھا۔

ایبٹ آباد شہر ختم ہوتے ہی ایک قبرستان آتا تھا، جس کے داخلی دروازے پر، آخری آرام گاہ کا بورڈ چسپاں تھا۔

عموماً قبرستان میں خاموشی ہوتی ہے مگر آج شب قدر کی شام تھی، شاید اسلیئے بہت سارے لوگ اپنے پیاروں کی قبر پر پھول چڑھانے اور فاتحہ پڑھنے آئے تھے۔

پھولوں، اگر بتیوں کی خوشبو سارے قبرستان میں پھیلی تھی....

بہت ساری پکی، ماربل لگی قبروں کے بیچ ایک چھوٹی سے قبر تھی، دیکھنے والوں کو اس قبر پر لگی ننھی تتلی کا گمان ہوتا تھا....

ننھی قبریں تو اور بھی تھیں مگر اس قبر پر لگی تختی پر لکھا نام "پاگل آنکھوں والی لڑکی" لوگوں کو رک کر اپنی طرف متوجہ کرتا تھا۔ اس نام کی قبر شاید آج سے پہلے کبھی نہیں بنی تھی....

ابھی ابھی ایک کپل جاتے ہوئے اس قبر کے پاس ٹھہرا، قبر کی تختی پر لگی گرد جھاڑی..... قبر پر پڑے مرجھائے ہوئے پھولوں کو سمیٹ کر ان کی جگہ تازہ گلابوں کی سیج بچھا گیا۔

آج ہی نہیں یہاں سے گزرنے والے اکثر لوگ اس ننھی تتلی کی قبر پر پھول چڑھاتے اور فاتحہ خوانی کر جاتے تھے...

گورکن کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس قبر میں کسی مردہ انسان کا بیجان جسم نہیں بلکہ کسی زندہ انسان کی محبت کی باقیات دفنائی گئی تھی....

وہ آج بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اگر ہر انسان اپنی محبت کی باقیات اسی طرح دفن کرتا رہے تو دنیا کی زمین باقیات محبت کے قبرستانوں کیلیئے کم پڑ جائے.....

قبرستان کے بیچوں بیچ بنی ننھی قبر پر لگی "پاگل آنکھوں والی تختی" مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی.....

اور اچھی لڑکیاں اپنی قدر نہیں کرتیں، یہاں تک کہ وہ گلنے سڑنے لگتیں ہیں۔"

کچھ اشنال کی طرح گلنے سڑنے کے بعد شاہ جیسی محفوظ پناہ گاہوں میں آجاتی ہیں تو کچھ "پاگل آنکھوں والی لڑکی" طرح ایسی زندہ قبروں میں دفن ہو جاتی ہے....

کسی کو راستے مل جاتے ہیں تو کوئی دیر کر دیتا ہے...

قبر کی تختی بول رہی تھی دیکھو۔

"میں پاگل آنکھوں والی لڑکی۔"

"جان شاہ۔"

"جی کراں شاہ۔"

"یار میں مس کر رہا ہوں ان ٹیکسٹ میسجز کو، ریسور سے اٹھتی ان روٹھی روٹھی کالز کو اور خاص کر اس ٹوں ٹوں کال ڈسکنیکٹڈ کو"....

شاہ بیڈ پر آڑھا ترچھا لیٹا ہاتھ میں سیل فون گھماتے اشنے سے مخاطب تھا، جبکہ وہ خود ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی بالوں پر برش کر رہی تھی۔

"آئینے میں نظر آتے شاہ کے عکس کو دیکھ کر اس نے کچھ سوچا اور پلٹی۔

"شاہ آپ نے ڈریس چینج نہیں کرنا؟"

"کرتا ہوں۔" وہ اٹھا اور باتھروم میں بند ہو گیا۔ اشنے نے سیل اٹھایا اور چپکے سے روم سے باہر نکل گئی۔

کچھ دیر میں وہ شاور لیکر نکلا تو اسے غائب پا کر پریشان ہو اٹھا، بستر پر پڑا سیل پر شاہ کالنگ پر پہلے وہ مسکرائی، پھر گرین سرکل کو اوپر کی جانب پش کیا۔

"کہا ہو تم؟"

"گیسٹ روم میں۔" (بڑے مزے سے جواب دیا گیا)

"وااااٹ، گیسٹ روم میں، مگر کیوں؟ وہ چیخا۔

میں نے سوچا آپ میری ہر خواہش بن کہے پوری کر دیتے ہیں، تو مجھے بھی آپ کی اس خواہش کو پورا کرنا چاہیے نا۔ "

"ہاں تو اس کیلیئے گیسٹ روم میں جانے کی کیا تک ؟"

وہ روم سے نکل کر سیڑھیوں تک پہنچا۔

"تک ہے ناں، ابھی آپ کو یاد آ رہی تھی ناں ٹیکسٹ میسجز اور خاص کر ٹوں ٹوں کال ڈسکنیکٹڈ کی، تو بس یہ آئیڈیا میرے ذہن میں آیا، اب خوش ہے ناں آپ ؟"

"کوئی ضرورت نہیں ہے ایسے فضول آئیڈیاز کی، واپس آؤ فوراً۔ "

نا بابا ناں۔ "

وہ سیڑھیاں اتر کر گیسٹ روم تک آیا، ہینڈل گھمانے پر لاک اسکا منہ چڑانے لگا.....

"گیٹ کھولو۔ "

"آپ ہی نے کہا تھا ناں شاہ کہ اشنال سید ایک بار جو دروازہ بند کر لیں اسے کھولنا نہیں چاہیے، سو اب یہ دروازہ صبح سے پہلے نہیں کھلے گا۔ "

"باہر کھڑا شاہ اپنا سر پیٹ کر رہ گیا۔

"جان شاہ۔ "

"میں نے تم کو سر پر چڑھا کر برا کیا ہے۔ "

"چچچ، خیر اب کچھ نہیں ہو سکتا، اب مجھے نیند آ رہی ہے۔

گڈ نائٹ سویٹ ڈریمز۔ "

"اشنے........اشنے.......جان شا   ......جان الااہ"

ٹوں ٹوں کال ڈسکنیکٹڈ......

یہ آواز اور الفاظ اب اسے زہر لگ رہے تھے   .اس نے دانت پیسے

اور بند دروازے کو گھور کر بیڈ روم کی طرف بڑھنے لگا، ساتھ ساتھ واٹس ایپ پر ٹیکسٹ

ٹائپ کیا۔

"کل پوچھتا ہوں تمہیں باندری، یسنی، چھپکلی۔"

دوسری طرف سے رپلائے فوراً آیا۔

"کل نہیں ایک مہینے بعد، لمبے دانتوں والے خرگوش۔"

ساتھ میں زبان نکالتا ایموجی۔ اسے یاد آیا، کل تو اس نے ائیر بیس واپس جانا تھا۔

اسکا دل کیا اپنی زبان کاٹ لے، یا گیسٹ روم کا دروازہ توڑ دے۔

وہاں وہ مزے سے بستر پر لیٹی سیل فون پر شاہ کی آئی ڈی پر ہنسی سے آنسو نکل آنے والا

ایموجی دس بار بھیج چکی تھی....

اب آنکھیں بند کر کے اسکی موجودگی کو محسوس کرنے کے سوا شاہ کے پاس کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا....

ہر کسی کو زندگی میں شاہ جیسا چاہنے والا نہیں ملتا، ہر کسی کی زندگی میں خوشیاں ایسی دستک نہیں دیتی کچھ لوگ اس اذیت میں زندگی گزار دیتے ہیں، کچھ لوگ کسی کی زندگی میں داخل ہو کر بھی اپنی پرانی محبت کو نہیں بھول پاتے۔ اپنے ساتھ دوسروں کی زندگی بھی تباہ کر دیتے ہیں۔

میں نے یہ ناول ان لوگوں کے لیے لکھا ہے۔ خاص کر ان لڑکیوں کے لئے جو کسی غیر شخص پر اس قدر یقین کر لیتی ہے کہ اپنی محبت میں اندھی ہو جاتی ہے، پھر اپنی تباہی پر ساری زندگی آنسو بہاتی ہیں۔

جانتی ہوں محبت کی نہیں جاتی، یہ خود ہی ہو جاتی ہے، مگر محبت کہ بھی کچھ تقاضے ہے، محبت وہ ہی سچی، جو پاک ہو، جو آپ کے محرم سے ہو، اور اگر محرم نا ہو تو جلد سے جلد اس رشتے کو نکاح جیسے پاک رشتے میں باندھ دیا جائے۔ نا کہ محبت میں اتنا آگے بڑھ جانا کے صیح اور غلط کی پہچان بھول جانا۔

اس شخص کی ہر جائز ناجائز خواہش پر مر مٹنا محبت نہیں، بلکہ سراسر پاگل پن ہے، پھر اس ہوس پرست شخص سے جب دھوکا ملتا ہے تو ہم روتے ہیں، چیختے ہے، خود کو اذیت دیتے ہے، کہ ہمارے ساتھ کیوں ہوا، غیر محرم سے محبت بھی تو ہم ہی کرتے ہیں نا، کسی پر اندھا یقین بھی تو ہم ہی کرتے ہیں نا..... اپنے ماں باپ کو دھوکا دے کر پورا پورا دن پوری پوری رات غیر شخص سے باتیں بھی تو ہم کرتے ہیں ناں...... اپنے اللہ کی بنائی گئی حدود بھی تو ہم توڑتے ہیں ناں........ محبت جیسے پاک رشتے کے تقاضوں کو روند کر اندھے ہو کر آگے بھی تو ہم ہی نکلتے ہیں ناں...... اپنے محرم کی امانت میں خیانت بھی تو ہم کرتے ہیں ناں۔

تو پھر ان گناہوں کی سزا بھی تو ہمیں ملتی ہیں ناں، ہم اس کے حق دار ہوتے ہیں کس بات پر اللہ سے شکوہ کرتے ہیں کیا اس نے تمہیں روکا نہیں۔

کیا اس نے نا محرم سے رشتا بنانے سے منا نہیں کیا....

تو پھر کس بات کا شکوہ.... جانتی ہو اس اذیت کو برداشت کر پانا بہت مشکل ہو جاتا ہیں، بھٹک جاتا ہیں انسان مگر اتنا بھی نا بھٹکے کہ اپنی زندگی اپنے ہاتھوں تباہ کر دے۔

جب اللہ پاک نے ہمارے لئے ہمسفر چن رکھا ہے تو ہمیں کیا ضروت اس کی کی بنائی گئی حدود توڑنے کی۔

جو ہمارا ہے وہ ہمارے ماں باپ تک پہنچا دیا جائے گا، اور عزت سے لے جائے گا.....

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے تو سچی محبت کی پھر ہم کیوں نہیں ایک ہوئے...؟

وہ اس لئے کیونکہ تم اپنی سچی محبت میں اس قدر ڈوب گئے تھے کہ اللہ پاک کو ہی بھول گئے، تو خدا نے تمہیں اسی کے ہاتھوں توڑا، اور پھر تمہیں دو راستے دئیے ایک اچھا، جو اس کی طرف جاتا ہے۔ اور دوسرا برا جو تم کسی اور غیر محرم پر بھروسہ کر کے اس کا یقین کر کے اس کا ہاتھ تھام لیتے ہو۔ اور پھر ساری عمر سکون کی تلاش میں رہتے ہو۔

اور جو اللہ کا راستہ چن لیتا ہے اس کے دل میں اللہ اپنی محبت ڈال دیتا ہے، دراصل وہ خود نہیں چنتا، جس کی محبت سچی ہونا تو اللہ پاک اس کو اپنی محبت کے لئے چن لیتا ہے اور پھر عشق مجازی سے عشق حقیقی تک کا سفر شروع ہوتا ہے۔ اور اس وقت انسان کے دل پر اللہ کی سچی محبت اتر کرتی ہے وہ اس سے پہلے نہیں کرتی۔

گڑیاں سکون صرف محرم کی محبت میں ہے، غیر سے محبت کر کے خدارا اپنی زندگی کو وہ داغ مت لگاؤ، جو بعد میں اتر پانا مشکل ہو، ساری زندگی اس بات کا ڈر رہے کہ اگر میرے شریکِ حیات کو پتا چلا تو کیا ہو گا....

تم یقین تو لیتی ہو مگر تم کیا جانوں کہ وہ شخص انسان کے روپ میں بھیڑیا ہے۔

اشنال کو شاہ جیسا ہمسفر ملا جو اس کے درد کو مٹا گیا، مگر ضروری نہیں ہر ایک کا نصیب اشنال جیسا ہو۔

ختم شدہ۔